London ki KATHA

پیر حسام الدین اینڈ سنز
کشمیر ناول ایجنسی
نام
نمبر کتاب
قیمت
پروپرائٹر
پیر حسام الدین جنرل مرچنٹ میرا کدل کشمیر

MM

1/8/-
1257

سلسلہ اوّل

فسانۂ لندن

جلد دہم

پہلا باب — ہمدردی

ستم رسیدہ عورت کو فرش زمین پر اس بیکسی کی حالت میں پڑا دیکھکر بہت لوگ اُسکے گرد جمع ہوگئے۔ سب اُس کی صورت کو اس انداز سے دیکھ رہے تھے۔ گویا کوئی نہایت دلچسپ تماشہ ہو لیکن کسی کے دل میں ہمدردی یا رحم کا احساس پیدا نہ ہوتا تھا۔ اتنے میں ایک طویل القامت پولیسمین ہجوم کو چیرتا ہوا بہت سے چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو ادھر اُدھر کرتا اور مردوں اور عورتوں کو ہٹاتا ہجوم کے اندر داخل ہوا۔ اور درشتی کے لہجہ میں کہنے لگا "چلو چلو۔ یہ کوئی تماشا نہیں ہے"

مین اسوقت ایک عورت جس کی عمر چھبیس سال کے قریب ہوگی۔ اور جس نے اوسط درجہ کی صاف ستھری پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ ہجوم میں آگے بڑھ کر اُس بدنصیب گداگر عورت کے قریب پہنچی۔ اُس نے اُس کا سر اٹھایا۔ اور اسوقت لیمپ کی روشنی میں اول مرتبہ اُس نے دیکھا کہ اُس کی کنپٹی میں زخم آگیا ہے جسمیں سے خون بہ رہا ہے۔

پولیسمین اس سختی کے لہجہ میں جو اس طبقہ سے مخصوص ہے۔ کہنے لگا "اگر اسے کوئی زخم آیا ہے۔ تو اسے ہسپتال میں پہنچانا چاہئے۔ ورنہ اسے ورک ہوس میں بھیجنا ہوگا"

لیکن اُس لیڈی نے جس نے آگے بڑھ کر اُسکا سر اُٹھایا تھا۔ کہا "میں اسے کہیں نہ جانے دونگی۔ اور خود اس کی نگہداشت کرونگی"

"تو کیا وہ آپ کی کوئی جان پہچان ہے؟" پولیسمین نے پوچھا۔

لیڈی نے کہا "میں نے اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ لیکن آخر وہ بھی میری طرح انسان اور ایک عورت ہے۔ اس حالت میں اس کے متعلق میرے اندر ہمدردی پیدا ہونا قدرتی ہے"

حاضرین نے اس فقرہ کو سُنکر اظہار خوشنودی کیا۔ اور لیڈی نے پولیسمین سے مخاطب ہو کر پھر کہا "تم اگر مدد دو۔ تو اسے قریب ہی کسی ڈاکٹر کے مکان پر پہنچا دیا جائے لیکن ٹھہرو۔ وہ آنکھیں کھولنے لگی ہے ... اب وہ حرکت بھی کر رہی ہے ... لیکن خدایا اس کی رنگت کس قدر زرد ہے! وہ کیسی دُبلی ہو چکی ہے۔ اور سردی سے کسقدر ٹھٹھر رہی ہے!"

بدنصیب عورت کو پاس ہی ایک ڈاکٹر کے مکان پر پہنچا دیا گیا۔ جس نے مناسب غور سے دیکھنے کے بعد کہا "اسے صرف یہی ایک زخم آیا ہے" اور اس کے بعد جب وہ اس کی پٹی کر چکا۔ تو کہنے لگا "میڈم اسے دوا کی نسبت غذا کی زیادہ ضرورت ہے۔ ٹھیرو میں اسے تھوڑی خوراک اور شراب کا ایک گلاس دیتا ہوں"

یہ کہکر اس نے دونوں چیزیں لاکر عورت کے قریب لا رکھیں۔ اس نے انہیں جلد جلد کھانا شروع کیا۔ لیکن ڈاکٹر نے دور اندیشی سے اُسے تھوڑا کھانے کی ہدایت کی۔ ذرا دیر میں اُس کی طبیعت بہت کچھ سنبھل گئی۔

عمر میں وہ کوئی ستائیس اٹھائیس سال کے قریب تھی۔ اور بشرہ سے زمانہ گذشتہ کے غیر معمولی حُسن کے آثار نمودار تھے۔ لیکن ادبار اور مصیبت کے باعث اُس کی آنکھیں اندر کیطرف حلقوں میں دب گئی تھیں۔ اور احتیاج نے اُن کی چمک مدھم کر دی تھی۔ اس کے رخسار پچکے ہوئے تھے۔ اور بدن پر پوست و استخوان کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔

لیڈی نے اس سے یہ نہیں پوچھا۔ کہ تمہارا کوئی دوست یا گھر موجود ہے۔ کیونکہ اسکی صورت سے ہی محتاجی اور مایوسی کی ایسی داستان ظاہر ہو رہی تھی کہ ایسا سوال پوچھنا سراسر مضحکہ خیز تھا۔ نرمی کے لہجہ میں صرف اتنا کہا "میں تمہیں اپنے ساتھ لے

چلتی ہوں۔ مجھے معلوم نہیں۔ تم کون ہو۔ یا کہاں سے آئی ہو۔ البتہ میرے دل پر تمہاری مصیبت زدہ حالت کا گہرا اثر ہوا ہے۔"

عورت نے زار زار روتے ہوئے کہا "میڈم اگر آپ کو سارے حالات معلوم ہوں۔۔۔"

لیڈی نے کہا "میں سردست کچھ معلوم کرنا نہیں چاہتی صرف اسیقدر کافی ہے۔ کہ تم مصیبت کی حالت میں ہو۔"

تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر کا نوکر ایک کرایہ کی گاڑی لے آیا۔ اور یہ دونوں اس میں سوار ہوگئیں۔ لیڈی نے گاڑی بان سے کہا "شہر میں کینن سٹریٹ کیطرف چلو۔"

راستہ میں اُس نے ساتھ والی عورت سے کہا "بہن۔ میں خود بھی تکلیف اور مصیبت اٹھا چکی ہوں۔ اور گو خدا کا شکر ہے۔ مجھے کبھی افلاس سے واسطہ نہیں پڑا۔ لیکن میں نے اور بہت سی مصیبتیں ایسی ہی سخت برداشت کی ہیں۔"

بدنصیب عورت نے کہا "میڈم مجھے یہ سُنکر افسوس ہوتا ہے۔ کہ آپ جیسی فرشتہ خصلت عورت کو اس قسم کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ لیکن جیسا کہ آپنے بیان کیا۔ دنیا میں مفلسی کے علاوہ بھی بہت سی تکلیفیں موجود ہیں۔"

یہ کہکر وہ پھر زار زار رونے لگی۔ لیڈی نے جہانتک ممکن تھا۔ اُس نے اُس کا اطمینان کرانا چاہا۔ اور اُس مختصر گفتگو سے جو حصہ ویسٹ اینڈ اور شہر کا درمیانی فاصلہ طے کرنے میں ہوئی۔ بدنصیب عورت نے اپنی ذہانت اور اعلے تربیت کا بہت کچھ ثبوت دیا۔

آخر گاڑی کینن سٹریٹ میں پہنچکر ایک مکان کے سامنے رُکی۔ جس کے نچلے حصہ میں ایک سٹیشنر کی دوکان تھی۔ اور اُس کی بالائی منزل پر یہ لیڈی رہتی تھی۔

مالکہ مکان نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا "مسز حچیٹر کیا بات ہے۔ آج آپ کو اتنی دیر لگی۔ میں تو خوف زدہ ہونے لگی تھی۔۔۔"

ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ اگر عورت کو مدد دینے والی حقیقت میں مسز حچیٹر کی مظلوم بیوی ہی تھی۔ کہا "میں اس عنایت کے لئے شکر گذار ہوں۔ یہ عورت جو میرے ساتھ ہے۔ اسے میں نے بازار میں ایک جگہ بیہوش دیکھا تھا۔ میں اُسے اپنے ساتھ لیتی آئی ہوں۔ تم

مہربانی سے اس کے لئے ایک کمرہ مہیا کردو"
مالکہ مکان نے کہا" میری عزیز لیڈی - تمہاری طبیعت میں نیکی کوٹ کوٹ کر بھری ہے" اتنا کہکر وہ اگر عورت کے لئے ایک کمرہ تیار کرنے میں مصروف ہوگئی - اور اُسکے بعد جب اُسے عمدہ کھانا مہیا کیا گیا - اور اُسکے کمرہ میں خوشگوار آگ روشن کردی گئی - تو اُس کی آسائش اور بھی بڑھ گئی - مسز جیپر نے اُسے گرم کپڑے مہیا کئے - اور رات بھر کے آرام نے اُس کی صورت بالکل ہی بدل دی - اس سے دوسرے روز وہ اپنے حالات زندگی سنانے کے قابل ہوگئی - اور اس نے دیالا جیپر کے روبرو اپنی سرگذشت ان لفظوں میں بیان کرنی شروع کی -

---

دوسرا باب ایک بدنصیب عورت کی سرگذشت

میرا نام لڈیا ہچنسن ہے - میرے والد گلڈفورڈ کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں کے پادری تھے - جب سے وہ یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرکے نکلے - بدقسمتی ہمیشہ اُن کے سنگ راہ ہوتی رہی - یہی وجہ تھی - کہ زندگی کا بڑا حصہ گذر جانے پر انہیں شادی کا خیال آیا - وہ کئی مقامات میں پادری کا کام کرتے رہے - لیکن کہیں بھی پورے طور سے اُن کے پاؤں نہ جمے - حتیٰ کہ آخر کار وہ اُس چھوٹے گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے جس کا میں نے ذکر کیا ہے - اُس جگہ اُن کی محبت ایک نیم تنخواہ افسر کی بیٹی سے ہوگئی - جو بیچارہ کم و بیش انہی کے برابر مفلس تھا - چنانچہ اُسوقت جبکہ اُن کی آمدنی صرف اسی پونڈ سالانہ تھی - انہوں نے شادی کے بحر عظیم میں غوطہ زن ہونے کی جرأت کی - اس کے سال بھر بعد ایک بیٹا پیدا ہوا - جس کا نام انہوں نے ایڈگر رکھا - اور اسکے ڈیڑھ سال بعد میں بدنصیب عالم ظہور میں آئی - میری بدبختی کا پہلا کرشمہ یہ ہوا کہ میری ماں میرے پیدا ہونے کے بعد ہی مرگئی -

یہ بیان کرنا کہ اب صرف میں اور بھائی ہم دونوں اپنے غریب باپ کی تسکین کا ذریعہ رہ گئے تھے - ایک عام داستان کو دہرانے کے برابر ہوگا - کیونکہ حقیقت میں ہمارے سوا اس دنیا میں اس کے لئے کوئی اور دلچسپی باقی نہ رہی تھی - چنانچہ بسا اوقات

اُسوقت جب ہماری عمر اسقدر ہوئی - کہ ہم اُن کے لفظوں کا مطلب سمجھ سکیں - انھوں نے ہم سے اس کا ذکر بھی کیا - ایسے موقعوں پر اُن کے الفاظ ہمیشہ نرمی اور ملائمت سے پُر ہوتے تھے - وہ بڑے ہی نیک نہاد انسان تھے - اور اپنی ضروریات زندگی کو حتی الامکان کم کرکے اس بات کی کوشش میں لگے رہتے تھے - کہ ہمیں صاف ستھرا رکھیں - اور اتوار کے روز جب ہم گرجا میں جاتے - تو وہ ہمیں خاص طور پر عمدہ کپڑے پہنایا کرتے تھے - انھوں نے میرے بھائی کو خود تعلیم دی - اور انہیں سے میں نے وہ تھوڑا بہت علم سیکھا - جو مجھے حاصل ہے - اس گاؤں میں ایک اور بڑی قابل بیوہ عورت رہتی تھی جو حالات زمانہ سے گردش میں آچکی تھی - میرے والد اپنی قلیل آمدنی سے کچھ بچا کر اس سے مجھے موسیقی مصوری - کشیدہ کاری اور فرانسیسی زبان کی تعلیم دلایا کرتے تھے - اس عورت کے زیر تعلیم میں نے بہت جلد ان علوم میں بھی قابلیت حاصل کر لی - اور آخر سولہ سال کی عمر میں میری یہ حالت تھی کہ کسی سکول کی تعلیم یافتہ لڑکی سے زیادہ لائق سمجھی جاتی تھی -

اب کہ میں ۱۶ سال کی عمر کا ذکر کر چکی ہوں میرے خیال میں اس سے پہلے کے حالات زندگی بیان کرنا لاحاصل ہوگا - میرے بھائی ایڈگر کو گلفورڈ کے سکول میں کچھ ملازمت مل گئی تھی - اور ہر چند کہ والد ہمیں اپنے پاس سے جدا نہ کرنا چاہتے تھے - تاہم وہ اس بات کی ضرورت کو محسوس کرتے تھے - کہ ہم خود اپنی روزی کمانے کے قابل ہو سکیں - کیونکہ یہ توظاہر تھا - کہ اُن کی آمدنی اُن کے انتقال کے ساتھ ہی ختم ہو جائیگی - اور بچت کا ایک پیسہ بھی گھر میں موجود نہ تھا - پھر بھی انہیں امید تھی - کہ اگر ہم دونوں روزی کمانے کے لائق ہو گئے - تو وہ خود اپنی زندگی کے بقیہ حصہ میں کچھ روپیہ بچا سکیں گے - اور اس طریق پر ہمیں اپنے انتقال پر بالکل مفلس قلاش نہ چھوڑ جائیں گے - اتفاق سے انہی ایام میں کنسنگٹن کے ایک مشہور زنانہ سکول میں ایک استانی کی ضرورت تھی - اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے مجھے یہ آسامی دلوادی -

میرے والد خود مجھے لندن لاکر مسز لیکن کے سکول میں جو بادیر ہوس کہلاتا تھا چھوڑ گئے - جدا ہوتے وقت وہ زار زار رو دیے تھے - لیکن مسز لیکن نے جو ایک چالیس سالہ بیوہ تھی - اُن سے بڑی مہربانی کے ساتھ اس بات کا وعدہ کیا - کہ میں اسکی

لڑکی کی پورے طور سے نگہداشت کرونگی۔ جس سے فریقین کا رنج بہت ہلکا ہو گیا۔ فیصلہ اس پر ہوا تھا۔ کہ پہلے سال بھر مجھے کچھ تنخواہ نہ دی جائیگی۔ لیکن اگر میں لائق ثابت ہوئی تو دوسرے سال میری تنخواہ چھ پونڈ مقرر ہوگی۔ جس میں بعد کو اضافہ کر دیا جائیگا۔

جب والد رخصت ہونے لگے۔ تو مسز لیکن نے ان سے کہا۔ صاحب آپ اپنی بیٹی سے جدا ہوتے وقت دل میں کسی ملال کو جگہ نہ دیجئے۔ میں اسکے ساتھ مادرانہ سلوک کرونگی۔ اور اُس کے ساتھ اسی طرح پیش آؤنگی۔ گویا میں اُس کی ماں ہوں۔ خدا اسے برکت دے بڑی خوبصورت۔ ہونہار لڑکی ہے۔ اور مجھے ابھی سے اُسکے ساتھ محبت ہو گئی ہے اتنا کہکر مسز لیکن نے اپنا رومال آنکھوں سے لگالیا۔ اور میرے والد پر اس واقعہ کا گہرا اثر ہوا۔ مسز لیکن نے والد کو اس بات کا بھی یقین دلایا۔ کہ جب سے پانچ سال گذرے۔ مسٹر لیکن کا نہایت افسوسناک حالات میں انتقال ہوا۔ مجھے ایک لمحہ بھر کے لیئے بھی راحت حاصل نہیں ہوئی۔ مسز ہچنسن بات یہ ہے۔ کہ مسٹر لیکن کا انتقال اس طرح پر ہوا۔ کہ چھ سات مدہوش پولیسمین ایک نیکبخت جوان عورت کے ساتھ وحشیانہ بدسلوکی کر رہے تھے۔ اُسے اُن کے ہاتھ سے بچانے میں اُن کی جان عزیز ضائع ہو گئی۔ یہ سنکر میرے والد نے بہت رنج ظاہر کیا۔ مسز لیکن نے کچھ شراب اور کیک منگوائے۔ اور آخر جب والد رخصت ہوئے۔ تو وہ اس خیال سے بھی مطمئن تھے کہ میری بیٹی کو ایک ایسی نیک نہاد اور قابل خاتون کے زیر سایہ رہنے کا موقعہ مل گیا ہے۔

والد کو رخصت ہوئے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ کہ مسز لیکن نے میری طرف متوجہ ہو کر اس لہجہ میں جو اُس کے سابق انداز سے بالکل مختلف تھا۔ کہا بس اب تم آنسوؤں کو پونچھ ڈالو۔ اور سر دست۔ اپنے کمرہ میں جا کر آرام کرو۔ سہ پہر کے وقت سکول لگتا ہے۔ یہاں جس قدر لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ سب اچھے گھرانوں کی ہیں۔ اور وہ استانیوں کو اچھی پوشاک میں دیکھنے کی عادی ہیں۔ یہ کہکر اُس نے گھنٹی بجائی۔ جس کی آواز سنکر ایک خادمہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ اُس سے مخاطب ہو کر مسز لیکن نے کہا۔ جیسیکا۔ مس ہچنسن کو اُس کے کمرہ میں پہنچا دو۔ خادمہ تھوڑی دیر تک میری طرف گھور کر دیکھتی رہی۔ اور اُسکے بعد یکایک پلٹ کر کہنے لگی۔ آؤ میرے ساتھ ساتھ چلی آؤ۔ ہم دو نہایت شاندار زینوں پر سے گذریں جن پر بہت عمدہ قالین بچھے ہوئے تھے۔ دوسری منزل پر کئی خوابگاہ کے کمرے

تھے۔ جن کے اندر میری نگاہ داخل ہوئی۔ تو میں یہ دیکھکر حیرت زدہ ہو گئی کہ اُن میں آرام و آسائش کے سارے لوازم موجود تھے۔ یکایک جیسیکا نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ یہ لڑکیوں کے کمرے ہیں۔ تمہارا کمرہ اس سے اوپر کی منزل پر ہے۔ تیسری منزل پر بھی مجھے بہت سے کمرے دکھائی دیئے۔ جن کے دروازے کھلے تھے۔ اور اُن کے اندر صفائی کا پورا انتظام تھا۔ جیسیکا نے کہا۔ یہ ہمارے کمرے ہیں۔ جس کا مطلب بعد ازاں میں نے یہ سمجھا۔ کہ اس کی مراد نوکروں کے کمروں سے تھی۔ پھر ہم اُس سے بھی اوپر چڑھتی گئیں۔ آخر سب سے اوپر والے کمروں کے قریب پہنچکر جیسیکا نے ایک کا دروازہ کھولا۔ اور کہنے لگی۔ یہ چھوٹے درجہ کی استانیوں کے کمرے ہیں۔ تم ایک میں رہ سکتی ہو۔ میں نے اندر نظر ڈالی۔ تو معلوم ہوا کہ ایک ادنے درجہ کا بستر۔ ایک کرسی۔ ایک ہاتھ دھونے کی میز۔ ایک پتھر کی بنی ہوئی بھورے رنگ کی صراحی۔ اور ایک بہت بڑے گلاس کے سوا جسے دیوار کے ساتھ اٹکایا ہوا تھا۔ اور کچھ موجود نہیں۔

میں جیسیکا سے یہ کہنے کو تھی۔ کہ تم نے غالباً مجھے اس کمرہ میں لانے میں کچھ غلطی کی ہے۔ مگر اس خیال سے رک گئی۔ کوئی یہ نہ کہے۔ اس نے آتے ہی شکایتوں کا دفتر کھول دیا ہے۔ میں نے بڑی نرمی اور اخلاق کے لہجہ میں صرف اتنا کہا۔ مہربانی سے میرا ٹرنک اور ٹوپی کا بکس اوپر پہنچا دو۔ یہ سُنکر مس جیسیکا نے زور کا قہقہہ لگایا۔ اور اُس کے بعد نخوت آمیز طریقہ پر سر ہلا کر کہنے لگی۔ بہت خوب! یہ آج ہی سنا ہے۔ کہ ایک چھوٹے درجہ کی استانی ایک اونچے درجہ کی خادمہ سے یوں سلوک کرے۔ میں ہرگز اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے کہا۔ معاف کرنا۔ کہ تمہیں میرے لفظوں سے رنج پہنچا۔ جس پر جیسیکا میری طرف غور سے دیکھکر کہنے لگی۔ خیر اگر تم حالات سے اچھی طرح واقف نہیں ہو۔ تو میں اس مرتبہ معاف کئے دیتی ہوں۔ اور اس سے بھی بڑھکر اتنا کر سکتی ہوں۔ کہ برتن دھونے والی لڑکی سے کہدوں۔ وہ تمہارا ٹرنک تمہارے ساتھ مل کر اٹھوا دے۔ گو اکیلی وہ بھی اس کام کو نہ کرے گی۔ اس سلوک کو دیکھ کر میرا کلیجہ اچھلنے لگا۔ اور میں نے بڑی کوشش سے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا۔ پھر میں نے اپنے جذبات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ کیا باقی استانیاں بھی فرش پر سوتی ہیں؟ جس پر وہ کہنے لگی۔ بڑی استانی مس ٹمل بڑی جماعت کی لڑکیوں کے کمرہ میں سوتی ہے۔

مس سنگس اُس سے نچلی جماعت کی لڑکیوں کے ساتھ اور مس روڈس مس ہیپ اور تم سب سے اوپر والے کمروں میں۔ لیکن خیر میں جاتی ہوں۔ اور ٹبسی سے کہتی ہوں۔ وہ تمہارا سامان تمہارے ساتھ ملکر اوپر پہنچا دے۔

اتنا کہکر جیسیکا بڑی نخوت کے ساتھ نیچے اتر گئی۔ بظاہر وہ مجھے اپنی نسبت بہت ادنےٰ درجہ کی سمجھتی تھی۔ اُس نے ٹبسی کو بلوایا۔ اور وہ بہت کچھ کڑھتی میرے ساتھ ٹرنک کو ایک طرف سے اٹھاکر اوپر لائی۔ میں نے دیکھا۔ اس لڑکی کا لباس بہت میلا تھا۔ خیر اپنے کمرے میں پہنچکر میں نے اپنی دوسری گون بدلی ہی تھی۔ کہ اتنے میں جیسیکا پھر آکر کہنے لگی۔ مسز لیکن بہت ناراض ہو رہی ہیں۔ کہ تم نے نیچے آنے میں دیر لگائی ہے۔ خود جیسیکا بھی اس وجہ سے بہت ناراض تھی۔ کہ اُسے یہ اطلاع لانے کے لئے چار زینوں پر سے گذرنا پڑا۔ چنانچہ وہ بڑے گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگی۔ دیکھو۔ آئندہ کبھی اسطرح دیر نہ کرنا۔

جب میں افسردہ دل رنجیدہ اور کانپتی ہوئی سکول کے کمرہ میں پہنچی۔ تو مسز لیکن نے ساری استانیوں اور لڑکیوں کے سامنے مجھے ملامت کرنا شروع کر دیا۔ جب میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ تو اُس کا غصہ اور بھی تیز ہو گیا۔ آخر اس نے چار چھوٹی چھوٹی لڑکیاں جن کی عمر آٹھ سے دس سال کی تھی۔ بغرض تعلیم میرے سپرد کیں۔ اور میں نے دیکھا کہ باقی استانیاں یعنی مس ٹڈل مس سنگس اور مس ہیپ مجھے انتہا درجہ کی حقارت سے دیکھ رہی ہیں۔ البتہ مس روڈس اور مس ہیپ جن کی عمر میرے برابر تھی۔ حالانکہ باقی تینوں استانیاں تیس سال سے زائد عمر کی تھیں۔ مجھے دوستانہ انداز سے دیکھتی رہیں۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ اس سکول میں آٹھ سے سولہ سال عمر کی لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ انہوں نے بہت اچھی پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ اور اُن میں جو بڑی تھیں۔ وہ واقعہ میں حسین نظر آتی تھیں۔ کل چالیس کے قریب لڑکیاں اس سکول میں زیر تعلیم تھیں۔

چار چھوٹی لڑکیاں جو میرے سپرد کی گئیں وہ اُتنی ہی کند ذہن تھیں۔ جتنا انسان کے لئے ہونا ممکن ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہی اسقدر شوخ کہ اُن پر قابو پانا غیر ممکن تھا۔ جب میں انہیں کچھ سمجھانے لگتی۔ تو وہ کبھی ہنس دیتیں۔ اور کبھی دانت چڑانے لگتیں۔ دوسری آفت یہ پیدا ہوئی۔ کہ مسز لیکن رہ رہ کر کہتی تھیں۔ ہکین تمہاری جماعت میں بہت غل ہو رہا ہے۔ اگر میں آہستگی سے بولتی۔ تو حکم آتا۔ ہکین تم بالکل بیکار بیٹھی ہو۔ مخفی نہ رہے

کہ مسز لیکین کا طریقہ تھا۔ کہ وہ صرف تینوں بڑی استانیوں کو مس کے لفظ سے مخاطب کیا کرتی تھی۔ ہم تینوں یعنی روڈس۔ جبیپ اور ہچنسن اس کی مستحق نہ سمجھی جاتی تھیں۔

اتنے میں چائے پینے کا وقت آیا۔ تینوں بڑی استانیاں مسز لیکین کے قریب بیٹھیں اور انہیں چائے۔ مکھن اور بسکٹ مہیا کئے گئے۔ لیکن ہم تینوں کو چھوٹی لڑکیوں میں بٹھایا گیا۔ اور پانی ملا ہوا دودھ۔ بھدی سی روٹی کے ٹکڑے اور تھوڑا سا مکھن دیا گیا۔ یہی انتظام صبح کے ناشتہ کے وقت ہوتا تھا۔ شام کو تینوں چھوٹی استانیوں کو ٹھنڈا گوشت دیا گیا۔ حالانکہ چھوٹی لڑکیوں کو اس میں سے حصہ نہ ملتا تھا۔ اور میں نے ایک بار حبیبکا کی زبانی سنا۔ کہ ٹھنڈے گوشت کو نوکرانیوں میں سے بھی کوئی چھونا پسند نہیں کرتی۔ میں یہ چھوٹی چھوٹی تفصیلات اس لئے بیان کر رہی ہوں۔ کہ معلوم ہو جائے۔ مسز لیکین کا فیشن ایبل سکول کس قسم کا تھا۔ ہاں میں یہ کہنا بھول گئی۔ کہ چھوٹی استانیوں کو خود ہی اپنے بستر بچھانے اور اپنے لئے صراحیوں میں پانی لانے پر بھی مجبور ہونا پڑتا تھا۔

ان حالات سے میں نے بہت جلد معلوم کر لیا۔ کہ مسز لیکین کا اخلاق اور اسکی ملنساری میرے والد کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی۔

ہاں شام کے چھ سات بجے کے بعد اُسکا مزاج ذرا ملنسار ہو جاتا تھا۔ اور اُن کی طبیعت بھی کھل جاتی تھی۔ اسوقت وہ بار بار اُس کمرہ سے باہر نکل جاتی۔ جس میں ہم سب بیٹھی ہوتیں۔ اور چند منٹ کے بعد پھر واپس آتی۔ لیکن یہ ایک عجیب راز تھا۔ کہ اس طریقہ پر وہ جتنا زیادہ باہر جاتی۔ اُسیقدر اُس کی خوش مزاجی بڑھتی جاتی تھی۔

اسی طرح چند ہفتے گذر گئے۔ ایک روز شام کے وقت میں نے اجازت چاہی۔ کہ ایک چٹھی والد کے نام ڈاک میں ڈال آؤں۔ کیونکہ نوکرانیوں میں سے کوئی چھوٹے درجہ کی استانیوں کا کام نہ کرتی تھی۔ رستہ میں مجھے سکول کی بڑی لڑکیوں میں سے ایک جسکا نام آنریبل مس ایڈلین انفیلڈ تھا ملی۔ اور کہنے لگی۔ مس ہچنسن میرا یہ خط بھی مہربانی سے ڈال دینا۔ میں نے کہا شوق سے ڈال آؤں گی۔ وہ کہنے لگی۔ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اتنا کہکر وہ چلی گئی۔ اور اسوقت میں نے اس معاملہ کو سرسری سمجھا۔ کیونکہ مجھے

معلوم تھا۔ مسز لیکن نے لڑکیوں کو حکم دے رکھا ہے۔ کوئی خط مجھے دکھائے بغیر اپنے متعلقین کے نام روانہ نہ کیا جائے۔ کچھ تو میں اس حکم کو بجائے خود سخت سمجھتی تھی۔ کچھ میں مس انفیلڈ کو اس لئے کہ اُس نے مجھے ایسے اچھے طریق پر مخاطب کیا۔ ممنون کرنا چاہتی تھی۔ خیر وہ چٹھی میں نے ڈاک میں ڈال دی۔ اور اُس کے بعد یہ واقعہ میرے ذہن سے اُتر گیا۔ لیکن دوسری بار جب میں پھر خط ڈالنے چلی۔ تو مس انفیلڈ نے دوبارہ اسی طرح کیا۔ اور قبل اس کے کہ میں اُسے کوئی جواب دے سکتی۔ وہ خط میرے پاس چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے دیکھا۔ تو اس خط پر بھی وہی پتہ لکھا ہوا تھا۔ جو سابق خط پر تھا۔ یعنی کپتان چولمونڈلے ہارک نائٹس برج۔ میں نے سمجھا۔ یہ کوئی اُس کا رشتہ دار ہوگا۔ اسلئے مجھے خط ڈالنے میں تامل نہ ہوا۔

اُس روز رات کے وقت جب میں اپنے بستر پر لیٹی۔ تو آنریبل مس انفیلڈ دبے پاؤں دروازہ کھول کر میرے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اُس نے شب خوابی کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر اُس نے منہ پر انگلی رکھ لی۔ گویا یہ کہنا چاہتی ہے۔ کہ میں خاموش رہوں پھر بولی۔ مس ہچنسن میں تم سے ایک رعایت چاہنے آئی ہوں۔ میں نے کہا۔ اگر میرے اختیار کی بات ہو۔ تو مجھے کچھ عذر نہ ہوگا۔ لڑکی جوبڑی خوبصورت تھی۔ کہنے لگی۔ تم اس کام کو آسانی کے ساتھ کر سکتی ہو۔ کل صبح پہلی ڈاک میں تمہارے نام میرا ایک خط آئیگا۔ میں نے پوچھا۔ اگر اس کی مسز لیکن کو خبر ہوگئی۔ تو وہ کیا کہے گی؟ مس انفیلڈ نے کہا۔ جبتک تم خود اُسے اطلاع نہ دو۔ اسے اسکا علم نہیں ہوسکتا۔ اور میری پیاری مس ہچنسن اس کا مجھے یقین ہے۔ تم کبھی اُس سے اس کا ذکر نہ کروگی۔ میں نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا۔ خیر اس مرتبہ تو میں اس معاملہ سے درگذر کرتی ہوں۔ لیکن مہربانی سے آیندہ ایسا نہ کیجئے گا۔ اُس نے بڑی محبت سے مجھے بوسہ دیا۔ اور میں یہ جان کر خوش ہوئی۔ کہ وہ میری رفیق ہے۔ کیونکہ حقیقت میں میں جب سے اس جگہ آئی۔ میری طبیعت بے حد افسردہ رہتی تھی۔ گو میں نے اپنے والد کو رنجیدہ نہ کرنے کے خیال سے اُنہیں اس بات کی اطلاع نہ دی تھی۔ کہ مسز لیکن نے اُنہیں کسقدر دھوکا دیا ہے۔

دوسرے روز وہ خط جس کا انتظار تھا۔ آپہنچا۔ اور میں نے لفافہ چاک کر کے اس میں سے ایک اور سربمہر لفافہ نکالا۔ جسے موقعہ پا کر میں نے مس انفیلڈ کے حوالہ کردیا۔

وہ انداز شکر گذاری سے مسکرائی - اس کے تین چار دن بعد ایک اور اسی قسم کا لفافہ میرے نام آیا - اُس میں بھی مس انفیلڈ کے نام کا خط بند تھا - لیکن میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا - کہ جب تک اُس کے ساتھ گفتگو نہ کر لوں - یہ خط اُس کے حوالہ نہ کروں گی - جیسا مجھے امید تھی - رات کے وقت جب سارے آرام کے لئے لیٹ گئے - تو وہ میرے کمرہ میں داخل ہوئی - میں نے رقعہ اُسکے حوالہ کر دیا - لیکن ساتھ ہی کہا - آیندہ میں اس خفیہ خط و کتابت کا ذریعہ نہ بنوں گی وہ میرا فیصلہ سُنکر زار زار رونے لگی - اور میرے اطمینان کے لئے ایک قصہ اس قسم کا گھڑ کر سنایا - جو ہر چند کہ اسوقت میرے اطمینان کے لئے کافی تھا مگر اب اُس کا ذکر کرنا فضول ہے - حاصل کلام یہ کہ میں نے بیوقوفی سے اُس کی بات مان لی - اور اُس کے خط پہنچانے اور وصول کرنے میں اُس کی معاون بنی رہی - یہ بیان کرنا لا حاصل ہے - کہ ہمیشہ اُس کی چٹھیاں اُسی شخص کے پتہ سے جایا کرتی تھیں - جسکا نام میں پہلے بیان کر چکی ہوں -

میں اس کے ساتھ جس قسم کا مہربانی کا سلوک کرتی تھی - اُس کے لئے وہ میری زیادہ زیادہ ممنون احسان ہوتی گئی - اور چونکہ وہ ایک امیر گھرانے کی لڑکی تھی - اس لئے میرے ساتھ اُس کے اچھے سلوک کی بدولت یہ اثر پیدا ہوا - کہ تینوں بڑی استانیاں بھی یہ دیکھکر کہ مس انفیلڈ میری صحبت کو پسند کرتی ہے - میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آنے لگیں - یہانتک کہ مسز لیکمن کی سابقہ سختی میں بھی فرق آگیا - اور میں اب دن بدن زیادہ آسائش محسوس کرنے لگی - ایک روز شام کے وقت جبکہ میں اپنے کمرہ میں داخل ہو چکی تھی مس انفیلڈ میرے پاس آکر کہنے لگی - پرسوں مجھے بازار سے کچھ سامان خریدنے جانا ہے کہو - تم بھی میرے ساتھ چلوگی ؟ میں نے کہا - مجھے ساتھ جانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے - وہ بولی - بہتر ہے - میں اس کا انتظام کر رکھوں گی - اور آج رات ہی کو مسز لیکمن سے جب وہ تین چار بار کمرہ سے باہر نکل چکی ہوگی - اس کے متعلق اجازت حاصل کر لونگی میں نے کہا - یہ کیا ضروری ہے - کہ اُس کے تین چار مرتبہ کمرہ سے باہر نکلنے پر ہی تم اس سے اجازت لو ؟ کہنے لگی - اس کا جواب یہ ہے - کہ جب وہ تیسرا یا چوتھا گلاس چڑھا چکی ہوگی - تو یقیناً میری درخواست نامنظور نہ کرے گی - اور استانیوں میں سے کسی ایک کو میرے ہمراہ جانے کے لئے کہدے گی - میں نے حیرت زدہ ہو کر

پوچھا۔ تیسرا یا چوتھا گلاس۔ کس چیز کا؟ مس انفیلڈ کہنے لگی۔ تو کیا تم ابھی تک اس بات سے ناواقف ہو۔ کہ وہ بے حد شراب پیتی ہے؟ گو عورت چالاک ہے۔ اس لئے کسی کو پتہ نہیں ہونے دیتی۔ اُسکا شوہر بھی حد درجہ شراب پیا کرتا تھا۔ میں نے افسوس کے لہجہ میں کہا۔ مجھے اس کا علم نہ تھا۔ میں نے یہ سوچا تھا۔ کہ وہ کوئی بڑا معزز آدمی تھا۔ وہ ہنس کر بولی۔ میرے خیال میں مسز لیکمن نے تم سے اپنے شوہر کے انتقال کے متعلق کوئی قصہ بیان کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک روز رات کے وقت وہ شراب میں بدمست گھر کو جا رہا تھا۔ راستہ میں اُسکا ایک بُری عورت سے جھگڑا ہو گیا۔ اور جب پولیس نے مداخلت کرنی چاہی۔ تو اس نے ان پر حملہ کیا۔ اتفاق سے ایک پولیس والے کا ڈنڈا اُس کے کسی نازک مقام پر لگا۔ اور وہ مر گیا۔ میں نے کہا۔ اُس نے میرے والد کے روبرو اس سے بالکل ہی مختلف قصہ بیان کیا تھا۔ مس انفیلڈ کہنے لگی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ تمہارے والد پادری ہیں۔ اور خیال تھا۔ وہ بعض اَور لڑکیوں کے داخلہ کی سفارش کر سکیں گے۔ بھلا کہو تو۔ تمہارے والد کے روبرو وہ بڑی با اخلاق اور مسکین ظاہر ہوئی تھی۔ یا نہیں؟ میں نے کہا۔ بیشک ایسا ہی تھا۔ وہ کہنے لگی۔ پھر جب تمہارے والد رخصت ہو گئے۔ تو اُس نے بھی رنگت بدل لی ہوگی۔ میں نے اسے بھی صحیح تسلیم کیا۔ اور مس انفیلڈ کہنے لگی۔ بات یہ ہے۔ کہ وہ اپنی طبیعت پر کچھ بھی قابو نہیں رکھتی لیکن میں چلتی ہوں۔ اندیشہ ہے مس مڈل بیدار نہ ہو جائے۔ اور یہ نہ دیکھ لے میں کمرہ میں موجود نہیں ہوں۔ مس ہچنسن شب بخیر۔ پرسوں میرے ساتھ ضرور بازار چلنا۔

اسقدر گفتگو کے بعد آنریبل مس انفیلڈ کمرہ سے باہر چلی گئی۔ میں نے اُس کی زبانی جو حالات سنے تھے۔ ان سے بیحد متعجب تھی۔ اور بہت دیر تک جاگتی ان تمام معاملات پر غور کرتی رہی۔ پھر جب مجھے اس نوجوان لڑکی کی اعلیٰ حیثیت۔ جوانی حُسن اور اسکے شاندار مستقبل کا خیال آیا۔ تو مجھے یہ سوچکر بڑا افسوس پیدا ہوا۔ کہ اُس کی پاک روح کو ابھی سے شرابیوں۔ بری عورتوں پولیس کے جھگڑوں اور ایک شراب پینے والی استانی کی مثال سے کتنا بُرا اثر پہنچ سکتا ہے۔ مس انفیلڈ کی گفتگو سے میرے دل میں نئے نئے خیالات پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ میں بہت دیر تک سوچتی رہی۔ کہ بُری عورت سے کیا مراد ہو سکتی ہے؟ اور اسوقت اس گناہ کی اہمیت کا جو کسی بُری عورت

سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔ نوجوانوں کے دلوں میں کفر کی تعلیم پیدا کرنے کا پہلا قدم میرے خیال میں یہ ہے۔ کہ انہیں اس بات کا علم ہو۔ کہ عیسائی ملکوں میں ایسے لوگ بھی رہتے ہیں۔ جو اس مذہب کی صداقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسی طرح نوجوان لڑکیوں میں ادنیٰ خیالات پیدا کرنے کا ذریعہ میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ انہیں یہ جاننے کا موقع دیا جائے۔ کہ زنانہ کمزوری اپنی بدترین صورت میں کوئی حقیقی وجود رکھتی ہے۔

آنریبل مس انفیلڈ وعدہ کی پکی ثابت ہوئی۔ اُس نے مسز لیکن سے بازار جانے کی اجازت حاصل کرلی۔ اور میرے متعلق بھی خود ہی پوچھ لیا۔ یوم مذکور کو موسم بہار کی سہ پہر کے تین بجے میں اور مس انفیلڈ دونوں بازار کی طرف ہولیں۔ میں نے اُس سے کہا۔ بہترین دوکانیں بائیں طرف کو واقع ہیں۔ لیکن وہ ہنس کر کہنے لگی۔ مس ہچنسن تم نہیں جانتی ہو۔ کہ جو مقام میرے لئے موزوں ہے۔ وہ دائیں طرف ہے۔ اتنا کہکر وہ لندن کی سڑک پر ہولی۔ میں نے اعتراض کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ میرا فرض اُس کے ہمراہ محض ظاہرداری کے لئے موجود رہنا تھا نہ کہ اُس کی حفاظت کرنا۔ کیونکہ گو وہ عمر میں مجھ سے آٹھ ماہ چھوٹی تھی۔ مگر قد میں میرے برابر لمبی اور عین شباب میں تھی۔ فی الحقیقت جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکی ہوں۔ وہ بڑی شوخ اور بڑی ہی خوبصورت لڑکی تھی۔

ہم بہت سی دوکانوں کے پاس سے گذرتی چلی گئیں لیکن آنریبل مس انفیلڈ اُنمیں سے کسی کے اندر داخل نہ ہوئی۔ آخر کار ہم ہائڈ پارک میں پہنچیں۔ اور وہ کہنے لگی مس ہچنسن آؤ۔ تھوڑی دیر یہاں سیر کریں۔ دیکھو درختوں میں شگوفے نکل رہے ہیں۔ اور اُن کی مہک سے ہوا کیسی خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا۔ بہتر ہے۔ خیر ہم دونوں پارک میں داخل ہوئیں۔ ذرا آگے چل کر مس انفیلڈ نے زور کا قہقہہ لگایا۔ میں نے وجہ پوچھی۔ لیکن وہ شوخی سے میری طرف دیکھ کر پھر زور سے ہنسنے لگی۔ میں دوبارہ اُس سے سوال کرنے کو تھی۔ کہ اُس نے میرے بازو پر چٹکی لی۔ اور میں نے دیکھا۔ دو لمبے قد کے شکیل فوجی افسر سامنے کی طرف سے آرہے ہیں۔ میں نے یہ دیکھکر کہ وہ ہماری طرف گھور رہے ہیں۔ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں لیکن ذرا دیر میں ہی ان نوجوانوں میں سے ایک نے بلند آواز سے کہا۔ واہ وا! یہ تو میری پیاری ایڈلین ہے۔ مجھے یقین تھا۔ وہ مجھے مایوس نہ کرے گی۔ مس انفیلڈ نے جواب دیا۔ چولمونڈلے دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے۔ میں اپنے وعدہ سے ٹلنے والی

نہیں ہوں۔ اتنا کہکر وہ جھٹ افسر مذکور کے پہلو میں کھڑی ہوگئی۔ کپتان چولمونڈلے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ڈنسٹیبل تم مس ہچنسن کو اپنے ساتھ لے لو۔ اور قبل اس کے کہ میں اس نظارہ حیرت کو اچھی طرح سمجھ سکتی۔ اُس شکیل فوجی افسر نے جسکے متعلق بعدازاں مجھے معلوم ہوا۔ کہ وہ لارڈ ڈنسٹیبل ہے۔ میرے بازو میں اپنا بازو ڈال لیا

تھوڑی دیر تک ہم چپ چاپ چلتے رہے۔ میں جانتی تھی جو کچھ ہو رہا ہے۔ بہت بُرا ہے لیکن اُس خطرہ سے جس میں مس انفیلڈ نے اپنی سازش سے مجھے ڈال دیا تھا ہٹنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ خیالات کا ہجوم دماغ کے اندر تلاطم پیدا کر رہا تھا۔ اُس کے اندر سے مجھے ایک مردانہ آواز بڑی نرمی سے یہ کہتی سنائی دی۔ مس ہچنسن آخر یہ خاموشی کس لئے ہے؟ میری جرأت تو تمہیں ناراض کرنے کا موجب نہیں ہوئی؟ اگر ایسا ہے۔ تو میں فوراً اپنا ناخوشگوار وجود پرے ہٹا لیتا ہوں۔ میں اس کا جواب نہ دے سکی۔ اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اُس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا۔ بخدا۔ تم بڑی ہی پیاری لڑکی ہو۔ اور مجھے اس ذراسی دیر میں تم سے گہری محبت ہوگئی ہے۔ لیکن میری جان اپنی خوشنما آنکھوں کو خشک کر لو۔ ایسا نہ ہو۔ راستہ چلتے کوئی دیکھ کر رک جائے۔ اس کا خیال درست تھا۔ میں نے آنکھوں کو پونچھ ڈالا۔ اور پہلے اُس کے فقروں کا رک رک کر جواب دیا۔ اسکے بعد بے خبری کی حالت میں کھلے طور سے گفتگو کرنے لگ گئی۔ رفتہ رفتہ حیا جو مانع گفتگو تھی۔ رفع ہوتی گئی۔ یہانتک کہ نصف گھنٹہ کے عرصہ نے ہی میرے اندر ایسی تبدیلی پیدا کر دی۔ کہ میں اُسکی خوش مذاقی پر زور کا قہقہہ لگاتی اور خوش ہو رہی تھی۔ اس اثنا میں ایڈلین مجھ سے تھوڑے فاصلہ پر آنریبل کپتان چولمنڈلے کیساتھ چلتی اور گفتگو کرتی رہی۔

اسی طرح دو گھنٹہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اُسوقت مجھے خیال آیا۔ کہ ہمیں واپس چلنا چاہئیے چنانچہ میں مس انفیلڈ کے قریب پہنچی۔ اور اُس سے کہا۔ اگر ہم جلدی ہی واپس نہ گئیں تو مسز ربلکین ناراض ہوگی۔ اسکے ساتھی کپتان نے کہا۔ میری حسینہ میں تمہیں اُسوقت تک واپس جانیکی اجازت نہیں دے سکتا۔ جب تک تم اس بات کا وعدہ نہ کرو۔ کہ آج سے ہفتہ بھر بعد تم پھر ملیں اپنی صحبت سے خوش کرو گی۔ مس انفیلڈ نے بلا تامل جواب دیا ہم ضرور اگلے ہفتے آج کے دن یہاں آجائینگے۔ میں نے دبی زبان سے کچھ اعتراض کیا۔ مگر لارڈ ڈنسٹیبل

نے آواز دبا کر مجھ سے کہا۔ دیکھو میری جان سے پیاری مس ایڈیلین اگر تم ساتھ نہ آؤ گی۔ تو میں پھانسی لیکر مر جاؤں گا۔ یا دریا میں ڈوب مرونگا۔ میں مسکرانے لگی۔ اور ایڈیلین جو غور سے میرے چہرہ کو دیکھ رہی تھی کہنے لگی۔ لڈیا بڑی پیاری لڑکی اور میری سہیلی ہے۔ یقیناً وہ آنے سے انکار نہ کریگی۔ میں پھر مسکرائی۔ اور اسی کو میری رضامندی سمجھ لیا گیا۔ اس کے بعد ان دونوں شخصوں نے ارد گرد دیکھا۔ اور کسی اجنبی کو قریب نہ پا کر بڑے پیار کے ساتھ الوداع کہی میرا مطلب یہ ہے کہ کپتان چولمونڈلے نے ایڈلین کو اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ اور لارڈ ڈنسٹیبل نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں سے لگا کر پے در پے بوسے لینے شروع کر دیئے۔ اور میں .. افسوس کہ میری طرف سے بہت ہی کم مزاحمت ہوئی۔

ان سے رخصت ہو کر ہم دونوں بلیو ڈیر ہوس کیطرف واپس جانے لگیں۔ لیکن عذر خواہی کے لئے ایڈیلین نے ایک دوکان میں داخل ہو کر کچھ چیزیں خریدیں۔ راستہ چلتے میں نے اس سے کہا مس ایڈیلین افسوس ہم سے کیسی حرکت سرزد ہوئی ہے۔ وہ ہنس کر کہنے لگی پیاری لڈیا یہ حرکت کچھ ناگوار تو نہ تھی۔ ہم لطف محبت حاصل کر رہی ہیں۔ اور یقیناً تمہارے لئے شکایت کا موقع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک شکیل اور مالدار نواب تمہاری خوبصورتی پر مفتون ہو چکا ہے۔ میں نے کہا لیکن یہ تو سوچو۔ وہ میرے متعلق کیا خیال کرے گا۔ مس انفیلڈ کہنے لگی یہی کہ تم بڑی حسین لڑکی ہو۔ میں نے پوچھا مس ایڈیلین کیا یہ سب کچھ تمہاری سازش سے ہوا ہے؟ وہ بولی۔ آیندہ تم مجھے صرف ایڈیلین کہا کرو۔ کیونکہ اب ہم گہری سہیلیاں ہیں بیشک یہ سارا معاملہ جہانتک اسکا تعلق چولمونڈلے سے تھا۔ پہلے سے طے کیا جا چکا تھا اور چونکہ میں نے اپنے آخری خط میں اُسے اطلاع دی تھی۔ کہ تم میرے ساتھ آؤ گی۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ ایک دوست کو لیتا آیا۔ تاکہ دونوں کی گفتگو کا عرصہ تمہارے لئے بار ثابت نہ ہو۔ میں نے پوچھا۔ کیا تمہارا ارادہ کپتان چولمونڈلے سے شادی کرنے کا ہے؟ وہ ذرا تامل کے بعد بولی۔ اُس نے اس بات کا وعدہ کر رکھا ہے۔ کہ جب میں تعلیم پا کر نکلوں۔ تو وہ میرے والدین سے شادی کی درخواست کرے گا۔ اگر تم بھی ہوشیاری سے کام لو تو لیڈی ڈنسٹیبل بن سکتی ہو۔ اس فقرہ کو سُنکر میرے بدن میں ایک قسم کی برقی لہر پیدا ہو گئی۔ نئی نئی امیدیں نئی نئی خواہشیں پیدا ہونے لگیں۔ اور چند منٹ کے عرصہ میں میں نے عالم خیال میں اپنے آپ کو ایک لارڈ کی بیوی دیکھا۔ مجھے نظر آیا۔ کہ میرے

شوہر کے اثر سے میرے والد لاٹ پادری بن گئے ہیں۔ اور بھائی مالدار ہو گیا ہے۔ اور بڑے بڑے گھرانوں کی لڑکیاں اُس سے شادی کی خواہشمند ہیں۔

رات بھر مجھے بے چینی کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ سوچتی تھی۔ کیا میری قسمت عنقریب پلٹا کھانیوالی ہے۔ میں سچ کہتی ہوں۔ اپنے شاندار مستقبل کے متعلق مجھے سب سے زیادہ خوشی محض اپنی خاطر نہیں بلکہ والد اور بھائی کی وجہ سے تھی۔ اسیطرح ایک ہفتہ گذر گیا۔ اور آخر جب مس انفیلڈ نے مجھ سے آکر کہا۔ کہ کل ہمیں اُن دونوں سے ملنے جانا ہے۔ تو میں نے کسی قسم کا اعتراض نہ کیا۔ چنانچہ ہم ضروری اجازت حاصل کر کے روانہ ہوئیں۔ اور تھوڑی دیر میں ہی ہائڈ پارک میں پہنچ گئیں۔ جہاں ہمارے عشاق نے بالکل منتظر نہ رکھا۔ کیونکہ وہ پہلے سے ہی وہاں موجود تھے۔ وہ ہمیں دیکھکر بظاہر بہت خوش ہوئے۔ اور جسوقت لارڈ ڈنسٹیبل نے پیار سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ہم دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ تو مجھے محسوس ہونے لگا۔ کہ مجھے اس شخص سے حقیقی محبت ہے۔

ایڈلین کپتان کے ساتھ گفتگو کرتی ایک طرف کو چلی گئی۔ اور میں لارڈ ڈنسٹیبل کے پاس رہی۔ وہ سابق کیطرح مودبانہ طریق پر لیکن بڑی آزادی کیساتھ گفتگو کرتا رہا۔ اور اسنے مجھے یقین دلا دیا۔ کہ گذشتہ ملاقات کے بعد مجھے ہر دم تمہارا خیال لگا رہا ہے۔ اسی قسم کا اقرار اس نے مجھ سے بھی کرایا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں واقعہ میں ہفتہ بھر اسکی ملاقات کے لئے بے چین رہی تھی۔ اسی طرح نصف گھنٹہ ہو گیا۔ اور اسنتے میں بارش اتر آئی۔ آنریبل کپتان چولمونڈلے اور ایڈلین دونوں ہمارے قریب آئے۔ اور کہنے لگا۔ یہ بارش کمبخت بہت تکلیف دہ چیز ہے۔ نہ تو ان لیڈیوں کو بارش میں رکھا جا سکتا ہے۔ اور نہ اسقدر جلد جدا ہونا ہی ممکن ہے۔ لارڈ ڈنسٹیبل نے پوچھا۔ پھر اب کیا کیا جائے؟ کپتان نے کہا۔ میرا مکان پاس ہی ہے اور اگر یہ دونوں وہاں اسوقت تک ٹھیرنا پسند کریں۔ جبتک کہ بارش ختم جائے۔ تو یقیناً ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائیگا۔ گویا وہ اپنے گھر پر ہوں۔ مس انفیلڈ کہنے لگی۔ اس شرط پر ہمیں ساتھ چلنے میں انکار نہیں۔ میں کچھ انکار کرنے کو تھی۔ کہ لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھ سے پیار کی باتیں شروع کر دیں۔ اور انکار نوک زبان پر ہی رہا۔

آنریبل کپتان چولمونڈلے کا مکان سلون سٹریٹ میں واقع تھا۔ ایک وردی پوش نوکر نے دروازہ کھولا۔ اور ہمیں ایک نہایت شاندار کمرہ میں پہنچایا گیا۔ جہاں تھوڑی دیر

میں سامان خوراک مہیا کیا گیا۔ شام پین کی بوتلیں لائی گئیں۔ اور میں اس سے بے خبر کہ شراب کتنی تیز ہے۔ اُس کے دو گلاس پی گئی۔ کپتان نے نوکر سے کہا۔ تم دوسرے کمرہ میں چلے جاؤ۔ اسکے بعد مجھے فقط اتنا یاد ہے۔ کہ ہم اس انداز سے ہنستی گفتگو کرتی اور کھاتی پیتی رہیں گویا میرے اور ایڈلین کے لیے دنیا کی کوئی پابندی نہ تھی۔ رفتہ رفتہ میرے حواس مختل ہونے لگے۔ سر میں چکر آیا اور مجھے یاد ہے۔ کہ میں اپنی جگہ سے گرنے کو تھی۔ اُسوقت میں نے خواب کی سی حالت میں ایڈلین کو کپتان کی گود میں بیٹھے دیکھا۔ اسکے بعد اُس وقت تک کہ صبح کو میری آنکھ کھلی۔ میرا ذہن معطل رہا۔

لیکن الٰہی وہ کیا حالت تھی۔ جو میں نے بیدار ہو کر دیکھی! اب بھی اُسوقت کی یاد آتی ہے۔ تو بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا دیکھتی ہوں۔ کہ اپنی کوٹھری کی بجائے کسی اور ہی بستر پر لیٹی ہوئی ہوں۔ اور لارڈ ڈنسٹیبل میرے پاس موجود ہے۔ اُسوقت میں نے سمجھا۔ کہ میرا ناموس جاتا رہا۔ اور میرے منہ سے بے اختیار ایک نہایت خوفناک اور وحشیانہ چیخ نکلی۔ لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھے اپنی چھاتی سے لگا کر بعض کچھ تشفی آمیز کلمات کہے وہ کہنے لگا۔ مجھے تم سے ناقابل بیان محبت ہے۔ خدا گواہ ہے۔ کہ میں اب بھی تمہیں اپنی جائز بیوی سمجھتا ہوں۔ اور چند دن میں انتظام ہو جانے پر باقاعدہ شادی کر لوں گا۔ وہ اسی قسم کی باتیں ظاہری صداقت کے لہجہ میں کہتا رہا۔ اور اُس نے اپنی محبت کی اسقدر دلیلیں پیش کیں۔ اور شادی کے بعد ایسے خوشگوار نظاروں کی تفصیل بیان کی۔ کہ میرا غم غیر معمولی خوشی میں متبدل ہو گیا۔

لیکن اس کے بعد خیال آیا۔ کہ شادی کے وقت تک میرا کیا ہوگا؟ لارڈ ڈنسٹیبل کہنے لگا۔ تم واپس سکول کو چلی جاؤ۔ مس انفیلڈ کوئی عذر پیش کر کے معاملہ کو ٹال دے گی۔ میں نے کہا۔ میرے لیے اب میلوڈیر ہوس میں جانا غیر ممکن ہے۔ لیکن وہ کہنے لگا۔ نہیں نہیں یہ بالکل ممکن ہے۔ ایڈلین نے جو بڑی ہوشیار لڑکی ہے کل شام ہی اس کا انتظام کر لیا تھا۔ اس نے یہ بات کہہ دی تھی۔ کہ میں تو راستہ سے گاؤں میں داخل ہو کر سیدھی مسز ٹیکن کے پاس جاؤنگی۔ اور اُن سے کہہ دیا تھا کہ لڑکی کو اسی روز بخار اور سر درد ہو گیا تھا۔ کہ وہ سیدھی اپنے کمرہ میں جا کر پڑ رہی۔ میں نے تاسف سے اکتاتے ہوئے کہا کل بات کے لئے تو ممنون ہو گیا لیکن آج صبح کے لئے کیا ہوگا؟ میرے عاشق نے جواب دیا۔ تم

اطمینان رکھو۔ اسوقت چھ بجے ہیں۔ ۷½ بجے تک تم سکول کے قریب پہنچ جاؤ گی۔ وہاں ایڈیتھ چپ چاپ باہر نکل کر تم سے آملیگی۔ اور اسکے بعد تم دونوں نے صدر دروازہ کیطرف سے چلے جانا۔ داخل ہوتے وقت کوئی پوچھے۔ تو کہدینا۔ ہم سیر کرنے گئی تھیں جس کی اجازت ایڈیتھ نے مسز ہیکن سے کل رات حاصل کرلی ہوگی۔ کیونکہ اسوقت وہ نشہ کی حالت میں ہوتی ہے ان ترکیبوں کو سنکر میرے دل میں کسیقدر اطمینان پیدا ہوگیا۔ لیکن اضطراب پھر بھی قایم رہا۔ کیونکہ بار بار فکر پیدا ہوتی تھی۔ کہ آخر مس انفیلڈ جیسی بظاہر بھولی لڑکی میں کسقدر چالاکی کا مادہ موجود ہے۔

میں نے پلنگ سے اٹھکر جلد جلد کپڑے پہنے۔ اور اسکے بعد لارڈ ڈنسٹیبل سے رخصت ہوئی۔ چلتے وقت اُس نے اپنی صداقت۔ دائمی محبت اور باعزت ارادوں کا پھر مجھے یقین دلایا۔ اور ہم نے باہمی خط وکتابت اور آیندہ میل جول کا اقرار کرلیا۔ میں ایسے طریق پر مکان سے باہر نکلی۔ کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ اور اس کے بعد تیزی سے قدم اٹھاتی سکول کی جانب روانہ ہوئی۔ افسوس! اس ایک رات کے عرصہ نے میری طبیعت میں کسقدر تبدیلی پیدا کردی تھی! ایسا معلوم ہوتا تھا۔ میری روح بالکل ہی بدل گئی ہے۔ راستہ میں جو کوئی مجھے ملتا۔ اُس کے متعلق از خود دل میں خیال پیدا ہونے لگتا۔ کہ وہ میرے چہرہ سے میرے شرمناک راز کو معلوم کرسکتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی لارڈ ڈنسٹیبل کے یہ وعدے میرے اطمینان کا موجب تھے۔ کہ خدا کی نظروں میں وہ مجھے اپنی بیوی تسلیم کرچکا ہے۔ اور بہت جلد جائز طریق پر شادی کرکے انسان کے روبرو بھی یہ درجہ دے سکیگا۔

سکول سے تھوڑے فاصلہ پر مجھے مس انفیلڈ ملی۔ اُسے دیکھکر میں نے شرم سے آنکھیں نیچی کرلیں۔ اور رخساروں پر حیا کی سرخی پھیل گئی۔ مگر اس نے خوشی کا قہقہہ لگایا۔ میں نے اُسے دیکھکر کہا۔ آہ! ایڈیتھ تمہاری سازشوں نے مجھے کس نوبت تک پہنچادیا! وہ کہنے لگی پیاری للڈیا اس بارہ میں ہمارے حالات مساوی ہیں۔ اور چونکہ ہمارے عاشقوں نے اس بات کا وعدہ کررکھا ہے۔ کہ وہ عنقریب ہم سے شادی کرلیں گے۔ اس لئے جو کچھ ہوا۔ اُس میں بظاہر کوئی عیب نہیں۔ میں اُس کیطرف تعجب کی نظر سے دیکھنے لگی کیونکہ اس کے اس فقرہ سے کہ ہمارے حالات مساوی ہیں۔ مجھے غیر معمولی حیرت پیدا ہوگئی تھی۔ مگر اس بارہ میں اُس نے میرے شبہات کو جلد ہی دور کردیا۔ اور کہنے لگی۔ لڈیا اگر تم

اس طرح بار بار زرد رو ہوتی رہوگی - جیسا کہ اب ہو رہی ہو - تو ہمارا راز عنقریب ہی فاش ہو جائیگا - یاد رکھو - ہمیں انتہا درجہ حزم و احتیاط سے کام لینا چاہیئے - کیونکہ اگر معلوم ہو گیا ہم اپنی دولت عصمت کو لٹ چکی ہیں ... میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا - تم ہم کا لفظ کیوں استعمال کرتی ہو؟ کہنے لگی - میری انجان سہیلی کیا تمہارا یہ خیال ہے - کہ میں تجھ سے زیادہ پاکباز ہوں؟ یا یہ کہ لارڈ ڈنسٹیبل کی نسبت کپتان نے مجھ پر کم توجہ دی ہے؟ اسمیں شک نہیں - اگر مجھے تاریخ کا علم ہوتا - تو میں یقیناً چولمونڈلے کے مکان پر نہ جاتی - لیکن اب جو کچھ ہو گیا - اس کے لئے چارہ کار نہیں - میں نے کچھ جواب نہ دیا - گو یہ بات مجھے محسوس ہو گئی - کہ اب ہم دونوں ان کے رحم پر ہیں - جنہوں نے ہماری کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا - بہر حال میں اپنے دل میں اس بات کی دعا کرتی تھی - کہ الٰہی ان بارہ گھنٹوں کے واقعات ہماری آئندہ زندگی کے لئے مضر اثر پیدا کرنیوالے ثابت نہ ہوں -

آنریبل مس انفیلڈ نے ایسے انتظامات کر رکھے تھے - کہ ہم چپ چاپ مکان کے اندر داخل ہو گئیں - اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی - کہ ہم رات بھر باہر رہی ہیں - لیکن اس دن سے میری زندگی نے ایک بالکل نیا ورق الٹا - اب میری ساری ہستی کا دار و مدار اُس وعدہ پر تھا - جو لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھے اپنی جائز بیوی بنانے کے متعلق کیا تھا - ہماری آپس میں اکثر خط و کتابت ہوتی رہی - اور جب کبھی میرے نام لارڈ ڈنسٹیبل کا خط آتا - تو اس میں ہمیشہ ایک رقعہ آنریبل کپتان چولمونڈلے کی طرف سے آنریبل مس انفیلڈ کے نام ہوا کرتا تھا - اُس ملاقات کے پندرہ دن بعد جو میرے ناموس کے لئے اسقدر مہلک ثابت ہوئی تھی - ایڈلین نے پھر ایک بار باہر جانے کی اجازت حاصل کی - اور ہم دونوں ہائڈ پارک کو ہولیں - جہاں ہمارے عشاق جلدی ہی ہم سے آملے - کپتان نے پھر ہم سے اپنے مکان پر چلنے کو کہا - لیکن چونکہ مطلع صاف تھا - اور ہم باغ میں آسانی کے ساتھ سیر کر سکتے تھے - اس لئے میں نے انکار کر دیا - البتہ ایڈلین اور چولمونڈلے دونوں گھنٹہ بھر غائب رہے - ڈنسٹیبل میرے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا رہا - لیکن اثنائے گفتگو میں اُس نے معاملہ شادی کا بالکل ذکر نہ کیا - اور آخر جب میں نے مناسب الفاظ میں اس کا اشارہ کیا - تو اُس نے صرف اتنی بات کہہ کر معاملہ کو ٹال دیا - کہ میں اس بارہ میں ضروری انتظامات کر رہا ہوں - اتنے میں کپتان اور ایڈلین واپس آگئے

اور ہم دونوں پندرہ دن بعد دوبارہ اُسی جگہ ملنے کا وعدہ کر کے اپنے عشاق سے رخصت ہوئیں۔

اس دو ہفتہ کے عرصہ میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم پھر باغ میں ہی اُن سے ملیں۔ پولمونڈے نے دوبارہ اپنے مکان پر چلنے کو کہا۔ اصرار کیا۔ اور آخر بحالت مجبوری میں نے بھی منظور کر لیا۔ اس دردناک داستان کے اس حصہ پر تفصیلات میں پڑنا لاحاصل ہے۔ مختصر یہ کہ اُس دن کے بعد مدتوں پولمونڈے کا مکان ہمارے ناجائز تعلقات کا مرکز بنا رہا۔ اور ایڈلین اور اس کا عاشق ایک طرف میں اور ڈنشیبل دوسری جانب اندھا دھند گناہ کے تاریک گڑھے میں اُترتے چلے گئے۔

ہائیڈ پارک میں ہماری پہلی ملاقات کو سات ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس اثنا میں ڈنشیبل نے کبھی اپنے طور پر شادی کا ذکر نہ چھیڑا۔ میں نے کئی بار اُس سے اس بارہ میں سوال کیا۔ مگر وہ ہر مرتبہ یہی جواب دیتا رہا۔ کہ میرے انتظامات ابھی مکمل نہیں ہوئے۔ آخرکار میری اور ایڈلین کی اُمید و راحت کا یہ دل خوش کن خواب کم و بیش نصف سال کے بعد ایک روز اس طرح دور ہو گیا۔ کہ ہمیں صبح کے وقت اپنے عشاق کی طرف سے دو جلدی میں لکھی ہوئی چٹھیاں موصول ہوئیں۔ جن میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ ہم کچھ عرصہ کی سیر و سیاحت کے لئے براعظم یورپ کو جا رہے ہیں۔ اور چند ماہ کی واپسی پر دوبارہ تم سے ملنے کا لطف حاصل کریں گے۔ افسوس ان چٹھیوں میں بھی شادی کا حوالہ تک موجود نہ تھا!

اُس رات گیارہ بجے کے قریب ایڈلین میرے کمرہ میں آئی۔ میں بے حد ملول اور مایوس تھی۔ اُسے کیا تسکین دے سکتی تھی۔ حالانکہ [illegible] اُس کو میری تسکین کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ [illegible] کمرہ میں داخل ہو کر اُس نے [illegible] لیا۔ تو اُس کی طرف سے غم اور ذہنی اذیت کا ایسے المناک طریق پر اظہار ہوا۔ کہ مجھے اُس کی سلامتی کی نسبت خطرہ پیدا ہو گیا۔ میں نے اُس سے وجہ دریافت کی۔ تم اطمینان [illegible] ایسا نہ ہو کہ کوئی ہماری گفتگو سن لے۔ وہ میرے بستر پر بیٹھ گئی۔ اور میں نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ وہ انتہا درجہ کی جسمانی تکلیف [illegible] اُس ذہنی اذیت کے علاوہ برداشت کر رہی ہے۔ [illegible] معاملہ کی حقیقت کا خیال پیدا ہو گیا۔ اور [illegible]

شاید اُسکے قبل از وقت بچہ پیدا ہونیوالا ہے۔

اسوقت تک مجھے اُسکی حقیقی حالت کے متعلق کچھ بھی شبہ پیدا نہ ہوا تھا۔ لیکن اب اُسے اس حالت میں دیکھکر میں حیران و ششدر رہ گئی۔ نہیں جانتی تھی کیا کروں۔ اور کیا نہ کروں۔ آخر کار میں نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ مسز لیکمن کو اس کی اطلاع دیکر فوراً کسی ڈاکٹر کو بلوانا چاہئے۔ میں دروازہ کیطرف بڑھنے کو تھی۔ کہ اڈاہین نے آگے ہوکر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اپنا چہرہ . . . جس پر خوفناک زردی چھائی ہوئی تھی۔ خوف اور اذیت کے انداز سے میری طرف پھیر کر کہنے لگی۔ خدا کا واسطہ ہے۔ اس راز کو پوشیدہ رکھو۔ مجھے تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔ اگر تمہارے سوا کسی اور کو اس واقعہ کا علم ہوگیا۔ تو میرا خاندان بدنام ہو جائے گا۔ اور میں خود اس بے عزتی سے جانبر نہ ہو سکونگی میں نے احتیاط سے دروازہ بند کر لیا۔ اور اُس کے قریب آ بیٹھی۔ اُس جگہ اُس افسوسناک اور ہر قسم کے ضروری سامان سے عاری کمرہ میں ایک ایسی رات کو جبکہ کڑکڑاتی سردی پڑ رہی تھی۔ باہر کھڑکیوں پر کہرا جم چکا تھا۔ اور آسمان پر چمکدار چاند اپنی نورانی روشنی پھیلا رہا تھا۔ میں نے بغیر کسی قابلہ کی امداد کے تن تنہا اڈاہین انفیلڈ کی نگہداشت کی۔ بہت تکلیف کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا۔ مگر اُس بدنصیب کی آنکھیں اس دنیا میں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ کھلیں۔ کیونکہ وہ پیدائشی مردہ تھا!

اس کے گھنٹہ بھر بعد اڈاہین گرتی پڑتی اپنے کمرہ کو واپس چلی گئی۔ جہاں وہ سویا کرتی تھی۔ ہم دونوں کے لئے وہ رات نہایت خوفناک تھی۔ اگر میرے لئے خوفناک تھی۔ تو اُس کے لئے جسقدر زیادہ ہو سکتی ہے۔ اُس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ رات بھر میری پلک نہ جھپکی۔ کیونکہ یہ افسوسناک واقعہ میری روح پر ایک جرم کیطرح بوجھ ڈالے ہوئے تھا ایسا محسوس ہوتا تھا۔ میں نے کسی بھیانک گناہ میں حصہ لیا ہے۔ آسمان پر سرد اور سکن چاند میری طرف گھور گھور کر ملامت کر رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ خدا اپنی اس نورانی آنکھ کے ذریعہ سے میرے جرم کو دیکھ چکا ہے۔ چاند کی یہ ملایم نہ بدلنے والی اور مستقل روشنی جو بین مجھ پر جمی ہوئی تھی میرے لئے ناقابل برداشت ہوتی گئی۔ اُس کی کرنیں میرے دماغ میں گھسی جاتی تھیں۔ اور مجھ پر دیوانگی کا سا اثر طاری ہو رہا تھا۔ آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی موجود نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ چاند کی نظر میں آج رات کے لئے خاص طور پر

مجھ پر جمی ہوئی ہیں۔ وہ میری روح کے اندر پہنچکر میرے خیالات کو مضطرب کر رہا تھا۔ اور اُس کی ٹھنڈی روشنی میرے سنسان کمرہ کے ہر گوشہ میں داخل ہو کر برف کی ایسی سردی پیدا کر رہی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میں سر سے پاؤں تک کانپنے لگی۔ میرے دانت بجنے لگے۔ اور اعضا میں اینٹھن پیدا ہوگئی میرے دل میں اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ خدا کی نظریں مجھ پر لگی ہوئی ہیں۔

میں نے دو زانو ہو کر دعا کرنے کی کوشش کی۔ میں نے خدا سے ۔ اپنے والد اور بھائی سے اپنے گناہ کی معافی مانگی۔ اور پھر ایک بار چاند کی طرف دیکھا۔ لیکن اُس کی ملامت انگیز آنکھیں بدستور سرد مہری کے ساتھ میری طرف لگی ہوئی تھیں۔ اور وہ سرد کرنیں جو دنیا میں ہر طرف نور پھیلانے کا موجب ہوتی ہیں۔ میری روح میں داخل ہو کر جنون کا اثر پیدا کر رہی تھیں۔ اُس کی پُر سکون حالت جو عوام میں موجب فرحت سمجھی جاتی ہے۔ میرے لئے انتہائی تکلیف اور اذیت کا باعث تھی۔

رفتہ رفتہ چاند ایک طرف کو ہٹ گیا۔ اب وہ مجھے اپنی کھڑکی سے نظر نہ آتا تھا۔ گو اُس کی روپہلی کرنیں ابھی تک مکانوں اور اُن میدانوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ جن کا نظارہ کھڑکی سے دکھائی دیتا تھا۔ چاند کے نظروں سے ہٹ جانے پر مجھے قدرے سکون پیدا ہوا۔ پھر بھی میری آنکھ رات بھر نہ جھپکی۔

ساری رات خوفناک خیالات میری روح کو جو اذیت پہنچاتے ۔ اور میرے تخیل میں جس قسم کے خوفناک نظارے پیش کرتے رہے تھے۔ اُن کے بعد صبح کی روشنی میرے لئے پہلی مرتبہ انتہا درجہ مرغوب معلوم ہوئی۔ جہاں تک ممکن تھا۔ میں نے اطمینان کی حالت اختیار کرنے کی کوشش کی۔ مگر جب اپنی صورت آئینہ میں دیکھی۔ تو یہ معلوم کر کے حیرت زدہ ہوگئی۔ کہ اس پر خوفناک زردی چھائی ہوئی ہے۔ اور صورت ایسی نکل آئی ہے۔ جیسے کوئی برسوں کا بیمار ہو۔ میں علالت کا عذر کر کے کمرہ میں ٹھیرنا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ کیونکہ مجھے یہ معلوم کرنے کی خواہش تھی۔ کہ مس انفیلڈ اُن سوالات کا کیا جواب دے گی۔ جو اُس سے اُس کی صورت دیکھکر پوچھے جانے یقینی تھے۔ اس کے علاوہ میرے بکس میں کوئی چیز موجود تھی ۔ ۔ ۔ مگر سر دست اُس کا ذکر قبل از وقت معلوم ہوتا ہے۔

خیر میں حالتِ اضطراب کو بس میں لانے کی کوشش کرتی کمرہ سے نیچے اُتری میں

نے دیکھا۔ کہ ناشتہ کے کمرہ میں ایڈلین حسب معمول اپنی جگہ بیٹھی بڑی استانی مس ٹنڈل کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے باتیں کر رہی ہے۔ ہم نے ایک دوسرے پر پُر معنی نظر ڈالی۔ اور اُس کے بعد میں چپ چاپ اپنی کرسی کیطرف چلی گئی۔ لیکن میں نے دیکھ لیا کہ ایڈلین اپنی کمزوری کو چھپانے کی کتنی کوشش کر رہی ہے۔ اور میں نے بھی اس کی انتہا درجہ زرد رنگت کو دیکھا۔ اور اُس سے پوچھا۔ آج تمہارا مزاج کیسا ہے۔ لیکن اس بات کو میں ہی جانتی تھی۔ کہ وہ کتنی کمزور اور نقیہ اور کسقدر آرام کی خواہشمند ہے۔ میں خود بھی زرد رُو اور تکلیف زدہ تھی۔ لیکن کسی نے مجھ سے نہ پوچھا۔ تمہاری حالت کیسی ہے۔ یہ طریقہ بے پروائی میرے لئے فائدہ مند ثابت ہوئی۔ کیونکہ اگر مجھ سے سوالات پوچھے جاتے۔ تو میں بمشکل اُن کا جواب دے سکتی تھی۔ ایڈلین نے بھی۔ دور اندیشی کی راہ سے مجھ سے شب گذشتہ کے واقعات کا ذکر نہ کیا۔ اور اس لئے میں بظاہر سکون کی حالت میں بیٹھی رہی۔ گو ایڈلین کی حالت کو دیکھکر میرے اندر گاہ بگاہ لرزہ پیدا ہوتا تھا۔

آخر دسترخوان بڑھایا گیا۔ اور ہم سب سکول میں اپنے اپنے کمروں کو چلی گئیں۔ راستہ میں مس انفیلڈ نے مجھے ایک طرف ہٹا کر آہستگی سے کان میں کہا۔ میری پیاری لڈیا۔ خدا کے لئے اس راز کو محفوظ رکھنا۔ ایک ذی رتبہ خاندان کی عزت کا دارومدار تمہاری دور اندیشی پر ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ دبایا۔ جس سے مراد یہ تھی۔ کہ میں اسی طرح کرونگی۔ اُس نے دوبارہ کہا۔ لڈیا میں ہمیشہ تمہاری ممنون احسان رہونگی۔ اور اُس کے بعد ہم اپنے اپنے کمروں کو ہولیں۔

سکول کا کام حسب معمول ہو رہا تھا۔ کہ یکایک جینیکا یعنی بڑی نوکرانی کمرہ میں داخل ہو کر مسز لیکن سے کہنے لگی۔ میڈم چاندی کے تین چمچے گم ہیں۔ بہت دیر سے ہم نوکرانیوں میں اُن کے متعلق جھگڑا ہو رہا ہے۔ مہربانی سے آپ ہر ایک کے سامان کی تلاشی لیں۔ بیشک طالب علم لڑکیوں کی تلاشی غیر ضروری ہے۔ اور بڑی استانیوں کی بھی تلاشی نہ لینی چاہئے۔ مگر باقیوں کے سامان کی دیکھ بھال کرنا ضروری ہے۔ تین چاندی کے چمچے گم ہونے سے مسز لیکن کا غصہ بھڑک گیا تھا۔ اُس نے جینیکا کے مشورہ پر فوراً ہی عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن جب میں نے یہ سنا۔ کہ ہمارے بکسوں کی تلاشی لی جائے گی تو مجھ پر بجلی سی گر گئی۔ کیونکہ؟ میں آگے چل کر عرض کرتی ہوں۔

مسز ٹیکن نے مس روڈس مس جیسپ کو اور مجھے اپنے ساتھ لیا۔ اور ہمارے کمروں کو ہولی۔ یکایک اڈیلین نے اٹھ کر کہا۔ مسز ٹیکن میرے خیال میں ان تین نوجوان لڑکیوں کے لئے تلاشی کی بے عزتی بہت سخت سزا ہے۔ آپ کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔ لیکن مسز ٹیکین کا غصہ اتنا تیز ہو چکا تھا۔ کہ اُس نے ایک امیر گھرانے کی لڑکی کا مشورہ بھی ناپسند کیا۔ اور کہنے لگی۔ نہیں۔ میں ضرور تلاشی لونگی۔ اڈیلین شکستہ دل ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ لیکن جب میں مسز ٹیکن کے ساتھ کمرہ سے باہر جانے لگی۔ تو اس نے مجھ پر اس قسم کی دردناک نظر ڈالی۔ جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

سب سے پہلے نوکرانیوں کے سامان کی تلاشی لی گئی۔ لیکن کہیں بھی کچھ نہ ملا۔ پھر مس روڈس کے بکسوں کو دیکھا گیا۔ اور جب اُس میں بھی کچھ نہ ملا۔ تو اس نے کہا میڈم میں آپ کو ایک مہینہ کا نوٹس دیتی ہوں۔ اُس کے بعد آپ میری بجائے کوئی اور انتظام کر لیں۔ مسز ٹیکن نے کہا بہت اچھا۔ ایسا ہو جائیگا۔ پھر مس جیسپ کے کمرہ کی تلاشی لی گئی۔ وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ اور اُس نے بھی مسز ٹیکن سے کہا۔ میڈم ہمارا آپس میں جو معاہدہ ہے۔ اس کی رو سے میں آپ کو ایک ماہ کی اطلاع دیتی ہوں۔ کیونکہ میں جانتی ہوں۔ اس بے عزتی کے بعد اگر میں نوکری چھوڑ جاؤں۔ تو والدین مجھے برا بھلا نہ کہیں گے۔ مسز ٹیکن نے کہا۔ بہت اچھا۔ مس تم بھی جا سکتی ہو۔ مگر یاد رکھنا۔ چھ مہینے میں ہی تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ تم نے کیسی اچھی جگہ چھوڑ دی۔ پھر اُس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ان دھمکیوں کے باوجود میں تمہارے بکسوں کی بھی تلاشی لونگی۔ اگر تم بھی نوٹس دے کر جانا چاہتی ہو۔ تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ میں نے کہا۔ نہیں میڈم۔ میرا ایسا ارادہ نہیں ہے۔ مجھے امید تھی۔ وہ میری نرمی پر پسیج کر میری تلاشی نہ لے گی۔ مگر اُس پر ان لفظوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور وہ سیدھی میرے کمرہ کو ہی ہو لی۔

مس روڈس اور مس جیسپ اپنے نیچے چلی گئی تھیں۔ اور حبشیہ کا منہ تکتیں اور میں تم نو باتیں عجیب کرتی رہتیں۔ ان چند منٹ کے عرصہ میں جو میرے چھوٹے بکسوں اور بڑے بکس کی تلاشی میں حائل رہا۔ میں نے اس بات کو سوچنا شروع کیا۔ کہ جب بڑے ٹرنک کی تلاشی لینے پر ایک خاص راز ظاہر ہوگا۔ تو میں اپنے اوپر تہمت لے کر مس اڈیلین کو بچا دوں۔ یا اس کا راز فاش کر کے اپنی عزت کو برقرار رکھوں۔ میں نے یہ بھی سوچا کیا آخری

طریقہ اختیار کرنے سے میری عزت سلامت رہ سکے گی؟ کیونکہ گو میرے ناجائز تعلقات کا نتیجہ ویسا نہ نکلا تھا۔ جیسا ایڈلین کی حالت میں ہوا۔ مگر ساتھ ہی اندیشہ تھا۔ کہیں وہ لارڈ ڈنسٹیبل کے ساتھ میرے ناجائز تعلق کو فاش نہ کردے۔ پھر مجھے اُس کی اُس مایوسانہ اور دردناک منظر کا خیال آیا۔ جو اُس نے مجھ پر کمرہ سے باہر نکلتے وقت ڈالی تھی۔ اور دوستی کے وعدوں کا بھی خیال آیا۔ نیز اُس امداد کا جو اُس نے مجھے مختلف موقعوں پر دی تھی۔ مجھے معلوم تھا۔ وہ ایک امیر اور ذی رتبہ گھرانے کی لڑکی ہے۔ مجھے اس کی فیاضی پر پورا بھروسا تھا۔ اور اس کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ مصیبت کے وقت وہ میرا ساتھ نہ چھوڑیگی

مردہ بچہ کی لاش اس کے ہاتھ سے فرش زمین پر گر پڑی (صفحہ ۲۶)

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اُسوقت میں سارے حالات پر اس مدلل طریق سے غور کر رہی تھی۔ جیسا اب اثنائے گفتگو میں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسوقت تو میرے دماغ میں ایک آندھی سی چل رہی تھی۔ اور سینہ میں مختلف جذبات کا پرخروش تلاطم تھا۔ میں نے بڑی ذہنی کوشش کے ساتھ اپنے ظاہری سکون کو قایم رکھا۔ اتنے میں مسز لیکن میرے بڑے ٹرنک کے پاس پہنچ گئی تھی۔ جب اس نے ڈھکنا اٹھایا۔ تو میں سہارے کے لئے دیوار سے لگ گئی۔ اس نے میرے کپڑوں کو اٹھا اٹھا کر فرش پر ڈالنا شروع کر دیا۔ اور اُن کے نیچے سے . . . ایک چھوٹا سا بنڈل نکلا۔ جس کے گرد کپڑا لپٹا ہوا تھا! جب مسز لیکن نے اسے باہر نکالا۔ تو ایک نہایت خوفناک چیخ میرے لبوں سے نکل گئی۔ اور ساتھ ہی مُردہ بچّہ کی لاش اُس کے ہاتھ سے فرش زمین پر گر پڑی!

جیسیکا نے بھی بڑی خوفناک چیخ ماری۔ اور وہ دروازہ کیطرف جانے کو تھی۔ کہ مسز لیکن نے اُس صدمہ کے اثرات سے بحال ہو کر جو اس نظارہ کی بدولت اسے پہنچا تھا۔ اس کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور کہنے لگی۔ خدا کے لئے چپ رہو۔ میرے سکول کی عزت خطرہ میں ہے۔ پھر اُس نے میری طرف مخاطب ہو کر جبکہ اُس کا چہرہ غصہ سے سفید تھا۔ اور ہونٹ کانپ رہے تھے۔ کھوکھلی آواز میں کہا۔ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ تم آج اسقدر زرد اور علیل نظر آتی ہو۔ لیکن کیا میں یہ خیال کروں۔ کہ اس کی قاتل بھی تم ہو . . . ! نہیں میڈم نہیں۔ میں نے دو زانو ہو کر اور دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ یہ بچہ اسیطرح مُردہ پیدا ہوا تھا۔ خدا کے لئے ساری کیفیت سنو۔ میں تمام واقعات آپ کے روبرو بیان کئے دیتی ہوں۔ لیکن مسز لیکن نے کہا۔ اب کیا بیان کرنا باقی رہ گیا ہے؟ فضول گفتگو کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔ میرے سکول کی شہرت خطرہ میں پڑ چکی ہے۔ تم چاہو۔ تو میں تمہاری واجب الادا رقم دئے دیتی ہوں۔ اور تم ابھی میری ملازمت ترک کر کے جا سکتی ہو۔ اگر تمہاری علیحدگی کی وجہ ظاہر ہو۔ تو اسے میرا قصور نہ سمجھنا چاہئے۔ میں نے چلا کر کہا۔ میڈم مجھے چمچوں کا چور تو نہ سمجھا جائے گا؟ وہ کہنے لگی۔ میں سارے عملہ کے روبرو کہدونگی۔ میری تلاش بے سود ثابت ہوئی۔ سکول کی شہرت پر حرف نہ آنے کے خیال سے میں یہ بھی مشہور کر دونگی۔ کہ تم اُسی وجہ سے علیحدہ ہوئی ہو جس کی بنا پر مس روڈس اور مس جیسیکا نے علیحدگی کے نوٹس دیئے

تھے۔ اس کے بعد اُس نے جیسیکا سے مخاطب ہو کر اس بات کی تاکید کی۔ کہ اس معاملہ کا ذکر باہر نہ نکلنے پائے۔

جب میں مسز لیکمن کے روبرو دو زانو بیٹھی تھی تو ایک بار جی میں آئی۔ کہ سارے حالات سچ سچ بیان کر دوں۔ لیکن یہ سوچکر کہ معاملات نے دفعتہً ایسی صورت اختیار کر لی ہے جس میں کسی تفصیل کی حاجت نہیں رہی۔ نیز اس خیال سے کہ مسز لیکمن خود اس معاملہ کو رفع دفع کرنے کی خواہشمند ہے۔ میں نے فیصلہ کیا۔ کہ میری بدنامی کا چونکہ کوئی احتمال نہیں اس لئے ایڈلین کو بدنام اور برباد کرنا بے سود ہے۔ چنانچہ میں نے اس شرط پر وہاں سے فوراً ہی چلے جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ کہ میری علیحدگی کا حقیقی موجب ظاہر نہ ہو۔ میں نے اپنا سامان ٹرنک میں ڈالنا شروع کیا۔ مگر کپڑے میں لپٹی ہوئی بچہ کی لاش وہیں فرش پر رہنے دی۔ اسے دیکھ کر مسز لیکمن نے کہا۔ ہر ایک چیز ٹرنک میں ڈال لو۔ اسے باہر کیوں رکھ لیا ہے؟ میں نے چلا کر کہا۔ میڈم چاہے کچھ ہو جائے۔ میں اپنے سامان میں اسے رکھ کر کہیں نہ جاؤنگی۔ وہ جھلا کر کہنے لگی۔ بدبخت کیا میں تیرے اس حرامی چھوکرے کو خود ٹھکانے لگاتی پھروں؟ اس گستاخانہ فقرہ سے میرے رخساروں پر سرخی چھا گئی۔ ایک ایسے فعل کے لئے جس کا حقیقت میں مجھ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ یوں ملامت پانا ناقابل برداشت تھا۔ مسز لیکمن نے میرے اضطراب کو دیکھا۔ اور اُس کے بعد اس خیال سے مبادا پھر تکرار کی نوبت آئے۔ کہنے لگی مس ہجنس تم کل تک یہاں ٹھیر جاؤ۔ میں اجازت دیتی ہوں کہ رات کو جب تاریکی ہو۔ باہر چلی جانا۔ لیکن اُسوقت تک اپنے صندوق کو خوب اچھی طرح سے مقفل رکھنا۔ میں نے اُس کا اشارہ سمجھ لیا۔ اور کہا بہت اچھا۔

اس کے بعد ہم پھر سکول کے کمرہ کیطرف آگئیں۔ سب سے پہلے میں نے ایڈلین کیطرف ایسی نظر ڈالی۔ جس سے اُس کا اطمینان ہو گیا۔ کہ میرا راز محفوظ ہے۔ اس کے بدلہ میں اُس نے میری طرف انتہائی شکرگذاری کی نظر سے دیکھا۔ اوہ! میں نے اُس کے لئے کتنے بڑے ایثار سے کام لیا تھا۔ اور اسکی خاطر کسقدر ذلت گوارا کی تھی!

رفتہ رفتہ دن ڈھلتا گیا۔ اور شام کے قریب گم شدہ چمچے بھی مل گئے۔ جو شاید باورچن یا دوسری خادمہ کی غلطی سے کسی مقام پر رکھے گئے تھے۔ میں معمول سے پہلے اپنے کمرہ کو چلی گئی۔ کیونکہ مسز لیکمن کے سامنے رہنا میرے لئے تکلیف دہ ثابت ہو رہا تھا۔ ذرا

دیر میں ایڈلین بھی آگئی۔ وہ مجھ سے دن کے واقعات کی نسبت گفتگو کرنے آئی تھی۔ میں نے سارے واقعات بیان کئے۔ جنہیں سُنکر وہ میرے گلے لگ کر اور آنکھوں میں آنسو بھرکر تہ دل سے شکر گذار ہوئی۔ کہ میں نے اُسے ایک بہت بڑی بدنامی سے بچایا تھا۔ وہ کہنے لگی۔ تم میری بہن ہو۔ تم میری جان سے عزیز سہیلی ہو۔ اُس نے اس بات کا اقرار کیا۔ کہ اس خدمت کا عوض میں ضرور تمہیں دونگی۔ مجھے یہ سوچکر کہ میری بدولت اُسے کچھ فائدہ پہنچا ہے۔ دل میں خوشی ہوئی۔ اُس نے یہاں تک کہا۔ کہ جب لوگ سوجائیں گے۔ تو میں خود اس بچہ کی لاش اٹھاکر باہر ڈال آؤنگی لیکن میں سمجھتی تھی۔ اُس کی صحت اس درجہ کمزور ہے کہ اگر وہ رات کے وقت باہر نکلی۔ اور اُسے سرد ہوا لگ گئی۔ تو جان کے لالے پڑجائیں گے اس لئے اس ناگوار فرض کو بھی میں نے اپنے اوپر ہی لیا۔ بعد ازاں ہم اس بارہ میں گفتگو کرتی رہیں۔ کہ میرا مستقبل کیا ہو۔ میں گھر واپس جانا نہ چاہتی تھی۔ کیونکہ خوف تھا۔ والد اور بھائی میرے متعلق بہت سے سوالات پوچھیں گے۔ جن کا جواب دینے سے میں ہچکچاتی تھی۔ ایڈلین باوجود کم عمر ہونے کے دنیاوی معاملات میں بڑی ذی فہم لڑکی تھی۔ کہنے لگی۔ میں تمہیں لندن کے کسی معزز گھرانے میں رکھوا دونگی۔ اور کوشش کرکے تمہیں استانی کی آسامی لے دونگی۔ بڑے دنوں کی چھٹیاں ہونیوالی تھیں۔ اور کم و بیش دس دن کے عرصہ میں اُس کا اپنے والدین کے مکان واقع بگریو سکوئر میں واپس آنا یقینی تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ اس موقعہ پر جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ تمہاری مدد کرونگی۔ میں نے اسکی تجویز پسند کی۔ اور وہ اپنے کمرہ کو چلی گئی۔

جب ہر طرف سناٹا ہوگیا۔ تو میں نے ٹوپی اور لبادہ پہنا۔ اور مس انفیلڈ کے بچہ کی لاش چھپائے باہر نکلی عقبی دروازہ سے نکل کر میں پگ ڈنڈیوں کے راستہ چلتی ہر امیٹن کی جانب ہولی۔ حتیٰ کہ آخر کار ایک جوہڑ کے قریب پہنچی جس میں ایک گدلی ندی کا پانی گرتا تھا۔ آسمان پر چاند بڑی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اُس کی روشنی میں میں نے ایک ایسا مقام جو میرے مطلب کے لئے موزوں تھا۔ آسانی سے تلاش کرلیا۔ اور بدنصیب بچہ کے بنڈل میں دو تین بھاری پتھر رکھ کر اُسے جوہڑ میں پھینک دیا۔ تاریک پانی میں کچھ سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ مگر چند منٹ بعد لہریں گناہ کے اس پلندہ کو اپنی تہ میں لیکر پھر ساکن ہوگئیں! اب مجھے گونہ اطمینان ہوا۔ لیکن واپس آتے وقت راستہ بھول گئی۔ اور آخر

بڑی مشکل سے سکول کی عمارت تک پہنچی - اس سے دوسرے دن میں نے ساکین سکول سے رخصت لی - مسز ہیگن نے میری تنخواہ چکا دی - اور اس بات کی بھی اجازت دی - کہ شام تک میرے بکس وہیں رہیں - شام کو یا اگلے دن جب میں چاہوں انہیں منگوا لوں - میں کرایہ کی گاڑی پر لندن پہنچی - مس النفیلڈ نے پہلے سے مجھے ضروری ہدایات دے دی تھیں - میں نے بری سٹریٹ واقعہ سینٹ جیمز کے ایک مکان کا جہاں ایک معزز بیوہ رہتی تھی - کچھ حصہ کرایہ پر لے لیا - اس عورت کا شوہر مس انفیلڈ کے والدین لارڈ اور لیڈی راس ولی کے ہاں اونچے درجہ کا ملازم تھا - جب میں نے اس کے سامنے ایڈلین کا نام لیا - تو وہ میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئی -

میں نے ایک پورٹر کو بھیجکر اسباب بھی منگا لیا - اور اس کے بعد والد کو چٹھی لکھنی شروع کی - آہ اگر یہ کام میرے لئے سہل نہ تھا - کیونکہ میں نہ چاہتی تھی - اپنے عزیز اور پُراعتماد والد کے روبرو جھوٹ کا طومار پیش کروں - اور فرض بھی ہر حال میں مقدم تھا - آخر میں نے اس چٹھی میں لکھدیا - کہ مسز ہیگن نے چونکہ مجھ سے بدسلوکی کی تھی - اس لئے میں اس کی ملازمت چھوڑ آئی ہوں - لیکن اس کے سکول کی ایک طالب علم لڑکی آنریبل مس ایڈلین میری گہری سہیلی ہے - اور میرے معاملات میں پوری دلچسپی لے رہی ہے - اس نے نہ صرف مجھے ایک مالدار گھرانہ میں ملازمت دلانے کا وعدہ کیا ہے - بلکہ مجھے ایک معزز بیوہ کا پتہ بھی دیا ہے - جس کے ہاں میں آجکل ٹھیری ہوئی ہوں - اس چٹھی کا جواب واپسی ڈاک سے آگیا ہے - جس میں والد نے میری جلد بازی پر اظہار افسوس کیا - اور لکھا تھا - کہ تمہیں پہلے مجھ سے مشورہ لے لینا چاہئے تھا - اس کے ساتھ ہی لکھا تھا - کہ تمہارے سکول کی تلاشی لینے میں استانی جی نے بڑی نامناسب حرکت کی - بہرحال تم ہوشیار رہو - خوشی کی بات ہے - مس انفیلڈ سے تمہاری دوستی ہوگئی ہے - لیکن اگر تمہیں کسی قسم کی دقت نئی ملازمت حاصل کرنے میں پیش آئے - تو سیدھے گھر کو چلے آنا - میں خود یا ایڈگر لندن میں تم سے ملنے آتے - مگر خرچ کی کمی سے ارادہ ملتوی کرنا پڑا -

اسی طرح دس دن گذر گئے - اور میں نے سمجھا - مس انفیلڈ بڑے دن کی چھٹیوں پر گھر آگئی ہوگی - مجھے امید تھی وہ عنقریب مجھ سے ملنے آئے گی - اور میرا یہ خیال غلط

بھی ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ ایک روز سہ پہر کے وقت ایک بڑی شاندار گاڑی مکان کے سامنے ٹھیری۔ اور ایڈلین اُتر کر میرے کمرہ کیطرف آئی۔ جب ہم دونوں اکٹھی ایک جگہ بیٹھ گئیں تو وہ کہنے لگی۔ پیاری لڈیا۔ دیکھو میں نے تمہیں فراموش نہیں کیا۔ میں نے تمہارے متعلق اپنی ماں لیڈی راس ولی کے روبرو ایک بہت عمدہ قصہ گھڑکر پیش کیا تھا۔ میں نے اُس سے کہا۔ تم میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتی رہی ہو۔ اور مسز ہمکین نے بلاوجہ تمہیں تکلیف دے کر اپنے سکول سے نکال دیا۔ ان حالات میں والدہ نے مجھے شوق سے تم سے ملنے کی اجازت دے دی۔ راس نے یہ بھی کہا۔ کہ میں نے اپنی سہیلی لیڈی پن فیدر کے روبرو تمہاری سفارش کردی ہے۔ جسے ایک استانی کی ضرورت ہے۔ اب میں تمہیں لیڈی پن فیدر کا پتہ دیتی ہوں۔ کل سہ پہر تم نے اُس سے ملنا۔ میں اُن سے تمہارے متعلق پہلے ہی اسقدر کہہ سن چکی ہوں۔ اور تمہارے خاندان کی عزت داری کا اس درجہ یقین دلاچکی ہوں۔ کہ وہ تمہیں ملازم رکھنے میں ہرگز انکار نہ کریں گی۔ میں نے ایڈلین کا اس عنایت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور وہ زبردستی مجھے کچھ روپیہ دیکر کہنے لگی۔ اس سے تم اپنے لئے اچھی سی پوشاک بنوالینا۔ پھر وہ مجھ سے بغلگیر ہوکر رخصت ہوئی۔

اپنی داستان کے اس حصہ پر میں غیر ضروری تفصیلات میں پڑنا نہیں چاہتی مختصر یہ کہ دوسرے روز میں لیڈی پن فیدر سے ملنے گئی۔ اور اُس نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ کسیقدر گفتگو کے بعد اُس نے مجھے بیس پونڈ سالانہ پر نوکر رکھ لیا۔ اور کہا۔ تم آج ہی سے یہاں چلی آؤ۔ وہ بڑی نیک نہاد اور ملنسار عورت تھی۔ عمر اُس کی چھتیس سال کے قریب ہوگی۔ مگر چنداں خوبصورت نہ تھی۔ اُس کا شوہر سر ونٹ ورتھ پن فیدر اُس سے عمر میں تین چار سال بڑا تھا۔ مگر نہایت شکیل اور طویل القامت۔ اُن کے تین بچے تھے۔ جن کی عمر چھ اور دس سال کے درمیان تھی۔ بڑی دو لڑکیاں تھیں۔ چھوٹا لڑکا تھا۔ انہیں میرے زیر تعلیم رکھا گیا۔ میں نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے والد کو بذریعہ خط دی۔ اور اُس کے بعد اپنے سابق مکان کا کرایہ ادا کرکے اپنا سامان لے سر ونٹ ورتھ پن فیدر کے مکان واقع کیونڈش سکوئر میں چلی گئی۔

اس جگہ میرے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک ہوتا تھا۔ نوکر بڑی توجہ سے پیش

تے - اور بچے بھی نہایت مطیع اور فرمانبردار ثابت ہوئے - سروِنٹ ورتھ اکثر اوقات اس کمرہ میں جہاں میں بچوں کو تعلیم دیتی تھی - آیا کرتے - اور میرے ساتھ مہربانی سے پیش آتے - وہ مجھ سے دوستانہ گفتگو کر کے ہنستے اور مذاق کیا کرتے - البتہ اپنی بیوی کی موجودگی میں چپ رہتے - اور مجھ سے ایک لفظ بھی نہ کہتے تھے - آخر رفتہ رفتہ اُن کی نظرِ عنایت غیر معمولی پر بڑھ گئی - اور وہ میرے حسن کی تعریف کرنے لگے - میں نے جہاں تک ممکن تھا اُن کی اس بڑھتی ہوئی توجہ کو روکنا چاہا - لیکن اُنہوں نے یہاں تک جرأت کی - کہ ایک دن صاف لفظوں میں مجھ سے کہدیا - میں تمہارا پرستار حسن ہوں - اس پر میں چپ چاپ اُٹھ کر دوسرے کمرہ کو چلی گئی -

تین ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا - اور ایڈلین سے پہلی ملاقات کے بعد دوبارہ ملنے کا کوئی موقعہ پیش نہ آیا تھا - یہ بات مجھے معلوم تھی - کہ مسز نگین کے سکول میں اُسکی تعلیم ختم ہو چکی ہے (بہت اچھی طرح!) ان حالات میں مجھے یہ محسوس کر کے رنج ہوا - کہ اُس نے کبھی کوئی خط لکھنے یا ملاقات کرنے کی فرصت نہیں نکالی - ناچار میں نے ہی اُسے ایک خط لکھا کہ تمہیں ملنے کو جی چاہتا ہے - میرا مقصد یہ تھا - کہ اُسکی وساطت سے کوئی اَور جگہ حاصل کر لوں - اور اس طریق پر سروِنٹ ورتھ پن فیلڈ کی توجہ سے بچی رہوں - دوسرے دن ایڈلین آئی - اور اُس نے تنہائی میں مجھ سے ملاقات کی -

مگر اس موقعہ پر اُس نے میرے ساتھ سرد مہری کا جو سلوک کیا - وہ حیرت خیز تھا کہنے لگی - مس ہنین تمہیں اس بات پر متعجب نہ ہونا چاہئیے - کہ میں تم سے ملنے نہیں آئی اس میں شک نہیں تم نے میری بہت بڑی خدمت کی تھی - مگر اس کا میں نے تمہیں مناسب عوض دے دیا - یعنی تمہیں ایک اچھی آسامی دلوا دی - ہمارا حساب برابر ہو گیا - آئندہ کے لئے دنیا میں ہماری راہ مختلف ہے - اگر میں تمہارے ساتھ گہری آشنائی رکھتی ہوں - تو میرے طبقہ کے لوگ تکلیف دہ نکتہ چینی کریں گے - ایک دوسرے کے راز محفوظ رکھنے میں ہم دونوں کا فائدہ ہے - کیونکہ اگر تم کسی وقت غصہ کی حالت میں یہ کہدو - وہ بچہ جس کی لاش تمہارے ٹرنک میں پائی گئی - تمہارا نہیں بلکہ میرا تھا - تو کوئی اس بات پر یقین نہ کرے گا - اور اگر کپتان چولمونڈلے کے ساتھ تم میرے تعلقات کا اعلان کرو - تو لارڈ ڈنسٹیبل کے متعلق - تمہاری پوزیشن بھی ظاہر ہوئے

بغیر نہ رہے گی۔ معاف کرنا کہ میں اس صاف بیانی سے کام لے رہی ہوں۔ لیکن تمہیں خود سمجھنا چاہئے تھا۔ کہ ہمارے درمیان کتنا فاصلہ حائل ہے۔ آیندہ کے لئے ہم تم محض ایک دوسرے کی شناسا ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں!

اتنی بات کہہ کر آنریبل ایڈلین انفیلڈ کمرہ سے باہر چلی گئی۔ اور میں اُس کے عجیب و غریب طرز عمل پر متعجب اور متحیر رہ گئی۔ اُسوقت اول مرتبہ مجھے خیال آیا۔ کہ دنیا میں کس درجہ ناسپاسی موجود ہے۔ اور یہ سوچکر رونے لگی۔ بہت دیر تک آنسو بہانے سے میرا سر بے اختیار اُس میز پر جھک گیا۔ جس کے قریب میں بیٹھی تھی۔ یکایک مجھے کمرہ سے باہر لیڈی پن فیدر کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔ مائی لارڈ اس طرف سے تشریف لائیے۔ آپ یقیناً بچوں کو دیکھکر خوش ہوں گے۔ وہ آپ سے ملنے کے بہت شایق رہتے ہیں۔ اب تو آپ کو دیکھے مدت ہوگئی۔ اس کے جواب میں کسی نے کہا۔ ہاں۔ میں اپنے دوست چولمونڈلے کے ساتھ یورپ گیا ہوا تھا۔ یہ آواز میرے لئے نئی نہ تھی اور اس کا میرے قلب پر گہرا اثر ہوا۔ ذرا دیر میں دروازہ کھلا۔ اور لیڈی پن فیدر آگے آگے اور لارڈ ڈنسٹیبل پیچھے پیچھے کمرہ میں داخل ہوئے۔ لیڈی پن فیدر نے کہا۔ مائی لارڈ یہ میرے بچوں کے مطالعہ کا کمرہ ہے۔ اور یہ اُن کی استانی مس ہچنسن ہے۔ لیکن بچے کہاں ہیں؟ مس ہچنسن! لارڈ ڈنسٹیبل نے حیرت زدہ ہوکر کہا۔ اوہ ہم تو ایک دوسرے کے پرانے واقف ہیں۔ میں اس سے پہلے مس ہچنسن سے شرف ملاقات حاصل کرچکا ہوں۔ میں آپ کے والد کے مکان واقع . . . اور وہ کچھ کہتا کہتا رک گیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کا اثر اپنے ہاتھ پر محسوس کرکے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا۔ مائی لارڈ آپ بھول گئے۔ آپ میرے والد سے پارسینج واقع گلڈ فورڈ میں ملنے آتے تھے۔ ہاں ہاں۔ اُس نے کہا۔ مگر یہ تو کہو۔ آپکے والد کا جو میرے معزز دوست ہیں۔ کیا حال ہے؟ یہ کہتے ہوئے اُس نے مجھ پر ایک پرمعنی نظر ڈالی میں نے اس سوال کا جواب دے دیا۔ اور لیڈی پن فیدر کا ہماری آپس کی واقفیت کے متعلق اطمینان ہوگیا۔ لارڈ ڈنسٹیبل مجھ سے گلڈ فورڈ کے متعلق بہت سی باتیں کرتا رہا۔ حالانکہ حقیقت میں اُس نے اس مقام کو اپنی عمر میں ایک مرتبہ بھی نہ دیکھا تھا۔ اتنے میں لیڈی پن فیدر بچوں کو لانے دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔

اُس کے چلے جانے پر لارڈ ڈنسٹیبل نے مجھ سے مخاطب ہوکر جلدی میں کہا - پیاری لڈیا - تم پہلے سے بھی زیادہ حسین نظر آتی ہو - آخری ملاقات کے بعد مجھے ہر وقت تمہارا خیال لگا رہا ہے - میں نے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں - بتاؤ کل سہ پہر کو کہاں ملوگی؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا - کہ مجھ سے پچھین میں جو یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر ہے - ٹھیک تین بجے ملو - میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا - عین اسوقت لیڈی پن فیدر بچوں کو ساتھ لئے کمرہ میں داخل ہوئی - لارڈ ڈنسٹیبل بظاہر اُن بچوں کی بڑی تعریف کرتا رہا - اور ماں اُس کی ملنساری سے بہت خوش ہوئی - میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہی - کہ یورپ کی سیاحت کا میرے عاشق پر بہت اچھا اثر ہوا ہے - وہ اب پہلے سے بھی زیادہ شکیل نظر آتا تھا - میرا دل اُسے دیکھ کر بڑی بڑی امیدوں سے بھر گیا - کیونکہ حقیقت میں مجھے اُس شخص سے دلی محبت تھی -

جس وقت لارڈ ڈنسٹیبل جانے لگا - تو اُس نے پھر مجھ سے ہاتھ ملایا - اور ہم نے ایک دوسرے پر معنی نظر ڈالی - اس غیر متوقع ملاقات سے مجھے اپنے دل میں جرأت محسوس ہوئی - نیز اُس نے میرے متعلق جس دلچسپی کا اظہار کیا - اُس کی بدولت وہ ناگوار اثر جو ایڈلین کے نامناسب طرز عمل سے میرے دل میں پیدا ہوا تھا - بڑی حد تک دور ہو گیا - ملاقات کے لئے جو وقت مقرر ہوا تھا - اُس کا درمیانی عرصہ بڑی آہستگی کے ساتھ گذرا - حتے کہ آخرکار ملاقات کی گھڑی قریب آپہنچی - لیڈی پن فیدر کے مکان میں مجھے پوری خودمختاری حاصل تھی - اور میں جب چاہتی - باہر جاسکتی تھی - یہی وجہ تھی کہ مجھے مقام مقررہ پر جانے میں کوئی دقت پیش نہ آئی - وہاں پہنچی تو لارڈ ڈنسٹیبل پہلے سے موجود تھا - جب وہ مجھ سے ملنے کے لئے آگے بڑھا - تو اُس کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار تھے میں نے اُسے بازو سے پکڑا - اور اس طرح ایک دوسرے کے بازو میں بازو ڈالے - ہم نگارخانہ کی طرف چلے گئے - جہاں اُسوقت بہت کم آدمی موجود تھے -

اُس نے کہا - مجھے معلوم نہیں ہے کہ یکایک انگلستان سے چلے جانے پر تم نے کیا خیال کیا ہوگا - میں نے جواب دیا - اس میں شک نہیں - مجھے اس واقعہ سے بہت ہی رنج پہنچا تھا - اور تم نے چونکہ مجھ سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے - اس لئے

میرے واسطے اس واقعہ سے ناخوش اور ناراض ہونا قدرتی تھا۔ وہ کہنے لگا۔ میں تم سے اس معاملہ کی نسبت صاف صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ موجودہ حالات میں میرا گذارہ چونکہ والد کی دی ہوئی امداد پر چلتا ہے۔ اس لئے سردست شادی کرنا غیر ممکن ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ مجھے تم سے صادق محبت ہے۔ اور تمہاری عدم موجودگی میں میری محبت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ بتاؤ تم اپنے موجودہ حالات میں خوش ہو؟ اس پر میں نے سرونٹ ورتھ پنیفدر کی بدسلوکی کا ذکر کیا۔ اور کہا۔ جسوقت مجھے کوئی اور جگہ ملی۔ میں اس نوکری کو ضرور چھوڑ دونگی۔ لارڈ ڈنسٹیبل کہنے لگا۔ سرونٹ ورتھ بڑا پاجی آدمی ہے۔ اور سارے لندن میں شریف عورتوں کے ساتھ اپنی بدسلوکی کے متعلق بدنام ہے۔ اگر تم اس کی مرضی پر نہ چلوگی۔ تو وہ در پردہ اپنی بیوی سے تمہاری بدگوئی کرنے لگیگا۔ اور کسی روز تمہیں بغیر کسی سند کے بلاوجہ نکال دیا جائے گا۔ میں نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا۔ کیا وہ ایسا ہی کمینہ ہے۔ لارڈ ڈنسٹیبل نے کہا۔ ہاں۔ یہ تو ایک مانی ہوئی بات ہے۔

اس کے بعد اس نے نرم گفتگو کرتے ہوئے ایسے دلفریب انداز سے جس کی کیفیت میں آپ کے روبرو بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ تجویز پیش کی۔ کہ تم فوراً ہی میرے زیر حفاظت چلی آؤ۔ پہلے تو میں نے اس کی درخواست کو حقارت کے ساتھ نامنظور کر دیا۔ اس نے التجا کی۔ کہ تم میری بات سے اسقدر لاپروائی ظاہر نہ کرو۔ پھر کہنے لگا۔ میں تمہارے عشق میں ناقابلِ بیان طریق پر مبتلا ہوں۔ یاد رکھو۔ جب میرے والد کا انتقال ہوا۔ میں فوراً تم سے شادی کر لونگا۔ میں نے اس پر بھی تامل ظاہر کیا۔ اس نے دوبارہ التجا کی۔ اور آخرکار مجھ سے اس بات کا وعدہ لے لیا۔ کہ میں اسکی تجویز پر عمل کروں۔ چنانچہ فیصلہ اس پر ہوا۔ کہ میں ہفتہ رواں میں کوئی عذر پیش کر کے لیڈی پن فیدر کی ملازمت سے علیحدہ ہو جاؤں۔ اور ڈنسٹیبل نے مجھ سے وعدہ کیا۔ کہ میں اس اثنا میں تمہارے لئے کوئی اچھا سا مکان حاصل کر سکونگا۔ اس اقرار کے بعد ہم جدا ہوئے۔

لیکن یہ نہ خیال کرنا چاہیے۔ کہ وعدہ کرتے وقت مجھے اپنے غریب باپ اور بھائی کا خیال آیا۔ تو میرے دل میں رنج پیدا نہ ہوا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ میں جسوقت اپنے

عاشق سے جدا ہوئی۔ تو بے اختیار آنکھوں سے گرم اور تلخ آنسو بہنے لگے۔ اور میں نے اپنے دل میں اس بات کا ارادہ کر لیا۔ کہ ہرگز اُس کے زیر حفاظت نہ رہونگی۔ چنانچہ اسی قسم کے خیالات کی الجھن میں میں واپس کیونڈش سکوئر میں لیڈی پن فیدر کے مکان پر پہنچی۔ جب کمرہ میں داخل ہوئی۔ تو خادمہ نے مجھ سے کہا۔ لیڈی پن فیدر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ میں سیدھی نشستگاہ کیطرف گئی۔ جہاں اسوقت سرونٹ ورتھ اور اُس کی لیڈی دونوں موجود تھے۔ اُن کے انداز سے میں نے سمجھ لیا۔ کہ ضرور کوئی ناگوار معاملہ پیش آنے والا ہے۔ لیڈی پن فیدر نے مجھ سے مخاطب ہو کر بڑی سرد مہری سے کہا۔ مس ہجنین آئندہ مجھے تمہاری خدمات مطلوب نہیں۔ یہ لو تمہاری واجب الادا تنخواہ ہے۔ اسکے علاوہ ایک ہفتہ کی زاید تنخواہ اسلئے دیتی ہوں۔ کہ میں نے تمہیں علیحدگی کا نوٹس نہیں دیا۔ میں اس گفتگو سے بیحد متعجب ہوئی۔ اور سنبھل کر کہنے لگی۔ میڈم آخر کیا معاملہ ہے۔ کہ آپ فوراً ہی مجھے الگ کرنا چاہتی ہیں؟ وہ کہنے لگی۔ مس ہجنین میں اگر تمہیں ایک ہفتہ کی زاید تنخواہ دیئے بغیر موقوف کر دیتی۔ تو بھی غیر واجب نہ تھا۔ لیکن میں تم سے سختی کا برتاؤ کرنا نہیں چاہتی۔ تاہم احتیاطاً کہے دیتی ہوں۔ کہ مجھ سے نیک چلنی کی سند طلب نہ کرنا۔ میں اس کے دینے سے انکار کر دونگی۔ میں نے پوچھا۔ آخر معلوم تو ہو مجھ سے کونسا قصور سرزد ہوا ہے۔ لیڈی پن فیدر بولی۔ سرونٹ ورتھ نے دیکھ لیا ہے۔ تمہاری اخلاقی حالت نہایت کمزور ہے۔ میں حیران تھی۔ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں نے متعجب ہو کر کہا۔ سرونٹ ورتھ نے! اور اس کے ساتھ ہی لارڈ ڈنسٹیبل کے الفاظ میرے ذہن میں تازہ ہو گئے۔ لیڈی پن فیدر کہنے لگی۔ ہاں مس ہجنین۔ اور جب مجھے اس بات کا خیال آیا۔ کہ کل تم نے لارڈ ڈنسٹیبل پر پُر معنی نظر ڈالی تھی تو میں نے اسے اپنا فرض سمجھا۔ کہ آج سہ پہر کو تمہاری نگرانی کراؤں۔ بتاؤ تم اس سے زیادہ کچھ اور جاننا چاہتی ہو؟ میرا خون مارے غصہ کے اُبلنے لگا۔ اور میں نے کہا یہ بالکل سچ ہے۔ کہ تھوڑی دیر گذری میں لارڈ ڈنسٹیبل سے ملی تھی۔ لیکن میڈم میرے متعلق آپکے روبرو جو کچھ بدگوئی کی گئی ہے۔ اُس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ میں نے آپکے شوہر کی بعض نامناسب تجاویز منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر سرونٹ ورتھ غصہ سے سرخ و سفید ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور اُس کے ساتھ

ہی لیڈی پن فیدر نے حکم دیا۔ تم کمرہ سے باہر چلی جاؤ۔ اب میں نے معلوم کر لیا۔ کہ اُس کے شوہر کے طرزِ عمل کے متعلق کچھ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ ناچار میں اُس حکم کی تعمیل میں کمرہ سے باہر چلی آئی۔

اب میرے دل میں ارادہ ہوا۔ کہ سیدھی والد کے پاس چلی جاؤں۔ چنانچہ اسی نیت سے میں اپنا اسباب اٹھوا کر وائٹ ہارس سیلر نامی سرائے کی طرف روانہ ہوئی۔ تاکہ کرایہ کی گاڑی پر سوار ہو کر گلفورڈ کی طرف روانہ ہو جاؤں۔ لیکن افسوس میری بدنصیبی پھر اس انتظام میں دخل انداز ہوئی۔ کیونکہ جس وقت میں بازار پکیڈلی میں اُس مقام پر اتری۔ جہاں گاڑیوں کی نشست کا کرایہ ادا کرنا تھا۔ تو میں نے دیکھا۔ لارڈ ڈنسٹیبل کہیں جا رہا ہے۔ میں عمداً اس کی نظر سے بچنے کے لئے ایک طرف کو چھپ گئی۔ لیکن اُس نے مجھے پہچان لیا۔ اور میرے قریب آگیا۔ اُس وقت میں نے وہ سارے واقعات اُس کے روبرو بیان کئے۔ جو لیڈی پن فیدر کے مکان میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اور کہا۔ اب میرا مصمم ارادہ والد کے پاس چلے جانے کا ہے۔ کیا یہ بتلانا ضروری ہے کہ اُس نے مجھ سے اس ارادہ کو ترک کرانے کی کتنی کوشش کی؟ اور یہ کہکر کہ تمہارا یکایک مجھے چھوڑ کر چلا جانا میری زندگی تلخ کرنے کا موجب ہوگا۔ میری کتنی منت سماجت کی؟ اُس کی زبان میں طاقت تھی۔ آدمی شکیل تھا۔ مجھے اُس سے محبت تھی۔ اور میں فطرتاً کمزور طبیعت کی عورت تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میں نے والد کے پاس جانے سے پہلے چند دن اُس کے ہاں بسر کرنے منظور کر لئے۔

افسوس! صد افسوس! کہ وہ دن رفتہ رفتہ ہفتوں میں بدل گئے۔ گھر خط لکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور میں اس امید میں تھی۔ کہ والد کا خیال ہوگا۔ میں ابھی تک لیڈی پن فیدر کے ہاں ملازم ہوں۔ چونکہ اس بارہ میں اُسے کوئی نئی کیفیت معلوم نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ میری تلاش میں لندن نہ آئیں گے۔ لارڈ ڈنسٹیبل میرے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا رہا۔ جرمن سٹریٹ میں اُس نے میرے لئے ایک نہایت شاندار مکان کرایہ پر لے دیا تھا۔ اور نہ صرف مجھے ہفتہ وار معقول رقم دیتا تھا۔ بلکہ اُس نے میری سیر و تفریح کے لئے ایک گاڑی بھی مہیا کر رکھی تھی۔ فوجی کام سے جتنا وقت بچتا۔ وہ میرے پاس ہی بسر کرتا تھا۔ لیکن میرے ہمراہ کبھی باہر نہ جاتا۔ سوائے

اس کے کہ دو تین بار ہم اکٹھے ناٹک دیکھنے گئے۔ اُن موقعوں پر بھی اُسے ہر وقت یہہ خیال لگا رہتا تھا کہ کہیں رشتہ دار ہمیں اکٹھا نہ دیکھ لیں۔

کئی بار میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کیا۔ کہ اُسے چھوڑ کر گھر چلی جاؤں۔ کیونکہ جس وقت بھائی اور والد کی یاد آتی۔ تو طبیعت سخت بے چین ہو جاتی تھی۔ کہ میں جو نہ صرف اپنے عاشق کی غداری بلکہ اپنی کمزوری سے ناپاک ہو چکی ہوں۔ اُنکے روبرو جانیکی کس طرح جرأت کر سکوں گی؟ اسی طرح زمانہ گذرتا چلا گیا۔ اور میں ہر روز اس بات کا ارادہ کرتی رہی۔ کہ اپنی موجودہ طرز زندگی کو خیرباد کہکر دوبارہ اپنے مکان پر جہاں میرے بچپن کا زمانہ گذرا تھا۔ جاؤں۔ اور اپنے والد کے قدموں میں گر کر ان کے سامنے ساری غلطیوں کا اعتراف کروں۔ اُن سے معافی مانگوں۔ اور اپنی باقی زندگی توبہ اور نیکی کی کوشش میں بسر کروں۔ لیکن ادھر میں اس بارہ میں پختہ ارادہ کرتی۔ اُدھر میرے عاشق کے سامنے آتے ہی سارے منصوبے زائل ہو جاتے۔

آخر ایک روز صبح کو ایک الم ناک واقعہ نے مجھے اس کمزوری، گناہ اور ناعاقبت اندیشی کے خواب سے بیدار کر دیا۔ میں تنہا بیٹھی دسترخوان کی میز پر اخبار پڑھ رہی تھی کہ پہلے صفحہ دوسرے کالم کے زیریں حصہ میں ایک اشتہار نظر آیا۔ آہ! اُن لفظوں کو پڑھکر میرے جذبات کو کسقدر صدمہ پہنچا۔ اور میری روح کے اندر کیسی تلخی پیدا ہوئی۔ الفاظ اُس کے بیان سے قاصر ہیں۔ لکھا تھا۔

ایلس۔ ایچ تمہارا والد برلب گور ہے۔ اور تمہارا مصیبت زدہ بھائی تم سے التجا کرتا ہے کہ اگر اتفاق سے یہ سطور تمہاری نظر سے گذریں۔ تو واپس گھر پہنچنے میں تاخیر نہ کرنا۔ خدا کے لئے فوراً ہی واپس چلی آؤ۔ مبادا تم بعد از وقت پہنچو۔ یاد رکھو۔ کہ جو کچھ ہو چکا۔ اُسے معاف اور فراموش کر دیا جائیگا۔

اس کے نیچے ایک کونہ میں میرے وطن کے قصبہ کا نام درج تھا۔

ایک لمحہ کے لئے ایسا معلوم ہوا۔ کہ میں دیوانی ہو چلی ہوں۔ دماغ میں ایک عظیم تلاطم پیدا ہو گیا۔ اور میں اپنے آپ کو ایک نہایت بدنصیب اور بدبخت عورت سمجھنے لگی ایک منٹ تک میں اس ذہنی کشمکش میں رہی۔ اُس کے بعد اُٹھ کر دفعتاً روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ اشتہار کے یہ الفاظ کہ "تاخیر نہ کرنا مبادا تم بعد از وقت پہنچو" میرے اندر بجلی کی ایسی لہر پیدا کرنیکو کافی تھے۔ فوراً ہی ایک چار اسپہ گاڑی منگوائی اور میں

اپنی ضروریات زندگی کو ایک چھوٹے سے پلندہ میں باندھ کر گاڑی پر سوار ہو گئی جسقدر زیورات یا اور قیمتی سامان لارڈ ڈنٹیبل نے مجھے دیا تھا۔ اسے میں وہیں چھوڑ گئی۔ اور گھبراہٹ کی حالت میں ایک الوداعی رقعہ بھی لکھ کر رکھ گئی۔

گاڑی چلانیوالے سے بہت سے انعامات کا وعدہ کر کے اسے گھوڑوں کو پوری تیزی رفتار کے ساتھ چلانے پر آمادہ کیا۔ بیچارے گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے جا رہے تھے۔ گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہو رہا تھا۔ لیکن میرے لئے وہ منٹ ہی ہفتوں کے برابر طویل ہو گئے۔ میں اُن رنج دہ جذبات کو بیان نہیں کر سکتی۔ جو اثنائے سفر میں میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ آہ! اگر ناعاقبت اندیشی اور گناہ کی زندگی میں کچھ لذت ہے تو اُس کا انجام بھی کسقدر تلخ ہوتا ہے! اس تلخی سے میں اب بہرہ ور ہونے لگی تھی! از زیادہ مدت نہ گذری تھی۔ کہ میرا عزیز باپ مجھے گاڑی میں سوار کرا کے اسی راستہ لندن لے گیا تھا۔ اسوقت ہم نے ایک معمولی کرایہ کی گاڑی میں سفر کیا تھا۔ جو اسقدر تیز نہ چلتی تھی۔ جیسا کہ میری چواسپہ گاڑی چل رہی تھی۔ اُسوقت والد نے راستہ میں سڑک کے مختلف نظارے دکھاتے ہوئے میرے روبرو مختلف مقامات کی کیفیت بیان کی تھی۔ کہتے جا رہے تھے۔ دیکھو یہ گرجا ہے۔ وہ ایک بڑا خوشنما کھیت ہے۔ وہاں ایک جھونپڑی ہے۔ یہ ہوا سے چلنے والی چکی ہے۔ اور وہ گاؤں بہت خوشنما ہے۔ اب کہ میں اس صبا رفتار گاڑی میں سفر کر رہی تھی۔ تو جب میری نظریں کھڑکی سے باہر ان چیزوں پر پڑیں۔ جنہیں میں اس وقت دیکھ چکی تھی۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ وہ سب بدستور اپنی اصلی حالت میں ہیں۔ اُن کے اندر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی لیکن افسوس خود میرے اندر کتنی بڑی واقع ہو چکی ہے!

جب گاڑی ہمارے قصبہ کے قریب پہنچی تو ہزاروں ایسی چیزیں دکھائی دینے لگیں۔ جو میرے اندر تلخی کا احساس اور بھی زیادہ بڑھا رہی تھیں۔ مجھے اُس خوشنما پہاڑی کی چوٹی نظر آئی۔ جہاں میں بھائی کیساتھ اکثر جایا کرتی تھی۔ ایک جگہ وہ ندی دکھائی دی۔ جس کے اندر ایک آبی چکی کا پہیہ اب بھی اسی طرح چل رہا تھا۔ جیسے میں پہلے دیکھا کرتی تھی۔ اسکے کنارے مجھے وہ پگڈنڈی بھی نظر آئی۔ جہاں میں والد کیساتھ سیر کرنے آیا کرتی تھی۔ پہیہ اب بھی گھوم رہا تھا۔ ندی کے کنارے پر پگڈنڈی اب بھی موجود

تھی لیکن افسوس بے گناہی اور معصومیت کا وہ زمانہ کہاں تھا۔ جب میں ایک محبت کرنے والی اور پر اعتماد لڑکی کی حیثیت میں والد کا بازو پکڑے سیر کرتی یا کھیتوں میں خودرو پھولوں کو چنتی تھی۔ صد حیف کہ وہ زمانہ اب میرے لئے ایک خواب ہو گیا! گاڑی اسی طرح تیزی کے ساتھ چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر میں گاؤں کے گرجا کی چوٹی بڑے بڑے تناور درختوں کے پیچھے نظر آئی۔ لیکن اُف! یہ آواز کیا تھی؟ گرجا کا گھنٹہ غیر معمولی طور پر بج رہا تھا۔ اور اُس کی آواز پہاڑی اور وادی کے اندر گونج رہی تھی۔ اے آسمان کیا یہ کسی کے مرنے کی تقریب پر بج رہا ہے! ایسا تو نہیں ہو سکتا! یہ کہتے ہوئے میں نے ذہنی اذیت کے عالم میں دونوں ہاتھ جوڑ لئے۔ اور پھر کہا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔

گاڑی اب گاؤں کے اندر سے گذر رہی تھی۔ اور غریب طبقہ کے لوگ دروازوں اور کھڑکیوں میں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے گاڑی کی کھڑکی میں سے اُن میں سے بہتوں کو پہچانا۔ اور اُسوقت میرا جو حال ہوا۔ وہ شاید اُس شخص کا ہوتا ہوگا۔ جسے سزائے موت کا حکم دیا جا چکا ہو۔ اور سزا کو عمل میں لانے کے لئے اُسے پھانسی کے قریب لیجا رہے ہوں۔ اُسوقت وہ کسی نامعلوم طاقت کے زیر اثر اس بھیانک حقیقت کو نظرانداز کرنے کی کوشش کرتا ہوا دونوں آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اسی طرح جب گاڑی شاہراہ کو چھوڑ کر گاؤں کے اندر سے گذرنے لگی۔ تو میں نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا میں آنکھیں کھول کر ان نظاروں کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکتی تھی۔

اس کے تھوڑی دیر بعد گاڑی رک گئی۔ گرجا کے گھنٹہ کی آواز ابھی تک کانوں میں آ رہی تھی۔ میں نے فوق الفطرت کوشش سے کام لے کر دونوں ہاتھ چہرہ سے ہٹائے اور لرزہ براندام ہو کر مکان کی طرف نظر ڈالی۔ اس کے ساتھ ہی میرے تمام خوفناک اندیشوں کی تصدیق ہو گئی۔ کیونکہ میں نے دیکھا۔ مکان کی سب کھڑکیاں بند تھیں۔ جن کا مطلب یہ تھا۔ کہ مکان میں کسی کی موت واقع ہو چکی ہے۔

اس نظارہ کو دیکھتے ہی میں بیہوش ہو کر گر پڑی۔ اُس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اُسکا مجھے علم نہیں۔ دوسرے روز صبح کے وقت میری آنکھ اس طرح کھلی۔ گویا کوئی کسی خوفناک خواب سے بیدار ہو۔ اور بیداری کی حالت میں بھی ایک خوفناک حقیقت کو سامنے دیکھے۔ میں بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میرا غریب بھائی زرد رو اور فکرمند میرے اوپر جھکا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر

میں اُس نے مجھے سارے حالات سے واقف کر دیا۔ اور اُس کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ والد کا حقیقت میں انتقال ہوگیا ہے۔ میں ابھی راستہ میں ہی تھی۔ کہ اُنہوں نے جان دے دی۔ افسوس کہ میں زندگی میں اُن کی دعائے خیر بھی حاصل نہ کر سکی۔ گو انہوں نے میری عدم موجودگی میں میرے لئے دعا کی تھی۔ وہ مجھ سے ناراض نہ مرے۔ حالانکہ میں ہی اُن کے قبل از وقت انتقال کا موجب ثابت ہوئی تھی۔ بھائی نے بھی مجھے کسی قسم کی لامت نہ کی۔ بخلاف اس کے مجھے امید افزا اور تسلی وہ الفاظ کہے۔ آہ میرے غریب باپ! ... میرا غریب بھائی! میں اُن کے احسان سے کس طرح سبکدوش ہو سکتی ہوں!

لیکن میرے لئے داستان کے اس حصہ پر زیادہ بحث کرنا لاحاصل ہے۔ ہر چند کہ میں ایک گنہگار، بدبخت اور خطاوار عورت ہوں۔ پھر بھی ان واقعات کی یاد میرے دل کو پاش پاش کئے دیتی ہے۔ میرے خیال میں صرف اتنا بیان کرنا کافی ہوگا۔ کہ لیڈی پن نیدر نے والد کو اطلاع دے دی تھی۔ کہ میں نے ہیجنس کی بداخلاقی کی وجہ سے اُسے موقوف کر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی لکھا تھا۔ کہ گو میں نے اور مسز ونٹ ورتھ نے اُسے سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ بُری صحبت میں پڑ گئی ہے۔ والد کو مجھ سے جسقدر محبت تھی۔ اُس کا ذکر میں پہلے کر چکی ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُن کے دل کو اس خط سے سخت صدمہ پہنچا۔ اور وہ باوجود اپنی کم مائگی کے جس طرح بن پڑا۔ لندن کو میری تلاش میں روانہ ہوئے۔ انہوں نے وائٹ ہارس سیار کی سرائے تک میرا کھوج نکالا۔ اور وہاں انہیں یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ میں ایک شخص کے ساتھ کسی طرف کو چلی گئی تھی۔ وہ خستہ دل ہو کر مسز لیکن کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس امید میں کہ شاید وہیں سے کچھ پتہ چل جائے۔ لیکن اس خاتون نے میرے بکس میں مُردہ بچہ کے دستیاب ہونے کا واقعہ چھپاتے ہوئے بھی میرے متعلق جو حالات بیان کئے۔ وہ ایسے تھے۔ کہ اُن کی بدولت والد کے بدترین مشتبہات مضبوط ہوگئے۔ اور انھوں نے سمجھ لیا۔ میں واقعہ میں گنہگار ہو چکی ہوں۔ اُنہوں نے کئی ہفتوں تک لندن میں میری بے سود تلاش جاری رکھی۔ اور اُس کے بعد دل شکستہ ہو کر وطن کو واپس آ گئے۔ اور وہیں جان دی۔

جب میں نے اُن کی سرد لاش دیکھی۔ اور اُس کے بعد جب میں اُن کے جنازے کے پیچھے پیچھے اُس قبرستان تک گئی۔ جس کے گرجا میں بیس سال تک وہ نیکی کی تلقین کرتے رہے تھے۔ تو مجھے اپنی حالت پر بے حد ندامت ہوئی۔ میں دیکھتی تھی۔ کہ ایک نیک باپ کی لڑکی کا کیسا بُرا انجام ہوا۔ آخر جب پادری نے جنازہ کی دعا پڑھتے ہوئے یہ الفاظ کہے "مٹی کو پھر مٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔" اور اس کے بعد جب تابوت کو سرد اور تاریک قبر میں اتار دیا گیا۔ تو میرے دل میں جس قسم کے خیالات پیدا ہوئے۔ انہیں بیان کرنا لاحاصل ہے۔ آپ خود اُس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں۔ کہ اُس کیفیت کو بیان کر سکوں۔

والد کی تجہیز و تکفین ختم ہوئی۔ تو بھائی نے مجھ سے واقعاتِ گذشتہ کی کیفیت طلب کی۔ اُسے اس بات کا یقین نہ آسکتا تھا۔ کہ جس کی تربیت بچپن سے اسقدر احتیاط کے ساتھ کی گئی ہو۔ اور جسے ایسے اچھے اخلاقی سبق دیئے گئے ہوں۔ وہ از خود گناہ کی زندگی پر مائل ہو سکتی ہے۔ اُسے یقین تھا۔ کہ ضرور کسی نے مجھے ورغلایا ہے۔ میں نے اُسکے گلے مل کر زار زار روتے ہوئے سارے حالات بیان کئے۔ اُسی طرح جیسے اب آپ کے روبرو بیان کر رہی ہوں۔ اس سے دوسری صبح کو وہ ناگہاں کسی طرف کو چلا گیا۔ اور اُس کی عدم موجودگی سے میرے دل میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہونے لگے۔ جن کی افسوس کہ جلدی ہی تصدیق ہو گئی۔ کیونکہ اس کے چار دن بعد۔ لندن کے ایک ڈاکٹر نے مجھے اطلاع دی۔ کہ تمہارا بھائی ایک شخص لارڈ ڈنسٹیبل کے ساتھ ڈوئل لڑا تھا اُس میں ایک مہلک زخم لگنے سے مر گیا۔ کون؟ وہی لارڈ ڈنسٹیبل جس سے میں اچھی طرح واقف تھی۔

دل نے کہا۔ کم بخت تو ہی اپنے غریب باپ اور نیک نہاد بھائی کی قاتل ثابت ہوئی ہے۔ ہر چند کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اُن کے دلوں پر خنجر کا وار نہ کیا تھا۔ تاہم میرے ہی طرزِ عمل نے انہیں قبر تک پہنچایا۔ میں اپنے آپ سے نفرت کرنے لگی۔ اور اپنی ذات کو بیحد ملامت کرتی رہی۔ لیکن میرے خیالات کی یہ تلخی کسی حد تک اُن فوری تیاریوں کے ذریعہ رفع ہو گئی۔ جو مجھے لندن کی طرف واپس جانے کے لئے کرنی پڑیں۔ میرے پاس اسقدر روپیہ نہ تھا۔ کہ خاص کرایہ کی گاڑی حاصل کرتی۔ اس لئے میں اُس گاڑی کی منتظر

رہی۔ جو پورٹسمتھ سے چل کر ہمارے گاؤں سے ہوتی ہوئی لندن جاتی تھی۔ میں نے یہ سوچ لیا کہ آئندہ میرا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے۔ بھائی اور والد دونوں فوت ہو گئے۔ اور میں اُس جگہ رہنا گوارا نہ کر سکتی تھی۔ جہاں کسی زمانہ میں ہم مل جل کر راحت کی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ اسکے علاوہ میں سمجھتی تھی۔ کہ یہ مکان اُس نئے پادری کے لیئے درکار ہوگا۔ جسے والد مرحوم کی بجائے مقرر کیا گیا تھا۔ آخر میں نے گاؤں کے ایک وکیل کو بلوا کر اُس سے درخواست کی کہ جو تھوڑی بہت جائداد مجھے ورثہ میں ملی ہے۔ اسے فروخت کر کے مجھے اسکی نقدی حاصل کر دیجیئے۔ میں نے یہ بھی کہا۔ کہ چند دن میں آپکو اطلاع دونگی۔ لندن میں میرا پتہ کیا ہے۔ اُسوقت آپ نے وہ نقدی وہاں بھیج دینا۔ کچھ چیزیں اپنے رشتہ داروں کی اپنے پاس یادگار کے طور پر رکھ لیں۔ اور جب کہ میں اُنھیں دیکھ دیکھ کر زار و قطار روتی تھی۔ میں نے اس بات کا مصمم عہد کر لیا۔ کہ آئندہ نیکی کی زندگی بسر کرونگی۔ اور اپنے پچھلے گناہوں کو توبہ اور استغفار کے آنسوؤں سے دھونے کی کوشش کرتی رہونگی۔

کرایہ کی گاڑی جو پورٹسمتھ سے چلا کرتی تھی۔ دوپہر کے بعد گاؤں میں آئی۔ اور میں نے دیکھا۔ اُس میں ایک ہی شخص سوار نہ تھا۔ اس طریق پر میں اس میں بیٹھ کر کھلے طور سے اپنی اُس غم کا اظہار کر سکی۔ جو اپنی گذشتہ زندگی کی بداعمالیوں پر محسوس ہوتا تھا۔ خصوصاً اسوقت جبکہ میں اپنے مقامِ ولادت کو ہمیشہ کے لیئے خیرباد کہنے کو تھی۔ یہ امر مجھے بیحد تلخ معلوم ہوا۔ کہ اب اس دنیا میں میرا کوئی گھر نہیں رہا۔ طبیعت انتہا درجہ افسردہ تھی۔ کیونکہ دونوں قریبی رشتہ داروں کی وفات کے بعد اپنے وطن کو خیرباد کہنے کا رنج اور بھی زیادہ تلخی پیدا کر رہا تھا۔ دل میں یہ سوچکر اپنے آپ کو بیحد ملامت کر رہی تھی۔ کہ افسوس والد کی موت کے وقت اُسکے قریب نہ ہوئی۔ بھائی کے مارے جانے کے وقت جس نے اپنی بدنصیب بہن کی بے عزتی کا بدلہ لیتے ہوئے جان دی تھی اُسے الوداع نہ کہہ سکی۔ آہ! میں کتنی بدنصیب ہوں۔ اب دنیا میں نہ میرا کوئی دوست اور نہ کوئی گھر تھا۔

گھاڑی لندن پہنچکر اسی وائیٹ ہارس سیلر کی سرائے میں ٹھیری۔ میں نے ایک اور کرایہ کی گاڑی حاصل کی۔ اور سیدھی اُس ڈاکٹر کے مکان پر پہنچی۔ جس نے مجھے بھائی کے

انتقال کی خبر دی تھی - اسی مکان پر اُس بدنصیب نے دم واپسیں لیا تھا - مجھے معلوم ہوا کہ ڈوبل بیزواٹر کے قریب ہوا تھا - دشمن کی گولی بھائی کے سینہ میں لگی - اور گو وہ اس کے چند گھنٹہ بعد زندہ رہا - مگر زبان سے کوئی لفظ ادا نہ کرسکا - لارڈ ڈنسٹیبل نے ڈاکٹر سے درخواست کی تھی - کہ اس بدنصیب کی پورے طور سے نگہداشت اور علاج کیا جائے اور اُسکے بعد فوراً ہی خود یورپ کو روانہ ہوگیا تھا - لیکن دونوں یعنی لارڈ ڈنسٹیبل اور غریب ایڈگر نے ڈاکٹر کو اس ڈوبل کے اسباب سے واقف کرنا مناسب نہ سمجھا تھا - ڈاکٹر کو صرف اُن کاغذات کی بدولت جو میرے بھائی کی جیبوں میں پائے گئے - معلوم ہوسکا - کہ میں اُس کی بہن ہوں - اور گلفورڈ میں رہتی ہوں - اُسی گھبراہٹ اور اضطراب کی حالت میں جو ڈوبل کے بعد پیش آیا - ڈاکٹر کو یہ پوچھنا اور لارڈ ڈنسٹیبل کو یہ بتانا یاد نہ رہا - کہ زخمی نوجوان کے رشتہ دار کہاں رہتے ہیں - اسلئے اگر بھائی کی جیبوں میں کاغذات نہ ملتے - تو ڈاکٹر کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ کسے اُس کی موت کی اطلاع دی جائے - اور اس طریق پر میں شاید جہینوں یا شاید برسوں بھائی کی قبل از وقت موت سے بے خبر رہتی - میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس نے اس سارے معاملہ کو پوشیدہ رکھنے میں کسقدر دوراندیشی سے کام لیا ہے کوئی نشان اس قسم کا باقی نہ رکھا تھا - جس سے معلوم ہو - کہ یہ ڈوبل میری وجہ سے لڑا گیا

حسب معمول لاش پر کارونر کی تحقیقات ہوئی - لیکن چونکہ بیان کیا گیا - کہ میں اس ڈوبل کے وقت لندن میں موجود نہ تھی - اس لئے میرا بیان نہ ہوا - اور اس طرح میں ایک دردناک امتحان سے بچ رہی - آخر اُس کی لاش کو دفن کیا گیا - اور میں نے اپنے ہاتھ سے اُس پھول کو جو میری بداعمالیوں کیوجہ سے عین عالم شباب میں مرجھا گیا تھا - تہ خاک دفن کیا - ڈاکٹر کے کنبہ کے لوگ میرے ساتھ بڑی مہربانی کا سلوک کرتے رہے - اور ابتک میں انہی کے ہاں مہمان تھی - لیکن جب دفن کفن کے مراسم ہوچکے - تو میں نے ضروری سمجھا - کہ کوئی فیصلہ کن طریق عمل اختیار کیا جائے - تاکہ میرا وجود ڈاکٹر پر بار ثابت نہ ہو - ڈاکٹر نہایت شریف آدمی تھا - اُس نے مجھ سے بہت سے سوالات پوچھے - اور جب اُسے معلوم ہوا - کہ میں یتیم اور بے یار و مددگار ہوں - تو اُس نے اصرار کیا - کہ تم چند ہفتے اور اسی مکان میں ٹھیرو - میں اتنے میں تمہارے لئے کہیں استانی کی جگہ تلاش کردوں گا - میں نے اپنے

گاؤں کے وکیل کو اپنا پتہ لکھدیا۔ اور اُس نے بواپسی ڈاک، ۳ پونڈ کی رقم جو والد کے جمع کردہ سامان فرنیچر کی فروخت سے حاصل ہوئی تھی۔ بھیجدی۔

اس کے بعد چھ ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس اثنا میں ڈاکٹر اور اُس کے کنبہ کے لوگ میرے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک کرتے رہے۔ لیکن یکایک، وہ غریب بعض مصیبتوں میں مبتلا ہوگیا۔ اور ایک دغاباز دوست کی چالبازی نے اُسے امارت کے درجہ سے افلاس کی حد کو پہنچا دیا۔ اس افسوسناک انقلاب کا اُسکے دل پر ایسا اثر ہوا۔ کہ اُس نے خودکشی کر لی۔ اُس کا بھائی چڑچڑے مزاج کا خودغرض آدمی تھا۔ اُس نے اب اس کی بیوہ اور بچوں کا انتظام اپنے ہاتھ لیا۔ اور میرے لئے سوائے اُس کے چارہ نہ تھا کہ اُس مکان کو بھی خیرباد کہوں۔ ناچار میں نے اُنکو جو میرے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک کرتے رہے تھے۔ بادل ناخواستہ الوداع کہی۔ اور ایک چھوٹے سے کرایہ کے مکان میں چلی گئی۔ جہاں اول مرتبہ مجھے اپنی تنہائی اور محتاجی کا تلخ احساس شروع ہوا۔ میں نے اخبارات میں اس مطلب کا اشتہار درج کرادیا۔ کہ اگر کسی سکول یا معزز گھرانہ میں استانی کی ضرورت ہو۔ تو اُس کے لئے میں اپنی خدمات پیش کرتی ہوں۔ اس اشتہار کی بدولت میرے پاس بہت سی چٹھیاں آئیں۔ لیکن میں اپنے سابق زمانہ تعلیمی کی کوئی سند پیش نہ کر سکی۔ مسٹر لیکن اور لیڈی ہین فیدر کا حوالہ دینا خارج از بحث تھا اور میری یتیمی کیوجہ سے کسی کو رحم آتا ہی نہ تھا۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گذر گیا۔ اور اُس وقت میں نے دیکھا۔ کہ اب میں ہر طرح سے مایوس اور بے سروسامان ہو چکی ہوں حیران تھی کہ اب کیا ہوگا۔ آخر کچھ سوچکر اس ولی ہوس کو ہولی۔ اور وہاں مس ایڈلین الفلیڈ کا نام پوچھا۔ خادمہ نے کہا۔ تم کون ہو؟ میں نے نام بتایا۔ اور دس منٹ تک ہال میں اُس کی واپسی کی منتظر رہی۔ اس کے بعد مجھے ایک چھوٹے لیکن نہایت شاندار کمرہ میں پہنچایا گیا۔ اور اُسکے ذرا دیر بعد ایڈلین اندر داخل ہوئی۔ وہ بڑی نفرت اور نخوت کے انداز سے میری طرف آئی۔ اور کہنے لگی۔ تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ میں نے کہا مس ایڈلین کیا میں تمہاری دوستی پر کوئی دعوٰے نہیں رکھتی؟ کہنے لگی بہتیر اُس گفتگو کو یاد کرنا چاہئے جو گذشتہ ملاقات کے موقعہ پر ہوئی تھی۔ روپیہ کی ضرورت ہو۔ تو میں آخری مرتبہ کچھ تمہیں کچھ مدد دے سکتی ہوں۔ مگر حالات کا تقاضا یہ ہے کہ آیندہ میں نہ کبھی تم سے ملوں گی

نہ تمہیں پہچانونگی۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور میں نے پوچھا۔ تمہاری خاطر سے میں نے جو تکلیفیں برداشت کیں۔ کیا اُن کا یہی صلہ ہے؟ تمہیں وہ بات یاد نہیں۔ کہ تمہاری نیکنامی پر حرف لانا میرے بس میں ہے؟ اُس نے جھلا کر کہا مس ہچنین تم مجھے اس طرح دھمکاؤگی۔ تو یاد رکھو۔ میں تم سے ویسا سلوک کرونگی۔ جو ان حالات میں مناسب سمجھا جا سکتا ہے۔ اول تو تم اُس واقعہ کو ظاہر کرنے کی جرأت کرو۔ تو کوئی تمہاری بات پر یقین نہ کریگا۔ پھر اپنی بدنامی کا داغ مجھ پر منتقل کرنے کی کوشش سے تم بجائے کوئی فائدہ حاصل کرنے کے اُلٹا میرے خاندان کو اپنا دشمن بنا لوگی۔ اور دنیا تمہیں ایک مکّار اور چالباز عورت سمجھنے لگے گی۔ میں نے معاملہ پر غور کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ بات سچی ہے۔ لیکن اس گفتگو سے میرے جذبات اور احساسات کو سخت صدمہ پہنچا تھا اور میں ایڈیلین کی انتہائی ناسپاسی کو دیکھ کر سخت رنجیدہ ہو رہی تھی۔ اُس نے روپوں کا بھرا ہوا ایک بٹوا مجھے دینا چاہا۔ لیکن میں نے حقارت سے پرے ہٹا کر کہا۔ مس انفیلڈ اِس وقت سے میں تمہارے راز کو پوشیدہ رکھنا اپنا فرض نہیں سمجھتی۔ اور قبل اس کے کہ وہ ایک لفظ بھی زبان سے نکالے۔ میں جلدی سے کمرہ سے باہر چلی گئی۔

جب میں واپس اس مکان پر آئی۔ جہاں کرایہ پر رہتی تھی۔ تو دروازہ پر مالکہ مکان ملی۔ کہنے لگی۔ بتاؤ تم پندرہ دن کا کرایہ جو واجب الادا ہے۔ دے سکتی ہو۔ انہیں میں نے کہا۔ مجھے اُس جگہ سے جہاں گئی تھی۔ بہت مایوسی ہوئی ہے۔ لیکن چند دن کے عرصہ میں . . . وہ کہنے لگی۔ جن لوگوں نے روپیہ ادا کرنا ہو۔ وہ ہمیشہ مایوس ہو کر آیا کرتے ہیں۔ میں تمہارا سامان اُسوقت تک یہاں رکھوں گی۔ کہ تم کرایہ ادا کر سکو۔ اور مکان آج ہی سے کسی اور شخص کو جو کرایہ ادا کرے دیدونگی۔ بس اب جاؤ۔ تمہارے لئے اس مکان میں جگہ نہیں ہے۔ اتنا کہکر اُس نے دروازہ زور سے بند کر دیا۔ اس تازہ مصیبت نے مجھے اور بھی زیادہ مایوس کیا۔ میں افسردگی کی حالت میں مکان سے ایک طرف کو ہٹ گئی۔ اُس وقت میری آنکھوں میں آنسو نہ تھے۔ کیونکہ غم کی ایک انتہائی حالت ایسی بھی ہوتی ہے۔ آنسو جس کے اظہار سے قاصر رہتے ہیں۔ میری مایوسی اب حد انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

میں نے صبح سے کھایا کچھ نہ تھا۔ بھوک سے جان پر بنی ہوئی تھی۔ لیکن جیب میں

ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ اوپر سے سردی کا موسم۔ میں حیران تھی۔ رات کو کہاں سوؤں گی۔ اُسوقت مجھے اپنی اُس نخوت پر افسوس پیدا ہوا جس کی بدولت میں نے ایڈلین کا پیش کردہ روپیہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب اُسکے ساتھ مصالحت کی بھی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی۔ میں نے اُسے دھمکیاں دی تھیں۔ اور میں اچھی طرح سمجھتی تھی۔ کہ ایڈلین جیسی مغرور لڑکی اس واقعہ کے بعد دوبارہ صلح پر آمادہ نہ ہو سکے گی۔ مایوسی کی ایسی حالت میں جو ہر لمحہ خودکشی کی خواہش پیدا کرتی تھی۔ میں بہت دیر تک بازاروں میں پھرتی رہی۔ اسوقت اپنے گھر کی راحتیں اور بچپن کے زمانہ معصومیت کی یاد ایسے طریق پر دل میں پیدا ہوئی کہ میں اُس کے بوجھ کے نیچے کچلی جا رہی تھی۔ مجھے اپنے مرحوم باپ اور نیک نہاد بھائی کا خیال آیا۔ اُن دونوں کا جو میری بدچلنی کیوجہ سے موت کا شکار ہو چکے تھے یہاں تک کہ شام ہونے کو آئی۔ اور میں بدستور مایوس اور بے سروسامان بازاروں میں پھر رہی تھی۔ رات بسر کرنے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا۔ اسیطرح وقت گذرتا گیا۔ گرجا کے گھڑیال نے آدھی رات کا گجر بجایا۔ اور اسوقت میں جیرارڈ سٹریٹ سوہو کے ایک مکان کے دروازہ پر تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی بیہوشی نے میری ساری تکلیفوں کا خاتمہ کر دیا۔

جب ہوش میں آئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں۔ کہ میں ایک آرام دہ بستر پر پڑی ہوں۔ اور دن کی روشنی ایک خوشنما کمرہ کی کھڑکیوں سے اندر داخل ہو رہی ہے۔ میں حالت اضطراب میں اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور کمرہ میں ادھر اُدھر نظر ڈالی۔ بستر کے قریب ایک چھوٹی سی میز پر گلاس میں تھوڑی پورٹ شراب اور ایک برتن میں شوربہ پڑا تھا۔ میں نے ان حالات نیز اپنے احساسات کو پیش نظر رکھ کر معلوم کیا۔ کہ کسی شخص نے ازراہ فیاضی مجھے بازار سے اٹھا کر اس مکان میں پہنچا دیا ہے۔ اور اسی نے میری نگہداشت کی ہے۔ لیکن جب میز سے ہٹ کر میری نظر کمرہ کی دیواروں پر پڑی۔ تو مجھے یہ دیکھ کر کسیقدر صدمہ بھی ہوا۔ کہ وہاں بہت سی نامناسب اور کسی حد تک فحش تصویریں لٹکی ہوئی ہیں۔ میں ابھی ناگوار خیالات کی الجھن میں تھی۔ کہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت جو بڑی موٹی تازی تھی۔ جس کی آنکھیں بھورے رنگ کی چھوٹی۔ اور ناک سرخ تھی۔ کمرہ میں داخل ہوئی۔ اُس نے ایک سُوتی گون پہنی ہوئی تھی۔ اور سر پر ایک میلی سی رات کے پہننے

کی ٹوپی تھی۔ وہ بڑے اخلاق کے ساتھ مسکراتی ہوئی میری طرف آئی۔ اور بظاہر اطمینان کی نظر سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگی۔ کیوں بیٹی اب کیا حال ہے؟ شکر ہے کہ اب تم پہلے سے اچھی ہو۔ توبہ! جس وقت میں نے آدھی رات کو تمہیں دروازہ پر پڑا دیکھا تو حالت ناقابل بیان تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ اُس کی طرف پھیلاتے ہوئے کہا۔ میڈم میں آپ کی نیکیوں کا صلہ کیونکر ادا کرسکتی ہوں۔ اُس نے میرا ہاتھ گرمجوشی کے ساتھ دبایا۔ اور کہنے لگی۔ میں تمہارے جیسی شیریں مزاج جوان لڑکی کی خدمت کرکے بہت خوش ہوئی ہوں۔ پھر اُس نے مجھ سے بہت سے سوالات پوچھے۔ اور میں نے اُسے بتایا۔ کہ میں ایک پادری کی یتیم لڑکی ہوں۔ مجھے کہیں استانی کی جگہ نہ مل سکی۔ اور مالکہ مکان نے میرا اسباب رکھ کر مجھے گھر سے باہر نکال دیا۔ اگر مجھے آدھی رات کے وقت بچایا نہ جاتا۔ تو میرا مرجانا یقینی تھا۔ جب میں نے اپنی زندگی کی داستان میں سے اسقدر حالات جن کا تذکرہ مناسب تھا۔ بیان کردیئے۔ تو وہ کہنے لگی۔ تم ایک پادری کی یتیم لڑکی ہو۔ کسقدر عجیب معاملہ ہے۔ کہ غریب پادریوں کی لڑکیاں ہمیشہ تکلیف میں مبتلا ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن تم حوصلہ رکھو۔ میں ہر طرح سے تمہاری مدد کروں گی۔ پہلے تم مجھے اپنی سنگدل مالکہ مکان کا پتہ دو۔ کہ میں اُس کی واجب الادا رقم بھیجکر تمہارا سامان منگواؤں۔ میں نے اُسے اُس کا پتہ دیا۔ اور ساتھ ہی دوبارہ اُس کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا۔ اُس نے پیار سے میرے رخسار کو چھوا۔ اور یہ کہہ کر کہ میں تمہارے کھانے کو کچھ بھیجتی ہوں۔ کمرہ سے باہر چلی گئی۔ چند منٹ کے عرصہ میں ایک خوبصورت صاف ستھری خادمہ بہت بڑا تھال لئے کر اندر داخل ہوئی جس میں قہوہ کی پیالی۔ گرم بند انڈے اور اس قسم کا اور سامان موجود تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا۔ اس مکان کی نیک نہاد مالکہ کا نام کیا ہے؟ اُس نے ایسے انداز سے مسکرا کر جو مجھے بہت عجیب معلوم ہوا۔ کہا۔ مسز ہاربی۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا کام کرتی ہیں؟ اُس نے کہا۔ انہوں نے ایک اعلےٰ درجہ کا بورڈنگ ہوس قایم کر رکھا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور خادمہ سامان خوراک رکھ کر باہر چلی گئی۔

میں نے جی کھول کر کھانا کھایا۔ اور اُسکے بعد پھر لیٹ گئی۔ کیونکہ کل کی تکان

ابھی پورے طور سے نہ اُتری تھی - اسی حالت میں مجھے اونگھ آگئی - اور جب میں بیدار ہوئی - تو دیکھا - مسز ہارپی میرے قریب کھڑی ہے - کہنے لگی - میں نے تمہارا سامان منگوالیا ہے - اور کرایہ کے پندرہ شلنگ اداکردیئے ہیں - اُس نے دو ہفتہ کا واجب الادا کرایہ اور ایک ہفتہ کا اس لیئے کہ تم بغیر نوٹس کے چلی آئی ہو - وصول کیا ہے - اُس کا بیان ہے کہ تم بہت نیک چلن لڑکی ہو - اور تمہارے بیان کی پورے طور پر تصدیق کرتی ہے - میں تمہیں اپنی بیٹی کی طرح عزیز جانتی ہوں - آج تمہاری حالت بہتر ہے - تہوڑی دیر میں بھنا ہوا مرغ اور پورٹ شراب کا ایک گلاس بھیجتی ہوں - اس سے تمہاری طبیعت اور سنبھل جائے گی - بتاؤ تم کیا کھانا پسند کرتی ہو؟ میں نے کہا - میری نیک نہاد محسنہ آپ مجھ پر احسانات کا اسقدر بار ڈال رہی ہیں - کہ میں ان میں سے ایک کو بھی ادا نہیں کرسکتی - مسز ہارپی نے کہا - عزیز لڑکی - تم اس ذکر کو جانے دو - میں تمہاری خدمت کرکے بہت خوش ہوتی ہوں - لیکن تم ایک یادداشت اس بات کی رکھتی جاؤ - کہ میں تمہیں کیا دے رہی ہوں - کچھ عرصہ میں میں تمہیں ایک جگہ دلوادونگی - اور اسوقت یہ روپیہ تم واپس کرسکوگی - میں یہ سنکر بہت خوش ہوئی اور میں نے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر جو مسز ہارپی نے اپنی جیب سے نکالا - دستخط کردیئے - اُس نے بڑی محبت سے میرا بوسہ لیا - اور کہنے لگی - میں اور لڑکیوں کو تمہارے پاس بھیجتی ہوں - تم کھانا کھالو - تو وہ گھنٹہ دو گھنٹہ تمہارے پاس بیٹھ کر جی بہلائیں گی -

چار بجے کے قریب وہی قبول صورت خادمہ بھنا ہوا مرغ اور شراب کا ایک گلاس لے کر دوبارہ آئی - اور جب دسترخوان بڑھادیا گیا - تو پانچ خوبصورت جوان لڑکیاں کمرہ میں داخل ہوئیں - ان کی عمر، اسے ۲۳ سال تک مختلف تھی - بڑی ملنسار لڑکیاں تھیں - لیکن ان کی صورت دیکھ کر ایک بات جو مجھے کھٹکی - وہ یہ تھی - کہ انھوں نے اس قسم کے گون پہنے ہوئے تھے - جن میں ان کی خوشنما دو رچھاتیوں کا بڑا حصہ نمایاں طور پر دکھائی دیتا تھا - اور اس بات کو میں اصول اخلاق سے بعید سمجھتی تھی - بہرحال ان کے طرز عمل میں دوستی کی حقیقی جھلک موجود تھی - اور ان کی صحبت میں بہت جباد مجھے ان کے لباس کی یہ خصوصیت فراموش ہوگئی - تہوڑی دیر میں مسز ہارپی

نے ایک بوتل شراب اور کچھ پھل بھیجے۔ اور لڑکیاں انہیں بڑی خوشی سے کھاتی پیتی اور قہقہہ لگاتی رہیں۔ جب شراب کا دور سرگرمی سے چلنے لگا۔ تو ان کی زبان میں نسبتاً آزادی پیدا ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ گفتگو عشق کے معاملات پر شروع ہو گئی۔ بظاہر وہ اس مضمون میں ماہر تھیں۔ کیونکہ جسقدر زیادہ شراب وہ پیتی جا رہی تھیں۔ اسی قدر ان کی زبان زیادہ آزاد ہوتی جاتی تھی۔ انہوں نے مسز ہاربی کی عنایتوں کا اور اس دل خوش کن زندگی کا ذکر کیا۔ جو وہ اس کے مکان میں بسر کرتی تھیں۔ اور اعلے لوگوں سے اپنی واقفیت پر بھی فخر کا اظہار کرنے لگیں۔ وہ شہر کے کم و بیش ہر ایک نوجوان لارڈ یا مالدار شخص سے واقف معلوم ہوتی تھیں۔ اور رہ رہ کر ان کی خصوصیتوں پر بحث کرنے لگتی تھیں جوں جوں شراب کے جام پینے سے ان کے خون میں حدت پیدا ہوتی گئی۔ اسیقدر ان کی گفتگو میں آزادی کی جھلک بڑھتی گئی۔ اور آخر کار ان کی زبان سے بعض کلمات ایسے بھی نکلنے لگے جنہیں سنکر میرے رخساروں پر حیا کی سرخی پیدا ہوتی تھی۔ میں ان کی اس حد سے بڑھی ہوئی آزادی سے متعجب ہوئی۔ مگر زبان پر کوئی بات لانے کی جرائت نہ ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ ان کی پاکیزگی کے متعلق بھی میرے دل میں شبہات پیدا ہونے لگے تھے کہ یکایک زینہ کے قریب گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ جسے سنکر وہ سب اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور تیزی سے کمرہ سے باہر چلی گئیں۔ میں ان کے عجیب خصائل کو دیکھ کر بہت دیر تک بحر تحیر میں غوطے کھاتی رہی۔

خیر وہ دن میں نے مسز ہاربی کے کہنے سے بستر ہی میں بسر کیا۔ مگر شام کو ان لڑکیوں کے چلے جانے پر مجھے نیند کی حاجت نہ رہی۔ اور نیند کی رغبت پیدا بھی کس طرح ہوتی۔ کیونکہ رات کے ۱۱ بجے کے قریب مکان میں غیر معمولی چہل پہل اور ہماہمی پیدا ہو گئی۔ کوئی اوپر جاتا اور کوئی نیچے آتا تھا۔ کسی طرف دروازوں کے بند ہونے اور کھلنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ہنسی۔ قہقہہ کی صدائیں ہر در و دیوار سے گونج رہی تھیں۔ قابوں پر رکھے ہوئے شیشے کے چمکدار گلاس مے ارغوانی سے لبریز مختلف کمروں میں پہنچائے جاتے تھے۔ اور اس تمام شور و غل میں مردوں کے پرفروش قہقہہ کی آوازیں غالب سنائی دیتی تھیں۔ یہ حالت کم و بیش رات کے ۲ بجے تک قائم رہی

اس کے بعد امن و امان قایم ہو گیا۔ مگر ان حالات کو دیکھ کر میرے دل میں مسز ہارپی کے مکان کی نسبت طرح طرح کے شبہات پیدا ہونے لگے۔ گو میں نے انہیں مختلف دلیلوں سے دور کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ مسز ہارپی نہ صرف بظاہر ایک نیک نہاد عورت تھی۔ بلکہ اس نے مجھ سے غیر معمولی طور پر نیکی کا سلوک کیا تھا۔ آخر اسی ادھیڑ بن کی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔

جب دن نکلا۔ اور وہی خادمہ میرے لئے صبح کا ناشتہ لیکر آئی۔ تو میں نے پوچھا رات یہ شور و غل کیسا تھا۔ وہ لاپروائی سے کہنے لگی۔ اوہ! مسز ہارپی بہت خوش مزاج عورت ہیں۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ میں نے بستر پر ہی ناشتہ کیا۔ اور اس کے بعد اٹھ کر کپڑے پہنے ہی تھے کہ کمرہ کے ایک طرف کا دروازہ بڑی تیزی کے ساتھ کھلا۔ اور مجھے کسی مرد کی آواز یہ کہتے سنائی دی۔ کہ اگر اتنی بڑی رقمیں اس گھر میں لٹانے کے بعد وہ بڑھیا مجھے ایک بوتل شراب کی اُدھار نہیں دے سکتی۔ تو میرے یہاں آنے پر پھٹکار ہے۔ ٹلڈا خدا حافظ میں چلتا ہوں۔ یہ لو ایک اشرفی تمہارا انعام ہے۔ آج کے بعد قسم ہے۔ جو میں اس گھر میں آؤں۔ اتنا کہہ کر شخص مذکور زور زور سے سیڑھیوں سے اترنے لگا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس بدسلوکی سے سخت ناراض ہے۔ اور مس ٹیلڈا جو ان لڑکیوں میں سے ایک تھی۔ جو پہلی شام کو میرے پاس بیٹھی رہی تھیں۔ دروازہ زور سے بند کر کے اپنے کمرہ کو چلی گئی۔ اس واقعہ نے میری آنکھیں کھولدیں۔ اور میں نے جان لیا۔ کہ قسمت نے مجھے ایک کوٹھی خانہ میں لا ڈالا ہے!

اس خیال کے آتے ہی میں بے سدھ ہو کر ایک کرسی پر گر پڑی۔ اور زار زار رونے لگی۔ اے آسمان۔ میرے مقدر میں ابھی کیا کیا انقلابات لکھے ہیں! کیا میں گناہ کے گڑھے میں یہاں تک گر چکی ہوں۔ کہ میرے لئے کوٹھی خانہ کے سوا رہنے کی کوئی جگہ نہیں! اس واقعہ کے بعد تھوڑی دیر تک میری یہ حالت رہی گویا ہوش و حواس جواب دے چکے ہیں۔ یکایک دروازہ کھلا۔ اور مسز ہارپی خود کمرہ میں داخل ہوئی۔ مجھے اس حالت میں دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوئی۔ اور کچھ کہنے کو تھی۔ کہ میں نے اسکے قدموں میں گر کر کہا۔ سیڈہم خدا کے لئے ایک بیکس یتیم لڑکی کی حالت زار پر رحم کرو۔ اور مجھے اسیوقت

اسے خوف اور حیرت کے انداز سے دیکھا۔ وہ میری طرف نظر ڈال کر کہنے لگا۔ لیڈیا تم اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ کیا میری صورت کچھ خوفناک ہے؟ اتنا میں بھی جانتا ہوں۔ کہ ہماری یہ ملاقات نہایت عجیب حالات میں ہوتی ہے۔ اس گھر کی مالکہ نے مجھے کہلا بھیجا تھا۔ کہ میں نے تمہارے لئے ایک تحفہ حاصل کیا ہے۔ لیکن اس کی مجھے امید نہ تھی۔ کہ وہ تحفہ تم ہو۔ میں نے انداز خشم سے کہا۔ مائی لارڈ اس گھر میں میری موجودگی واقعات کی اس زنجیر کی ایک کڑی ہے۔ جس کی ابتدا تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔ میری ساری ذلتوں۔ بدنامیوں اور مصیبتوں کا اصلی باعث تمہیں ہو۔ صد حیف کہ تم نے میری ذاتی تباہی کو ناکافی سمجھ کر میرے بدنصیب بھائی کی بھی جان لی۔ وہ بولا۔ سنو لیڈیا تم بعض غلط فہمیوں میں پڑی ہوئی ہو۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی جوان عورت باغ میں یا کسی اور مقام پر جوان مرد سے اس قدر بے تکلفی سے ملے تو اسے اس ملاقات کے نتائج کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ رہا تمہارے بھائی کا معاملہ سو تم جانتی ہو۔ اس نے بڑی سرکشی کے ساتھ مجھ سے ڈوئیل لڑنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور گو میں نے اسے اپنے نائب کی معرفت کہلا بھیجا کہ اسکا میرے ہاتھوں مارا جانا یقینی ہے۔ مگر اس تنبیہ کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر وہی ہوا۔ جس کا مجھے خیال تھا۔ یعنی اسے میرا زخم کاری ہی پیا۔ میں نے کہا۔ ہائے افسوس۔ تمہیں اس کا بھی خیال نہ آیا۔ جو رشتہ میں اسکی بہن اور تمہاری معشوقہ تھی۔ وہ بولا مجھے اس وقت سب سے بڑھ کر خود اپنا خیال تھا۔ میں جانتا تھا۔ کہ اگر میں نے اسے پہلے وار میں ہی نہ مار دیا۔ تو وہ یہی فرض مجھ پر ادا کرے گا۔ اس لئے میں نے اسے دوسرے وار کا موقعہ ہی نہ دیا!

میں نے نفرت کے لہجہ میں کہا مائی لارڈ ہوش میں آئیے۔ ایک ایسے اہم معاملہ کو یوں باتوں میں اڑانا نہایت شرمناک ہے۔ وہ بولا سنو لیڈیا۔ میں اس گھر میں اخلاق کی تلقین حاصل کرنے نہیں آیا۔ صاف طور پر جواب دو۔ تم میرا یہاں رات رہنا پسند کرتی ہو یا نہیں۔ کیونکہ میں بہر حال تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ میں نے کہا نہیں ہزار بار نہیں۔ مجھے تمہارا ہاتھ اپنے بدنصیب بھائی کے خون سے سرخ نظر آتا ہے۔ اس نے سرد مہری سے کہا۔ خیر لیڈیا تمہاری مرضی یوں ہے۔ تو میں جاتا ہوں۔ لیکن تمہاری سابقہ واقفیت کا خیال تقاضا کرتا ہے۔ کہ میں اپنی طرف سے کسی سختی کا اظہار نہ

کروں۔ اس نے یہ فقرہ جس انداز سے کہا اس سے متنفر ہوکر میں نے دوسری طرف کو منہ پھیر لیا تھا۔ اور اس لئے مجھے معلوم نہ ہوا وہ چند منٹ کیلئے کمرہ میں رکا رہا۔ پھر خدا حافظ اللہ کی کہکر وہ کمرہ سے نکل گیا۔ اور سیڑھیوں سے اترتے وقت ناٹک کا ایک مشہور گیت سیٹی بجا کر گاتا رہا۔

وہ بمشکل باہر کے پھاٹک تک پہنچا ہوگا۔ کہ مسز ہارپی میرے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور کہنے لگی میری عزیز بیٹی تم نے اس نوعمر امیرزادہ سے بہت اچھی طرح سلوک کیا ہے۔ کیونکہ میں نے دیکھا وہ تم سے خوش خوش رخصت ہوا ہے۔ بھلا وہ کیا دے گیا ہے؟ میں نے حیرت زدہ ہوکر کہا۔ مجھے کیا دے جاتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس خوفناک عورت کے چہرہ کو نفرت کی نظر سے دیکھنا شروع کیا۔ عین اسوقت مسز ہارپی کی نظر میز پر پڑے ہوئے ایک نوٹ پر پڑ گئی۔ اور وہ چلا کر کہنے لگی۔ بخدا وہ صرف نام کا ہی امیر نہیں بلکہ خصلت بھی امیروں جیسی رکھتا ہے۔ پھر اس نے اس نوٹ کو پھرتی سے اٹھاتے ہوئے کہا۔ بہت خوب یہ تو بیس پونڈ کا نوٹ ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ اور کہا میڈم ٹھیر جاؤ۔ میں اس رقم کا ایک پیسہ بھی اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتی۔ کیونکہ جو شخص اسے چھوڑ گیا ہے۔ وہ حقیقت میں میرے بھائی کا قاتل ہے۔ عمر رسیدہ عورت لاپروائی سے بولی۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ وہ کس کا قاتل ہے۔ اور کون اس کے ہاتھوں قتل ہوا۔ بہر حال یہ رقم موجود ہے اور میں اسے ہرگز چھوڑنا نہیں چاہتی۔ میں نے چلا کر کہا تم!۔۔ کیا تم اس پر قبضہ کرتی ہو؟ وہ بولی ہاں۔ میں نہیں تو اور کون اسکا حقدار ہے؟ کم بخت ناشکری۔ کیا ابھی اسے میں نے تجھے سڑک پر جانکنی کی حالت میں اٹھایا تھا؟ اس کمرہ اور خوراک کی قیمت ایک پونڈ روزانہ ہے۔ کپڑوں کا اور دھلائی وغیرہ کا خرچ اس کے علاوہ ہے۔ میں ایک کراؤن تمہیں جیب خرچ کردیتی ہوں۔ باقی روپیہ تمہارے حساب میں جمع رہیگا۔ اگر اسے بھی تم میری فیاضی نہیں سمجھتی ہو۔ تو پھر میں نہیں جانتی اور کیسے جان سکتی ہو۔ لیکن یہ بات میری فطرت میں داخل ہے۔ کہ میں کسی کا حق چھیننا نہیں چاہتی۔ اتنا کہہ کر اس نے ۵ شلنگ کا ایک سکہ میز پر پھینک دیا۔ اور بیس پونڈ کا نوٹ اٹھا کر باہر چلی گئی۔

لارڈ ڈنسٹیبل کیساتھ میری یہ غیر متوقع ملاقات اور اس کا جو کچھ نتیجہ ہوا۔ اس نے میری ذات پر مہر لگادی۔ اور اسی سے میں نے ہر قسم کے احساس خودداری کو فراموش کردیا۔ اپنے

مجھے کو بھٹی خانہ میں دیکھ لیا تھا۔ اور اس خلاف امید ملاقات کے جوش میں میں نے اس کے روبرو وہ حالات بھی بیان نہ کیئے تھے۔ جو میرے اس منحوس مقام تک آنیکا موجب بنے۔ اس کے علاوہ وہ چلتے وقت کچھ رقم میرے لیئے چھوڑ گیا تھا۔ اور چونکہ میں اسے ناراضگی کیساتھ واپس کرنیسے قاصر تھی۔ اس لیئے خیال آیا۔ کہ قدرتی طور پر وہ سمجھیگا میں نے اسے رکھ لیا ہے۔ ان خیالات نے میرے جذبات خودی کو سخت ضرر پہنچایا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے آیندہ اپنے احساس خودی کو برقرار رکھنے کی کوشش ہی ترک کر دی۔ میرا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا۔ کہ قسمت کے برخلاف اب ہر قسم کی جد و جہد بیکار ہے۔ جس سے مجھے دلی محبت تھی۔ جب اسی کی نظر دل میں اسقدر ذلیل ہو گئی۔ تو اب شہرت اور خودی کا پاس کس کے لیئے ہو؟ چنانچہ حالات سے مجبور ہو کر میں نے اپنے آپ کو قسمت کی رو پر چھوڑ دیا۔ اور میز کے قریب بیٹھ کر ایک گلاس شامپین کا بھرا جس وقت میری نظر اس ساغر ارغوانی کیطرف لگی ہوئی تھی۔ بے اختیار میرے سینہ سے ایک سرد آہ نکلی کیونکہ مجھے یاد آیا۔ اس کمبخت شامپین نے ہی اول مرتبہ مجھے قعر ذلالت کے راستہ پر ڈالا تھا؛ لیکن فوراً ہی اس تلخ یاد کو محو کر کے میں نے بھرا ہوا گلاس پی لیا۔ اور اسکے ساتھ ہی ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ شراب کی حدت نے میری افسردگی کو دور کر دیا تھا۔ مگر اسکے ساتھ ہی مجھے اس ذلت کی راہ میں جس پر میرے قدم اٹھ رہے تھے۔ اور آگے کو دھکیل دیا۔ اس کے بعد جب میں نے ایک گلاس اور اس بادہ احمر کا پیا۔ تو نیکی کا رہا سہا احساس میرے سینہ میں زائل ہو گیا۔ اتنے میں میری ہم جلیس سہیلیاں آ گئیں۔ اور اس مرتبہ میں ان سے بڑے تپاک کیساتھ ملی۔ ہم سب مل کر شراب پیتی اور گفتگو کرتی رہیں۔ اور آخرکار مدہوشی کی حالت میں مجھے بستر پر لٹا دیا گیا۔ صبح کو بیدار ہوئی۔ تو میں گناہ کی اس نئی زندگی کے لیئے پورے طور سے تیار ہو چکی تھی۔

معاف کرنا کہ میں نے اس قسم کے ذلت خانوں کا ذکر اسقدر تفصیل کیساتھ کیا ہے جنمیں سے ایک میں میں ٹھیری ہوئی تھی۔ مسز ہارپی اپنے پیشہ کا ایک قابل تعریف نمونہ تھی۔ جسقدر جوان عورتیں اسکے زیر حفاظت رہتی تھیں۔ ان سے ایک ایک شلنگ اور ایک ایک پنس کی وصولی میں انتہا درجہ کینہ اور بخیل ثابت ہوتی تھی۔ لیکن نفیس سے نفیس قسم کی شراب مہیا کرنے میں وہ بڑی فراخ حوصلہ تھی۔ اگر ہم کبھی اس بات کی شکایت کرتیں کہ ہمیں روز متواتر سرد گوشت ملتا رہا ہے۔ تو وہ جوش میں آ کر چلانے لگتی تھی۔ کہ تم خاصی اچھی

زندگی بسر کر رہی ہو۔ حیف ہے کہ پھر بھی تمہارا اطمینان نہیں ہوتا۔ لیکن کھانا کھا چکنے پر آٹھ دس شلنگ قیمت کی شراب کی بوتل وہ بڑی خوشی سے مہیا کر دیتی تھی۔ ہم اپنی ناپاک کمائی سے جو کچھ حاصل کرتیں۔ وہ اس میں سے کوڑی کوڑی پیسہ پیسہ لے لیا کرتی تھی۔ اور اس نے کبھی ہمیں ہمارا حساب نہیں دکھایا۔ مگر ہمیشہ ہمیں اپنا مقروض ہی ظاہر کرتی رہی۔ وہ جس طریق پر انتظام کیا کرتی تھی۔ اس کا کچھ اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکیگا۔ ایک روز سہ پہر کو میٹیلڈا نے جس کا ذکر میں پہلے کر چکی ہوں۔ اس سے ایک پونڈ مانگا۔ اور کہنے لگی تمہیں یاد ہوگا۔ میں نے اس ہفتہ تمہیں تیرہ پونڈ کما کر دیئے ہیں۔ بڈھی قحبہ نے چلا کر کہا۔ تیرہ! مجھے تو انجیل پاک کی قسم ہے کہ بارہ سے ایک کوڑی زیادہ نہیں لی۔ میٹیلڈا نے کہا۔ خیر بارہ ہی سہی۔ آخر اتنی بڑی رقم سے ایک پونڈ دے دینا کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ مسز ہارپی کہنے لگی۔ بیٹی خدا خدا کر سات پونڈ تو تیرے کھانے اور رہائش کے ہیں۔ دو پونڈ دھلائی کے۔ دس ہوئے۔ ایک پونڈ جھبیوں اور سوئی دھاگا بارہ ہوگئے۔ بتاؤ میرے حساب میں کچھ غلطی ہے؟ میں مدرسہ میں جمع کے سوال حل کرنے میں سب سے ہوشیار لڑکی تھی۔ میٹیلڈا نفرت کے انداز سے کہنے لگی۔ جمع نہیں ضرب کہے۔ ہفتہ بھر میں میں نے ایک چھٹی لکھی تھی۔ اور اس کی اجرت بھی خود دے دی تھی۔ مسز ہارپی نے کہا۔ خیر اچھا میں اسکے متعلق چھٹی رساں سے پوچھ دونگی۔ لو اب میں تمہیں ایک بوتل شامپین کی اور بھیجتی ہوں۔ اور اگر تم نے اس ہفتہ کسی اچھے گاہک کو اپنے قابو میں لے لیا۔ تو میں اگلے ہفتہ تمہیں ایک پونڈ ذاتی خرچ کے لیئے بھی دونگی۔

مسز ہارپی کے ہاں ہماری زندگی کم و بیش غلامی کی حالت میں بسر ہوتی تھی۔ اس نے ہم میں سے ہر ایک سے ۲۰ پونڈ کا دستخطی رقعہ لے رکھا تھا۔ اور اگر کوئی کسی موقعہ پر اس کے مکان سے چلے جانیکا اشارہ بھی کرتی۔ تو وہ فوراً حوالہ پولیس کر دینے کی دھمکی دیتی تھی۔ وہ ہمیں سیر و تفریح کے لیئے بھی مکان سے باہر نہ جانے دیتی تھی۔ کیونکہ اسے اندیشہ لگا رہتا تھا۔ کہیں ہم میں سے کوئی فرار نہ ہو جائے۔ البتہ کبھی کبھی ہم سب دخانی کشتیوں پر سوار ہو کر گریوسنڈ یا رچمنڈ کو یا گرمیوں میں کورین ہگین ہوس کو اور سردیوں میں کسی چھوٹے درجہ کے تھیٹر میں جایا کرتی تھیں۔ آہ! ہماری زندگی سخت مصیبت کی تھی۔ وہ ظالم ہماری دولت ناموس کو برباد کر کے مالدار بنتی تھی۔ اور ہمارے لیئے کسی خاص ضرورت کے لیئے ایک پیسہ بھی اپنے پاس رکھنا حرام تھا۔ اس کے

سے سراسر انکار کیا۔ کہ شخص مذکور کی کوئی چیز چرائی گئی ہے۔ البتہ کھوٹے پونڈ کے متعلق بدستور اس پر الزام دیتی رہی۔ تحقیقات نے ایسا پلٹا کھایا۔ کہ شریف زادے کی جامہ تلاشی لی گئی۔ اور اس کی جیب سے ویسے ہی اور کئی کھوٹے پونڈ نکلے۔ جیسا مسز ہار پی نے اس کے خلاف پیش کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اس کلال۔ قصاب اور نانبائی کو اپنی طرف سے شہادت دینے کو طلب کیا۔ جن سے اس کا لین دین تھا۔ اور ان سب نے کھلے لفظوں میں تسلیم کیا۔ کہ مسز ہار پی ایک معزز اور شریف عورت ہے۔ اور ہمیشہ دیانت دار ثابت ہوئی ہے۔ مجسٹریٹ نے جیرارڈ سٹریٹ میں گشت لگانیوالے کنسٹبل سے اس بارہ میں پوچھا۔ اور وہ چونکہ مسز ہار پی سے پانچ پونڈ سالانہ رشوت لیا کرتا تھا۔ اس لئے اس نے بھی مسز ہار پی کے گواہوں کے بیان کی تصدیق کی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ الٹی آنتیں اس بھلے مانس کے گلے پڑیں۔ اور اس پر کھوٹے سکے رکھنے اور چلانے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ مسز ہار پی نے جواب دہی میں جو قصہ بیان کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ شخص مذکور کل شام میرے مکان پر آکر کہنے لگا۔ میں کرایہ دار کی حیثیت میں رہنا چاہتا ہوں۔ اور یہیں کھانا کھاؤں گا۔ اس لئے مجھے ایک کھوٹا پونڈ تھمایا۔ اور جب اس سے کہا گیا کہ یہ پونڈ اچھا نہیں ہے۔ تو اس نے الٹا گھڑی چرانے کا الزام لگا دیا۔ صاحب مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا۔ کہ مسز ہار پی ایک معزز عورت ہے۔ اور ملزم کا طرز عمل بیحد ملامت کے قابل ہے۔ کہ اس نے اپنے آپ کو ایک صریح الزام سے بری الذمہ ظاہر کرنے کے لئے اس کے خلاف ایک غلط اور بے بنیاد الزام عاید کیا۔ یہ نوجوان ایک اونچے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور چونکہ اس کی شادی ہوئے ابھی صرف ۲ ماہ ہوئے تھے اس لئے اس نے بدنامی سے بچنے کی غرض سے عدالت میں اپنا اصلی نام ظاہر کرنے کی بجائے ایک فرضی نام لے دیا تھا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا۔ میرے ایک کوٹھی خانہ میں جانے کا واقعہ دوستوں کی نظروں میں آ سکے۔ لیکن جب اسے سشن سپرد کر دیا گیا تو اسے مزید ذلت سے بچنے کے لئے انہی دوستوں کو طلب کر کے انہیں تمام حالات سے واقف کرنا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کے بیچ بچاؤ سے مسز ہار پی اور اس نوجوان میں صلح ہو گئی۔ اور راضی نامہ کرنے کی غرض سے اس نوجوان سے۔ مسز ہار پی کو ایک سو پونڈ ہرجانہ دلایا گیا۔ میرے لئے شاید یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ نوجوان کی گھڑی حقیقت

میں چرائی گئی تھی۔ اور اس کی جیبوں میں کھوٹے سکے جان بوجھ کر ڈلوائے گئے تھے۔ تاکہ اس کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔ اسی لئے میں کہتی ہوں کہ جو لوگ کسی قحبہ خانہ میں جانے کی جرأت کرتے ہیں۔ وہ ان خطرات کو نہیں سمجھتے جو انہیں پیش آسکتے ہیں۔ ایک قدم غلط اٹھ جائے تو ساری زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔

مسز ہارپی کے مکان میں جو جو بدمعاشیاں ہوتی تھیں۔ ان کا علم پورے طور سے مجھے کئی ہفتوں کے بعد ہوا۔ اور اسوقت میں نے آخر کار اس بات کا مصمم ارادہ کرلیا۔ کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ مجھے اس ذلیل زندگی کو ترک کر دینا چاہیے۔ آخر کار ایک روز شام کے وقت موقعہ پاکر میں نے اپنے ضروری سامان کا پلندہ بغل میں لے کر اور چند شلنگ نقدی جیب میں رکھ کر چپ چاپ مسز ہارپی کے قحبہ خانہ کو الوداع کہا۔ معلوم نہیں اس نے میرے غائب ہونے پر کہیں رپٹ لکھائی یا نہیں۔ بہرحال میرے لئے اسی دن سے ایک انتہا درجہ انقلاب آمیز زندگی کا آغاز ہوا۔ کسی روز میں بالکل فاقہ کش رہتی تھی۔ کسی روز عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی تھی۔ کبھی انتہا درجہ محتاج اور کبھی پرآسائش طریق پر فارغ البال ہوجاتی تھی۔ کبھی ایسا ہوتا تھا۔ کہ ساری ساری رات بازار میں گھومتے گذر جاتی۔ اور کبھی کوئی اچھا اور آسایش دہ بستر مل جاتا تھا۔ افسوس وہ زندگی میرے لئے انتہا درجہ تلخ اور رنج دہ تھی

کئی بار مجھے اس زمانہ کی یاد آتی۔ جب میں معصوم اور ہر قسم کے عیبوں سے پاک تھی۔ کبھی کبھی اخباروں میں ایسے نام میری نظروں سے گذرتے جن سے میں واقف تھی۔ اور جہاں ایک طرف میں دن بدن قعر ضلالت میں گرتی جارہی تھی۔ وہ بام ترقی کی طرف جارہے تھے۔ اخباروں میں لارڈ ڈنسٹیبل اور کپتان چولمونڈلے کی ترقی کا ذکر مجھ سے ایک خاص تعلق رکھتا تھا۔ پھر جب آنریبل ایڈلین انفیلڈ کو دربار شاہی میں پیش کیا گیا۔ تو اس واقعہ کا مجھ پر کتنا اثر ہوا! کیونکہ بے اختیار میرے دل میں خیال آیا۔ کہ وہ جو دونوں گناہ کی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھ چلتی رہی تھیں آج ان میں سے ایک کس بلندی پر اور دوسری کیسی پستی میں ہے۔ ایک اور واقعہ جو اخبار ات میں درج ہوا۔ اور جسے پڑھ کر مجھے گونہ اطمینان حاصل ہوا۔ وہ یہ تھا۔ کہ مسز نیکمن کا دیوالہ نکل گیا۔ اور اسے اپنی جائداد دھوکہ سے فروخت کرنے کے جرم میں جیل خانہ

نیوگیٹ کی حوالات میں رکھا گیا۔ بعد میں مجھے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس نے سخت تکلیف اٹھا کر جیل خانہ میں جان دی۔

لیکن میری اپنی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی۔ اے لوگو۔ تم جو کسی بدنصیب دکھیاری عورت کو دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتے ہو۔ اس کی حالت پر رحم کرو۔ وہ بدنصیب اپنی مرضی سے یوں مصیبت زدہ نہیں۔ بلکہ احتیاج نے اسے ایسا کر دیا ہے۔ سردی گرمی ہر موسم میں وہ غریب بازاروں میں آوارہ پھرنے پر مجبور ہے۔ ورنہ اس کا بھوکا مرجانا یقینی ہے۔ اس سے کیسی کیسی بدسلوکیاں کی جاتی ہیں! ہر ایک بدمست شرابی اسے چھیڑتا اور اس پر پھبتیاں اڑاتا ہے۔ ہر ایک ادنیٰ حیثیت کا شخص اسے دھکا دے کر چلتا۔ اور اس سے گستاخانہ طریق پر پیش آتا ہے۔ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اس فلک زدہ دکھیاری کے تمام احساسات زائل ہو چکے ہیں؟ سب سے زیادہ بدسلوکی ایسی مصیبت زدہ عورتوں کے ساتھ ان نوجوانوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو رات کے وقت بانکے ترچھے بن کر ہاتھ میں چھڑی اور منہ میں سگار لئے بازاروں میں پھرا کرتے ہیں۔ جن کے مزاج میں سب سے زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔ وہی زیادہ بد اخلاقی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک اور مصیبت ان بدنصیب عورتوں کے لئے یہ ہوتی ہے کہ انہیں اپنے حلقہ کے پولیسمین کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔ اگر نا قابلیت یا کسی اور وجہ سے کوئی پولیس کو اس کے حق سے محروم رکھے۔ تو اسے ایک منٹ کے لئے چین نصیب نہیں ہوتا۔ بازار میں کوئی بھلا مانس اس کی مدد پر آمادہ ہو تو حضرت جھٹ آموجود ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف سخت الفاظ سے آگے چلنے کا حکم دیتے ہیں بلکہ الفاظ کو فعل کی صورت دینے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ خفیف ترین بہانہ سے بعض اوقات بلاوجہ بھی اس بدنصیب کو تھانہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ الزام یہ عاید کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے سر بازار دنگا کیا۔ اور اگلے دن اسے مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ اب وہ لاکھ سر ٹپکے۔ کہ میں بے خطا ہوں۔ لاکھ کہا کرے کہ یہ الزام مجھ پر عداوت سے لگایا گیا ہے۔ ایک پولیسمین کی بات دس ہزار ایسی بدنصیب عورتوں کی التجاؤں سے برتر سمجھی جاتی ہے۔ اور اسے برائیڈول کے جیل خانہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ اس طبقہ کی عورتوں کو پولیس کے ہاتھوں کس قدر تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

میں ان بدنصیبوں کے حالات زندگی کی ایسی ایسی تفصیلات بیان کر سکتی ہوں۔ کہ انہیں سنکر آپکے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اور آپ سمجھنے لگیں۔ کہ وہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ مظلوم ہیں۔ لیکن میری داستان کا سلسلہ پہلے ہی کافی لمبا ہو چکا ہے۔ اور مضمون ایسا ہے۔ جسے کسی پاکباز عورت کے روبرو بیان کرنا موزوں نہیں سمجھا جا سکتا بہر حال مجھ پر جو کچھ گذری۔ وہ یہ تھی۔ کہ دن بدن میں زیادہ ذلیل اور حقیر ہوتی گئی۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ سوائے بھیک مانگنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔ اس خوفناک حالت سے آپ نے مجھے بچایا ہے۔ اے بہن اس نیکی کا اجر خدا ہی آپ کو دے گا میں آپ کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

تیسرا باب

مارکھم کا سفر

فراخ سبزہ زاروں۔ لہلہاتے ہوئے جنگلوں اور ان دلفریب وادیوں کے اندر جو کیسل سکالا کے دریائے نیرسٹی کے جانب شمال واقع ہیں۔ دو مسافر پا پیادہ چل رہے ہیں۔

دریا کا مصفا پانی سمندر سے ہمکنار ہونے کے لئے بیتاب ہلکی ہلکی لہریں پیدا کرتا ان میدانوں سے ہوتا ہوا بہ رہا ہے۔ جہاں ہر موسم میں سبزہ و گل کی بہار رہتی ہے۔ جا بجا دہقانوں کی صاف ستھری جھونپڑیاں۔ چھوٹے چھوٹے آباد گاؤں اور وسیع باغات میں امرا کے سر بفلک دیہاتی مکانات واقع ہیں۔ ہر چند کہ نومبر کا مہینہ نصف سے زیادہ گذر چکا ہے۔ لیکن موسم ویسا ہی معتدل اور فرحت افزا ہے۔ جیسا جزائر برطانیہ میں ماہ ستمبر میں ہوا کرتا ہے۔ تاکستانوں میں ابھی تک بیلیں انگور کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہیں۔ اور لیموں کے درخت سڑک کے دونوں طرف خودرو اُگے ہوئے ہوا کے اندر ایک دلفریب مہک پھیلا رہے ہیں۔

کہیں کہیں بلوط کے عظیم الشان درختوں نے تھکے ماندے مسافروں کے لئے راحت بخش سایہ پیدا کر رکھا ہے۔ دور فاصلہ پر شہتوت کے ہرے بھرے پیڑوں کے اندر سے کسی دیہاتی گرجا کی چوٹی یا کسی دولت مند زمیندار کے مکان کی سفید دار

چھت دکھائی دیتی ہے لیکن کیس سکالا کے جنگلوں میں ہر قسم کی دلفریبیاں موجود ہوتے ہوئے وہ شان ہیبت نظر نہیں آتی۔ جو انگلستان اور جرمنی کے جنگلوں سے مخصوص ہے کیونکہ یہاں درختوں کے پتے زیادہ سبز ہیں۔ اور اس کے علاوہ فرش پر اُگے ہوئے زنگارنگ کے پھولوں کا عکس ان کے سایہ کی کثافت کو بڑی حد تک دور کر دیتا ہے شاندار دریائے فیربٹی کے کناروں پر طرح طرح کے خوشبودار پھول اور پودے اُگے ہوئے ہیں۔ جن کی بدولت ہوا میں عطریہ فرحت کا ایسا دلکش اثر پایا جاتا ہے جس کی نظیر بہت کم مقامات پر مل سکتی ہے

یہ مسٹر رچرڈ مارکھم اور اس کا وفادار ساتھی مور کر تھے (صفحہ ۶۴)

یہ دونوں مسافر ہر چند کہ اپنے وطن انگلستان کے نظاروں کے بہت مداح رہ چکے تھے۔ لیکن کیمپل سکالا کے مرغزاروں اور سرسبز میدانوں سے گذرتے ہوئے انہیں جو شاندار مناظر دکھائی دیتے تھے۔ ان کے باعث بے اختیار ان کے منہ سے حیرت و تحسین کے کلمات ادا ہو رہے تھے۔

کیا یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ مسافر رچرڈ مارکھم اور اس کا وفادار ساتھی مورکر تھے؟

ہمارے ہیرو نے صاف ستھرا لیکن سادہ قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اور اس کی بغل میں مصوری کا سامان ایک بنڈل کی صورت میں موجود تھا۔ مورکر کے پاس ایک چھوٹے سے بکس میں کچھ ضروری سامان تھا۔ اور وہ مارکھم سے چند قدم پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

رچرڈ مارکھم کی جیب میں وہ دونوں پروانجات راہداری موجود تھے۔ جو سیر لویا نانو کی عنایت سے اسے اپنے رفیق مورکر کے لئے حاصل ہوئے تھے۔ اور جن پر قدرتی طور سے دونوں کے نام فرضی درج تھے۔ اس کے گلے میں کپڑوں کے نیچے ایک فیتہ کے ساتھ بندھا ہوا ایک چھوٹا سا نرم چمڑہ کا تعویذ تھا جس کے اندر وہی سربمہر لفافہ بند تھا۔ جس میں آرتھم سٹرانگ کی پر اسرار ہدایات درج تھیں۔ گرینڈ ڈچس نے اُسے رخصت ہوتے وقت روپیہ کی جو کثیر مقدار مہیا کی تھی۔ اور ڈچی کا ایک نقشہ بس یہ سارا سامان تھا جو ان دو مسافروں کے پاس موجود تھا۔

جیسا کہ ملکہ نے اسے رخصت کرتے وقت کہا تھا۔ رچرڈ اب اپنے وفادار رفیق کے ہمراہ فریولی کی جانب چل رہا تھا۔ وہاں سے اس کا ارادہ طول بلد کی سمت میں چل کر ڈنٹزولو اور لیپاری کے درمیان گذرتے ہوئے سرحد نیپلز کی طرف نکل جانے کا تھا۔

کیمپل سکالا کے صدر مقام سے چل کر جو تھے روز یہ دونوں مسافر کم و بیش ۲۰ میل روزانہ طے کرتے۔ اور رات کے وقت کاشتکاروں کی جھونپڑیوں اور کھلیانوں میں سوتے۔ آخر کار قصبہ فریولی میں پہنچے۔ لیکن بجائے شہر کا رخ کرنے کے وہ مضافات کی ایک سرائے میں ٹھہر گئے۔ اور چونکہ رچرڈ اپنے لئے علیحدہ کمرہ کرایہ پر لے کر لوگوں

کے اندر مادہ استعجاب پیدا نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لیئے اس نے اپنا کھانا اس کھانے کمرہ میں ہی منگا لیا۔ جہاں اور مسافر بھی جمع تھے۔ یہ لوگ اسوقت ایک بہت بڑی میز کے گرد جمع اپنے اپنے مذاق کے مطابق شراب پی رہے تھے۔ اور ان کے درمیان ملک کے سیاسی حالات پر بڑی سنجیدگی کے انداز سے گفتگو ہو رہی تھی۔ ان کے لہجے سے ہارکھم نے اندازہ کیا۔ کہ یہ لوگ مضافات فریولی کے چھوٹے درجہ کے تاجر ہیں۔ خصوصاً اس لیئے کہ وہ سب بظاہر ایک دوسرے سے واقف تھے۔ اور ایسے طریقہ پر گفتگو کر رہے تھے۔ گویا اکثر دن بھر کے کام سے فارغ ہو کر یہ لوگ شام کو یہاں پر جمع ہونے کے عادی ہیں۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مخاطب کر کے پوچھا "آپ کو یقین ہے کہ کل اعلان کر دیا جائے گا؟"

شخص مذکور نے غیر معمولی اہمیت کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا "صاحبان میری خیال میں آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میرا خسر فریولی کے میئر صاحب کے اہلکاروں میں شامل ہے۔ اور اسے ہر وقت افسر مذکور کی نیابت کا شرف حاصل رہتا ہے۔ گویا ایک طرح پر میرا خسر اس قصبہ کا نائب میئر ہے۔ ایسے حالات میں یہ غیر ممکن ہے کہ وہ میئر صاحب کی تمام پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہو۔ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میں جو اطلاع آپ کو دے رہا ہوں۔ وہ کس قدر اہم ہے۔ اطمینان رکھیئے۔ سارے صوبہ مونٹی گکولی میں فوجی قانون رائج کرنے کا اعلان کل دن کے ۹ بجے قصبہ فریولی اور صوبہ مذکور کے باقی شہروں اور گاؤں میں پڑھا جائے گا۔"

"میرے خیال میں ساری ڈچی کو ہی فوجی قانون کے ماتحت لایا جائیگا۔" حاضرین میں سے ایک نے کہا۔

"بے شک ایسا ہی ہوگا۔" دوسرا کہنے لگا "میئر صاحب نے آج سہ پہر یہی خیال میرے نائب کے روبرو ظاہر کیا تھا۔"

اس پر وہ شخص جس نے پہلے یہ گفتگو شروع کی تھی۔ بولا "صوبہ ابرنٹانی کی حالت کچھ عرصہ سے غیر معمولی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اور یہاں تک بگڑی ہے۔ کہ اٹلی کے

شمالی صوبجات کی طرح ہم بھی آسٹریا والوں کی حکومت میں آجائیں۔ تو اس سے برا نہ ہوگا۔ سنئیے میرا خیال یہ ہے" اس نے آواز دبا کر اور اس فقرہ کو دُہراتے ہوئے کہا۔ میرا خیال یہ ہے کہ کیسل سکالا کا ہر فرد بشر اس بے جا ظلم اور تشدد کے خلاف تلوار اٹھانے کو تیار ہے"۔

"عجیب! عجیب!" اس شخص نے جو اپنے آپ کو میئر صاحب کے نائب کا رشتہ دار ظاہر کرتا تھا۔ دبی زبان میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رچرڈ بار کھم اور مورکر کی طرف دیکھا" یاد رکھو سیاسی معاملات کا ذکر ہمیشہ احتیاط سے کرنا چاہئے۔ کیا نام یہ اخبر کہا کرتا ہے۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں"۔

جس شخص کی آزاد کلامی سے یہ فقرہ کہنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس نے کہا "یہ شخص کوئی غیر ملکی اور بظاہر مسئود معلوم ہوتا ہے۔ امید نہیں وہ ہمارے سیاسی معاملات میں دخل انداز ہو"۔

اس گفتگو کو سنکر رچرڈ کہنے لگا" صاحبان یہ سچ ہے۔ کہ میں گو آپ کی زبان اچھی طرح بول نہیں سکتا۔ مگر سمجھ سکتا ہوں۔ تاہم اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ میں آپ کے فقرات سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ تو مجھے فوراً ہی یہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلے جانے میں عذر نہیں"۔

"آفرین ہے صاحب تمہاری آزاد بیانی پر صد آفرین ہے" حاضرین میں سے ایک نے کہا" نہیں تم ہماری خاطر سے کہیں نہ جاؤ۔ لیکن اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو تم غالباً انگریز یا فرانسیسی ہو۔ میں ان دونوں قوموں کا مداح ہوں۔ کیونکہ وہ آزادی کی قدر و قیمت کو اچھی طرح سمجھتی ہیں۔ بجالیکہ ہم بیچارے غلامی ... افسوسناک غلامی کی حالت میں پڑے ہیں"۔

اسی بے تحاشا گفتگو کرنے والے نے کہا" ہاں میں خود بھی انگریزوں کا ثناخواں ہوں انہیں نے تو اس نیک دل شہزادہ کو اپنے ملک میں پناہ دی ہے۔ جسے محض اسو جہ سے جلا وطن کیا گیا۔ کہ وہ لوگوں کا سچا رفیق تھا۔ اور پارلیمنٹ میں ہمارے لئے آئینی اصلاحات عمل میں لانا چاہتا تھا۔ اس کا قصور فقط اتنا ہے کہ وہ آزادی کا حامی تھا۔ پھر دیکھو ہماری ملکہ بھی ایک انگریز خاتون ہے۔ اور اس نے ایجلو سد ملم کی طبیعت کی سختی کو کم کرنے

میں بہت کوشش کی ہے۔ یہ واقعات اب کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور ہاں . . . یہ بات تم میں سے کسی کو شاید معلوم نہ ہو۔ لیکن میں نے چند دن پہلے ادسور میں سنی تھی کہ جس وقت آئین پسند جماعت اور جنرل گرشیا کے ہار جانے پر بھاگنے کو تیار تھے۔ تو ایک نوجوان انگریز نے جو اس سپاہ کے ہمراہ تھا۔ انہیں اکٹھا کر کے دوبارہ مقابلہ کے لئے آمادہ کیا تھا۔"

"پھر اب وہ کہاں ہے؟" حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔

"اس کی نسبت صرف اسقدر معلوم ہے کہ اسے زیر حراست کر لیا گیا تھا۔" دوسرے نے جواب دیا۔ "لیکن چونکہ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ عدم پتہ ہو گیا۔ اس لئے خیال یہ ہے کہ اسے ان دنوں ملک کے کسی قلعہ . . . پینالایا اسٹیلا میں قید کر دیا گیا۔ غریب کی حالت پر مجھے ترس آتا ہے۔ کاش کہ وہ زیادہ کامیاب ثابت ہوتا۔ جیسا کہ میں ابھی کہہ رہا تھا۔ انگریز قوم ہر حال میں ہماری تعریف کی مستحق ہے . . . خدا ان لوگوں کو برکت دے۔"

"آمین" چند آدمیوں نے مل کر کہا۔

اس گفتگو کو سنکر ہمارے ہیرو کے سینہ میں جو امنگیں اٹھ رہی تھیں۔ ان کی تفصیل تحصیل حاصل سمجھی جائے گی۔ کئی بار اس کے جی میں آئی کہ اپنی شخصیت ظاہر کر دوں لیکن دور اندیشی سے اور ملکہ کی نصیحت کو یاد کر کے وہ خاموش ہی رہا۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا مور کر بڑے اطمینان کے ساتھ اشیائے اکل و شرب میں مشغول رہا۔ کیونکہ وہ اطالوی زبان سے ناواقف ہونے کے باعث اس ساری گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکتا تھا۔

ہیئر صاحب کا نائب کار رشتہ دار شاہی فرائض کے مسئلہ پر ایک زوردار تقریر کر رہا تھا کہ سرائے کے پھاٹک پر ایک بند گاڑی بڑی تیزی سے چلتی ہوئی رکی۔ اور اس کے ذرا دیر بعد سرائے میں ایک ہنگامہ سا پیدا ہو گیا۔ کسی نے پھاٹک کے پاس کھڑے ہو کر آواز دی "گھوڑے درکار ہیں . . . چار گھوڑے . . ."

اس کے ساتھ ہی گھوڑوں پر ساز کسنے کی کھڑکھڑاہٹ۔ سائیسوں کی آوازیں۔ اور اسی قسم کا شور و غل جو ایسے موقعوں پر پیدا ہو جاتا ہے۔ سنائی دینے لگا۔ مارکھم اور جیسی کے علاوہ کمرہ میں جسقدر آدمی موجود تھے۔ وہ سب یہ دیکھنے کے لئے باہر نکلے کہ گاڑی میں کون سوار ہے۔ اس طرح پر کمرہ کو خالی ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ایک طویل القامت

شخص جس نے سفر کا ایک کھلا لبادہ پہنا ہوا تھا۔ سرائے کے مالک کو ساتھ لئے اندر داخل ہوا۔ اور چلا کر کہنے لگا "میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ یہ بنک نوٹ دیتا ہوں اسکی باقی جھٹ پٹ میرے حوالہ کر دو"

"لیجئے میں ابھی حاضر کرتا ہوں" مالک سرائے نے کہا اور تیزی سے قدم اٹھاتا کمرہ سے باہر چلا گیا۔ اتنے میں اجنبی مسافر کی آواز پہچان کر ہمارا ہیرو اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ اسکے قریب جا کر دبی آواز میں کہنے لگا "کون اسٹیر بازانو؟"

"کیا اسٹیر مارکھم!" نوجوان اٹیلیکانگ نے ہمارے ہیرو کا ہاتھ ملائمت سے اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "غنیمت ہے کہ یوں ملاقات ہو گئی۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ تاہم سن لیجئے۔ کہ مونٹونی میں خوفناک واقعات ظہور میں آچکے ہیں۔ اور آپ خود معرض خطر میں ہیں۔ جس طرح بھی ہو سکے۔ اپنے ساتھی سے الگ ہو کر جدا جدا انگلینڈ کی سرحد تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ مارکھم یہ نصیحت میں ایک دوست کی حیثیت میں دے رہا ہوں۔ اگر جان عزیز ہے تو اس پر بلا تامل عمل کیجئے"

اتنے میں سرائے کا مالک سونے چاندی کے کچھ سکے لیکر واپس آگیا تھا۔ بازانو نے سکے گنے بغیر جیب میں ڈال لیا۔ اور اس کے بعد مارکھم پر ایک پُرمعنی نظر ڈالکر کمرہ سے باہر نکل گیا۔ اس کے چند منٹ بعد گاڑی آگے کو روانہ ہو گئی۔

رچرڈ جب دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھا تو شبہ۔ وسوسہ۔ اور اضطراب سے اسکی طبیعت بہت بے چین تھی۔ حیران تھا۔ کہ اسقدر تیز سفر کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا گاڑی میں بازانو کے سوا کوئی اور بھی تھا؟ مونٹونی میں کس قسم کے خوفناک واقعات ظہور میں آئے ہیں؟ اور وہ کونسا خطرہ ہے جس کو دور کرنے کے لئے مجھے اپنے ساتھی سے جدا ہو جانا چاہئے۔ یہ سوالات رہ رہ کر اس کے دل میں اٹھتے تھے۔ مگر وہ انہیں حل کرنے سے قاصر تھا۔ وہ انہیں تفکرات میں غرق تھا کہ اور لوگ جو یکایک گاڑی کو دیکھ کر کمرہ سے باہر نکل گئے تھے واپس آگئے۔ وہ اس گاڑی کے متعلق ہی گفتگو کر رہے تھے۔

ایک نے کہا "کوئی بڑا ہی پراسرار معاملہ نظر آتا ہے"

دوسرا بولا "تم نے دیکھا۔ گاڑی کی سب کھڑکیاں بند تھیں"

تیسرے نے کہا "چار گھوڑے . . . اور وہ بھی بجلی کیطرح چلنے والے۔ لمبے قدکا

کا آدمی جس نے لبادہ پہنا ہوا تھا۔ اور جو روانگی کے وقت گاڑی کے باہر بیٹھا... ہاں وہ اس کمرہ میں بھی تو آیا تھا" پھر یکایک مارکھم کی طرف مخاطب ہو کر اس نے پوچھا۔ "آپ تو اس کمرہ سے باہر نہیں گئے۔ بھلا وہ کیا لینے آیا تھا؟"

مارکھم نے مختصر طور پر صرف اتنا کہا "ایک نوٹ بھنوانے"

"بس! بہرحال معاملہ نہایت عجیب اور موجودہ حالات میں اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھنے والا ہے۔ کیوں صاحب کسی نے سنا۔ کہ گھوڑے چلانیوالوں کو کس طرف چلنے کا حکم دیا گیا تھا؟"

ایک شخص نے جو اب تک اس گفتگو سے بے تعلق رہا تھا۔ کہا طویل القامت لبادہ پوش نے بلند آواز میں ڈنڈلو کی سڑک پر چلنے کا حکم دیا تھا"

رچرڈ کے لبوں پر بے معلوم سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ اور اس نے اپنے دل میں سوچا کہ بازانو نے گو بظاہر ڈنڈلو کی طرف چلنے کو کہا۔ مگر حقیقت میں گاڑی سمت مخالف میں روانہ ہوئی ہوگی۔ یہ کارروائی بازانو نے احتیاطاً کی۔ جس سے اس کی دور اندیشی کا پتہ چلتا ہے۔

اس کے بعد دیر تک حاضرین میں اس معاملہ پر بحث جاری رہی۔ لیکن رچرڈ یہ سوچکر کہ بازانو کی نصیحت سے فائدہ اٹھانے میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ اٹھ کھڑا ہوا اور مورکر کو باہر چلنے کا اشارہ کر کے حاضرین کو شب بخیر کہہ کر باہر نکل آیا۔ اس کی درخواست پر سرائے کے مالک نے اسے ایک کمرہ میں پہنچا دیا۔ جہاں دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اور جب وہ چلا گیا۔ تو رچرڈ نے اپنے جلیسی رفیق کو بازانو کے الفاظ سے موزوں طریق پر آگاہ کیا۔ اس ساری کیفیت کو سنکر مورکر کہنے لگا "اب ہمارے لئے صرف ایک ہی طریقہ باقی ہے"

"کیا؟" رچرڈ نے پوچھا۔

مورکر نے کہا "یہی کہ ہم اس کی نصیحت پر عمل کریں۔ اس نے آپ کی جان بچائی۔ اسی کی بدولت میں دوبارہ آپ سے ملا۔ یہ غیر ممکن ہے۔ کہ اس نے ہمیں دھوکا دیا ہو۔ وہ آپ کا حقیقی دوست ہے اور اس کی نصیحت پر عمل کرنا آپ کا فرض ہے"

"لیکن میرے عزیز مورکر" رچرڈ نے کہا "میں تم سے جدا نہیں ہو سکتا۔ میں نے

ہی نے تمہیں گھربار سے جدا کر کے ان مشکلات میں ڈالا ہے۔ اور اب میں ہر قسم کے خطرات . . . یہاں تک کہ موت کے لئے بھی تیار ہوں۔ لیکن تمہیں ایک ایسے ملک میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ جس کی بولی سے تم بالکل ناواقف ہو"۔

نوجوان شکیل حبشی کی سیاہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور وہ کہنے لگا "میرے پیارے نیک دل آقا۔ یہ سچ ہے۔ کہ آپ سے جدا ہونیکا خیال خود میرے لئے بھی کچھ کم سوہان روح نہیں۔ لیکن آپکی سلامتی کا فرض مقدم ہے۔ اس لئے مجھے اپنے فیصلہ کی نسبت پس و پیش نہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم اکٹھے رہیں۔ تو دونوں کا ایک ہی خطرہ کا نشانہ بننا یقینی ہے۔ جسے کوئی دور اندیش پسند نہیں کر سکتا۔ اس لئے سب حالات پر غور کرنے کے بعد میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ آپ کے دوست کی نصیحت پر عمل کیا جائے"۔

"مور کر تم سچ کہتے ہو۔ لیکن میرے اندر تم سے جدا ہونے کا حوصلہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر میری عدم موجودگی میں تمہیں کوئی خطرہ پیش آیا۔ تو میں عمر بھر اس قصور کے لئے اپنے آپ کو ملامت گرتا رہونگا۔ نہیں" رچرڈ نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "تم میرے ساتھ ہی رہو۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا۔ تو اسے صرف میں ہی بھگتونگا۔ کیونکہ زندگی صرف میری ہی خطرہ میں ہے۔ جس کی وجہ سے تم ناواقف نہیں ہو"۔

مور کر کہنے لگا "اے صاحب مجھے اپنے متعلق کسی خطرہ کی مطلق پروا نہیں۔ آپ کی خدمت میں میری جان بھی چلی جائے تو بلا سے۔ میں اس کی پروا نہیں کرتا اس کے علاوہ دو آدمیوں کے مل کر سفر کرنے سے ناحق لوگوں کی نظروں میں آنیکا اندیشہ ہے۔ تنہا کوئی شخص بہت بڑے خطرات سے بھی آسانی کے ساتھ نکل جاتا ہے۔ لیکن دو پر لوگوں کو ذراسی بات سے شبہ پیدا ہونا یقینی ہے۔ اس کے علاوہ اس اجنبی ملک میں میری حالت بصورت تنہائی بھی ویسی خراب ثابت ہوگی۔ جیسا کہ آپ کو اندیشہ ہے . . ."

"کیوں؟" رچرڈ نے متعجب ہو کر پوچھا۔

"اس لئے کہ یہاں بھی زنگباری لوگ آباد ہیں" مور کر نے جواب دیا "اور ان سے مل کر میں اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ سمجھ سکتا ہوں"۔

رچرڈ نے اس بیان کی اہمیت کو فوراً محسوس کر لیا۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ مورگر
بحالت تنہائی یقیناً اپنی قوم کے لوگوں سے جن کا فرقہ فریمیشن لوگوں کی طرح پراسرار ہے
بہت فائدہ حاصل کر سکے گا۔ چنانچہ وہ کہنے لگا۔ "بیشک مورگر تمہارا یہ خیال بالکل صحیح
ہے۔ اور صرف اس بھروسہ پر کہ تم اپنی قوم کے لوگوں کے زیر سایہ بخوبی محفوظ رہ سکو گے
میں تم سے جدا ہونے پر آمادہ ہوتا ہوں۔ خیر اب فیصلہ اس پر ہے کہ ہم علی الصبح اٹھ
کر جدا جدا راستے اختیار کر لیں کیپل سکالا کا نقشہ تم نے اپنے پاس رکھنا۔ کیونکہ مجھے
اچھی طرح یاد ہے۔ اس کے بڑے بڑے شہر کہاں واقع ہیں۔ اور اس کی حدود کونسی
ہیں۔ لیکن بہرحال ہمیں کوئی مقام ایسا ضرور مقرر کر لینا چاہیئے۔ جہاں ہم اس ملک
کی حدود سے نکل کر ایک دوسرے سے ملیں۔ ہمارا خاص مقصد شہر نیپلز تک پہنچ جانا
ہونا چاہیئے۔ جس وقت تم وہاں پہنچو۔ تو انگلستان کے قنصل سے مل کر اسے اس میرا
پتہ دے دینا جہاں تم ٹھیرو۔ اگر میں تم سے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ تو اپنا پتہ اسے
دے دوں گا۔"

"بہتر ہے۔ میں آپکی ہدایات پر پورے طور سے عمل کروں گا" مورگر نے کہا۔

"اور اب میرے دوست" ہمارے ہیرو نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا
میں تم سے بعض الفاظ اس قسم کے کہنا چاہتا ہوں۔ جنہیں میری وصیت سمجھا جا
سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بات خدا ہی کو معلوم ہے کہ میں یہاں سے زندہ بچ کر جاؤں گا بھی یا
نہیں۔ تمہیں یاد ہوگا۔ کہ جس روز ہم ساحل کیپل سکالا پر اترے ہیں۔ اس سے ایک رات
پہلے میں نے تم سے ایک امیر گھرانے کی لڑکی سے اپنی محبت کا ذکر کیا تھا"؟

مورگر نے کہا "جی ہاں وہ باتیں مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ آپ نے مجھ سے اس موقعہ پر
کہا تھا۔ کہ اگر مجھ کو کوئی مہلک حادثہ پیش آگیا۔ اور تم واپس انگلستان پہنچ گئے۔ تو پرنسس
ماہیا سے مل کر اسے میری موت کی خبر دینا۔ اور اس بات کا یقین کرا دینا کہ مرتے
دم تک مجھے تمہارا ہی خیال رہا"۔

"بیشک مورگر میرے یہی الفاظ تھے"۔ رچرڈ نے کہا "اب میں پھر ان کا اعادہ کرتا
ہوں۔ ہم میں سے جو پہلے نیپلز میں پہنچے۔ وہ دوسرے کا پندرہ دن تک انتظار کرے
اگر اس عرصہ میں دوسرا نہ پہنچے تو سمجھ لیا جائے۔۔۔"

ہی تمہیں گھر بار سے جدا کر کے ان مشکلات میں ڈالا ہے۔ اور اب میں ہر قسم کے خطرات . . یہاں تک کہ موت کے لئے بھی تیار ہوں۔ لیکن تمہیں ایک ایسے ملک میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا جس کی بولی سے تم بالکل ناواقف ہو"

نوجوان شکیل حبشی کی سیاہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور وہ کہنے لگا "میرے پیارے نیک دل آقا۔ یہ سچ ہے۔ کہ آپ سے جدا ہونیکا خیال خود میرے لئے بھی کچھ کم سوہان روح نہیں۔ لیکن آپکی سلامتی کا فرض مقدم ہے۔ اس لئے مجھے اپنے فیصلہ کی نسبت کچھ پس و پیش نہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم اکٹھے رہیں۔ تو دونوں کا ایک ہی خطرہ کا نشانہ بننا یقینی ہے۔ جسے کوئی دور اندیشی پسند نہیں کر سکتا۔ اس لئے سب حالات پر غور کرنے کے بعد میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ آپ کے دوست کی نصیحت پر عمل کیا جائے"

"مورکر تم سچ کہتے ہو۔ لیکن میرے اندر تم سے جدا ہونے کا حوصلہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر میری عدم موجودگی میں تمہیں کوئی خطرہ پیش آیا۔ تو میں عمر بھر اس قصور کے لئے اپنے آپ کو ملامت گزار رہوں گا۔ نہیں" رچرڈ نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "تم میرے ساتھ ہی رہو۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا۔ تو اسے صرف میں ہی بھگتوں گا۔ کیونکہ زندگی صرف میری ہی خطرہ میں ہے۔ جس کی وجہ سے تم ناواقف نہیں ہو"

مورکر کہنے لگا "اے صاحب مجھے اپنے متعلق کسی خطرہ کی مطلق پروا نہیں۔ آپ کی خدمت میں میری جان بھی چلی جائے تو بلا سے۔ میں اس کی پروا نہیں کرتا اس کے علاوہ دو آدمیوں کے مل کر سفر کرنے سے ناحق لوگوں کی نظروں میں آنیکا اندیشہ ہے۔ تنہا کوئی شخص بہت غفلت سے بھی آسانی کے ساتھ نکل جاتا ہے۔ لیکن دو پر لوگوں کو ذراسی بات سے شبہ پیدا ہونا یقینی ہے۔ اس کے علاوہ اس اجنبی ملک میں میری حالت بصورت تنہائی بھی ویسی خراب نہ ثابت ہوگی۔ جیسا کہ آپ کو اندیشہ ہے . . . "

"کیوں؟" رچرڈ نے متعجب ہو کر پوچھا۔

"اس لئے کہ یہاں بھی زنگاری لوگ آباد ہیں" مورکر نے جواب دیا "اور ان سے مل کر میں اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ سمجھ سکتا ہوں"

رچرڈ نے اس بیان کی اہمیت کو فوراً محسوس کر لیا۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ مورگر بحالت تنہائی یقیناً اپنی قوم کے لوگوں سے جن کا فرقہ فریمیشن لوگوں کی طرح پر اسرار ہے بہت فائدہ حاصل کر سکے گا۔ چنانچہ وہ کہنے لگا "بیشک مورگر تمہارا یہ خیال بالکل صحیح ہے۔ اور صرف اس بھروسہ پر کہ تم اپنی قوم کے لوگوں کے زیر سایہ بخوبی محفوظ رہ سکو گے میں تم سے جدا ہونے پر آمادہ ہوتا ہوں۔ خیر اب فیصلہ اس پر ہے کہ ہم علی الصبح اٹھ کر جدا جدا راستے اختیار کر لیں کیپل سکالا کا نقشہ تم نے اپنے پاس رکھنا۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس کے بڑے بڑے شہر کہاں واقع ہیں۔ اور اس کی حدود کونسی ہیں۔ لیکن بہرحال ہمیں کوئی مقام ایسا ضرور مقرر کر لینا چاہیے۔ جہاں ہم اس ملک کی حدود سے نکل کر ایک دوسرے سے ملیں۔ ہمارا خاص مقصد شہر نیپلز تک پہنچ جانا ہونا چاہیے جس وقت تم وہاں پہنچو۔ تو انگلستان کے قنصل سے مل کر اسے اس سرائے کا پتہ دے دینا جہاں تم ٹھہرو۔ اگر میں تم سے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ تو اپنا پتہ اسے بتا دوں گا۔"

"بہتر ہے۔ میں آپ کی ہدایات پر پورے طور سے عمل کروں گا" مورگر نے کہا۔

"اور اب میرے دوست" ہمارے ہیرو نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "میں تم سے بعض الفاظ اس قسم کے کہنا چاہتا ہوں۔ جنہیں میری وصیت سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بات خدا ہی کو معلوم ہے کہ میں یہاں سے زندہ بچ کر جاؤں گا بھی یا نہیں۔ تمہیں یاد ہوگا۔ کہ جس روز ہم ساحل کیپل سکالا پر اترے ہیں۔ اس سے ایک رات پہلے میں نے تم سے ایک امیر گھرانے کی لڑکی سے اپنی محبت کا ذکر کیا تھا"

مورگر نے کہا "جی ہاں وہ باتیں مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ آپ نے مجھ سے اس موقعہ پر کہا تھا۔ کہ اگر مجھے کوئی مہلک حادثہ پیش آ گیا۔ اور تم واپس انگلستان پہنچ گئے۔ تو پرنسس اسابیلا سے مل کر اسے میری موت کی خبر دینا۔ اور اس بات کا یقین کرا دینا کہ مرتے دم تک مجھے تمہارا ہی خیال رہا"

"بیشک مورگر میرے یہی الفاظ تھے" رچرڈ نے کہا "اب میں پھر ان کا اعادہ کرتا ہوں۔ ہم میں سے جو پہلے نیپلز میں پہنچے۔ وہ دوسرے کا پندرہ دن تک انتظار کرے اور اگر اس عرصہ میں دوسرا نہ پہنچے تو سمجھ لیا جائے . . ."

"... کہ دوسرے کو ضرور کوئی خطرہ پیش آیا ہے" مورکر نے فقرہ تمام کرتے ہوئے کہا "اگر خدانخواستہ کوئی ایسا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ تو اطمینان رکھیے۔ کہ آپ کے الفاظ پرنسس کو پہنچا دیئے جائیں گے۔ اور اگر کسی وجہ سے ... میں جائے مقررہ پر نہ پہنچوں اور آپ پہنچ جائیں ..."

"بس مورکر بس!" بارکھم نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہم ایک دوسرے کا مطلب اچھی طرح سمجھتے ہیں"

دونوں نے اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے پونچھے۔ جس کے بعد رچرڈ نے اپنا بٹوہ نکال کر نقدی کو دو برابر کے حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ایک حصہ مورکر کو پیش کیا۔ لیکن وہ اس بات پر زور دیتا رہا۔ کہ مجھے صرف تھوڑی سی نقدی درکار ہے۔ باقی اپنے پاس ہی رکھیے۔ باوجود اس کے رچرڈ نے اصرار کے ساتھ اس وافر نقدی سے نصف حصہ مورکر کے حوالہ کر ہی دیا۔ جو الزا نے ازراہ فیاضی رچرڈ کو رخصت کرتے وقت دیدی تھی۔ اس کے بعد وہ سو گئے۔

جب دن نکلا۔ اور رچرڈ اپنی چارپائی سے اٹھا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ مورکر غائب ہے۔ پاس ہی میز پر ان اشرفیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ جو رچرڈ نے باصرار اس کے حوالہ کی تھیں۔ صرف دو اشرفیاں کم تھیں۔ اس نقدی کو اٹھاتے ہوئے بارکھم نے کہا "اے فیاض منش نوجوان۔ خدا کرے کوئی وقت آئے۔ کہ میں تجھے اس وفاداری اور عقیدت کا معاوضہ دے سکوں"

اس کے بعد ہمارے ہیرو نے جلد جلد کپڑے پہنے ضروری سامان ساتھ لیا۔ اور باقی کو بکس میں بند کر کے وہیں رہنے دیا۔ قہوہ خانہ میں آ کر اس نے تھوڑا سا ناشتہ کیا اور اس کے بعد اپنا حساب چکا کر سرائے کے مالک سے کہا "میری واپسی تک میرا بکس جو کمرہ میں پڑا ہے اپنے پاس رکھنا" اور سرائے سے رخصت ہو گیا۔ لیکن آہ! اس سرائے میں اپنے وفادار رفیق سے جدا ہو کر اب وہ کس قدر افسردگی۔ مایوسی اور اضطراب محسوس کر رہا تھا!

چوتھا باب تفکرات۔ حملہ

سرائے سے نکل کر رچرڈ مارکھم جنوب کی سمت میں کھیتوں کی طرف ہولیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے گاؤں سے بھی پرے رہتا۔ میدانوں اور سبزہ زاروں سے گذر رہا تھا۔ چونکہ وہ اس خطرہ کی صحیح نوعیت سے بے خبر تھا۔ جو اسے اپنی زندگی کے متعلق لگا ہوا تھا۔ گو اسقدر جانتا تھا۔ کہ اس کا تعلق ان خدمات سے ہے۔ جو میں نے گذشتہ مہم کے متعلق حامیان آزادی کی طرف سے انجام دی تھیں۔ اس لئے ڈرتا تھا۔ کہیں میرا حلیہ اور گرفتاری کا انعام مشتہر نہ کردیا گیا ہو۔ اسی اندیشہ سے وہ ملک کے ویران حصوں میں سے سفر کرنا بہتر سمجھتا تھا۔

آفتاب کو غروب ہوتے ہوئے بہت دیر گذر چکی تھی۔ اور ہر طرف تاریکی اپنا دور تسلط قائم کرنے لگی تھی۔ کہ وہ ایک چھوٹی سی سرائے میں ٹھہرا اور یہیں اس نے رات بسر کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اسے یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی۔ کہ اس وقت قہوہ خانہ میں کوئی مسافر موجود نہیں۔ سرائے کا مالک بھی ایک سادہ مزاج۔ دیانت دار دیہاتی وضع کا آدمی تھا۔ جو کسی دوسرے شخص کے معاملات میں دخل انداز ہونا پسند نہ کرتا تھا نفیس شراب کی بوتل اور بہت عمدہ کھانا ملنے سے ہمارے ہیرو کا حوصلہ کچھ بلند ہوگیا۔ اور آخر جب وہ کھانا کھا چکا۔ تو اس نے دن بھر کے واقعات پر غور کرنا شروع کیا۔

اس بارہ میں ہزاروں قسم کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ ریگیٹ دو رل میں اسقدر تیزی سے سفر کرنیوالا کون تھا۔ کیونکہ بند کھڑکیوں کو دیکھ کر اس کا اسے یقین ہوچکا تھا۔ کہ کوئی گاڑی کے اندر سوار ضرور تھا۔ اس کے علاوہ نوجوان اڈیکانگ کا گاڑی کے باہر بیٹھنا بجائے خود اس امر کی دلیل تھا۔ کہ کوئی اس کے اندر سوار ہے۔ اور وہ محض اس لئے باہر بیٹھا ہے۔ کہ راستہ کے اخراجات خود ادا کرے۔ گاڑی بانوں کو ضروری ہدایات دیتا رہے۔ اور جو شخص گاڑی کے اندر سوار تھا۔ اسے کسی قسم کا جواب دینے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

میرویاز انڈ کے یہ الفاظ کہ مونٹو فی میں خوفناک واقعات ظہور میں آچکے ہیں۔ اسکے نزدیک پراسرار اور خطرناک اہمیت اختیار کرچکے تھے۔ حیران تھا۔ کہ ان کا مطلب

کیا ہو سکتا ہے؟ یہ واقعات کس کے لئے خوفناک ثابت ہوئے ہیں؟ نہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ ملکہ نے میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا۔ اس کا علم ہو گیا ہے؟ اگر ایسا ہوا۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے؟

وہ انہی تفکرات کی الجھن میں تھا۔ کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا سرائے کے دروازہ پر پہنچا۔ اور فوراً دیر میں قہوہ خانہ میں داخل ہوا۔ وہ ادھیڑ عمر کا تپلا دبلا شخص تھا۔ اور اس کے چہرہ پر خوش طبعی کے آثار نمودار تھے۔ اس نے فوجی سواروں جیسی وردی پہنی ہوئی تھی۔ ٹوپی کے گرد چوڑا سنہری فیتہ تھا۔ جاکٹ کو لیس لگا ہوا تھا۔ پتلون کی دونوں ٹانگوں پر ایک ایک سرخ دھاری تھی۔ اور اس نے پیٹھ پر ایک چھوٹا سا تھیلا ڈالا ہوا ہے۔

وہ مالک سرائے کو ساتھ لئے کمرہ میں داخل ہوا۔ اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "میرے لئے فوراً ہی تھوڑا سا کھانا لاؤ... دیکھو اس میں تاخیر نہ ہو... اور جب تک میں کھانے سے فارغ ہوں۔ میرے لئے ایک تازہ دم گھوڑا تیار کرا دو۔ بس سر دست اسی قدر کافی ہے۔"

مالک سرائے اس سوار کے لئے گھوڑا مہیا کرنے کی فکر میں دوڑ دھوپ کرنے لگا۔ اور اس اثنا میں نووارد نے ہمارے ہیرو سے مخاطب ہو کر کہا "آج سردی کچھ زیادہ ہے"

"بیشک ہے لیکن آپ جس تیزی سے سفر کر رہے ہیں۔ اس میں تو سردی کیا محسوس ہو سکتی ہے؟" رچرڈ نے مسکرا کر کہا۔

"توبہ! توبہ! یہ بھی کوئی خوشی کا سفر ہے" مسافر نے جواب دیا "لیکن میرے خیال میں آپ تفریح کے طور پر ہی سفر کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کے لہجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ کیسل سکالا کے رہنے والے نہیں ہیں۔ اور آپ کے قریب تمو ہر کشتی کا جو سامان پڑا ہے۔ اس سے میں آپ کے پیشہ کا بھی اندازہ کر سکتا ہوں"

رچرڈ نے کہا "آپ کا خیال درست ہے۔ لیکن یہ تو فرمائیے۔ آپ نے آج کچھ بہت زیادہ سفر کیا ہے؟"

"ہاں بہت" اجنبی نے جواب دیا "آپ میرے لباس سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں سرکاری قاصد ہوں۔ اور اب بعض سرکاری مراسلات سونڈولی سے مونٹ

گکوی کے کپتان جنرل کے نام لئے جا رہا ہوں"۔

یہ جواب سُنکر رچرڈ کے دل میں مزید حالات جاننے کی جو خواہش پیدا ہوئی تھی۔ وہ اسے بمشکل چھپا سکا اور کہنے لگا "فرمایئے صدر مقام کی کوئی نئی خبر؟"

قاصد نے جواب دیا "سب سے بڑی خبر تو یہ ہے کہ ملکہ فرار ہو گئی ہے!"

"فرار ہو گئی؟" مارکھم نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں وہ صدر مقام سے کسی طرف کو چلی گئی۔ معلوم نہیں کہاں! کوئی نہیں جانتا۔ کس لئے؟" پھر اس نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "مونٹوبی میں غیر معمولی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ پرسوں وہاں فوجی قانون کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اور شام کے وقت قصر شاہی کے سامنے بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا۔ فوجی جوانوں کو بلایا گیا۔ مگر انہوں نے لوگوں پر فیر کرنے سے انکار کر دیا۔ طرح طرح کی افواہیں اُڑ رہی ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ گرینڈ ڈیوک نے آسٹریا کی فوج کی امداد طلب کی ہے۔ لوگوں نے وزیر اعظم کے مکان پر حملہ کیا اور محض وزیر سیاست کے استقلال سے معاملہ رک گیا۔ ورنہ جانے کیا ہو جاتا۔ حقیقت یہ ہے"۔ قاصد نے آواز دبا کر کہا "حقیقت یہ ہے۔ کہ عنقریب بعض عظیم واقعات ظہور میں آنے والے ہیں۔ اور میں . . . ہرچند کہ میں سرکاری ملازم ہوں۔ مگر . . . شاید اتنا کہنا غداری میں داخل نہ ہوگا۔ کہ میں اینجلو کی بجائے البرٹ کی خدمت کرنا ہزار گنا بہتر سمجھتا ہوں"۔

عین اسوقت سرائے کا مالک ایک قاب میں کھانا لے کر کمرہ میں داخل ہوا۔ اور گفتگو رک گئی۔ اس کے بعد بھی چونکہ قاصد چھری کانٹا چلانے میں بڑی سرگرمی سے مصروف رہا۔ اس لئے اس کا سلسلہ شروع نہ کیا جا سکا۔ آخر جب کھانا ختم ہوا۔ تو قاصد نے مارکھم کو شب بخیر کہا اور رخصت ہو گیا۔

یا وجودیکہ جو تھوڑی بہت گفتگو اس بات کی قاصد کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس سے ہمارے ہیرو پر بند گاڑی کا راز ظاہر ہو گیا۔ اس نے سن لیا تھا۔ کہ ملکہ فرار ہو گئی ہے۔ اور کسی کو اس کے فرار کی وجہ کا علم نہیں۔ پھر کیا یہ اغلب نہیں کہ ملکہ ہی اس بند گاڑی میں سوار تھی۔ جو اسقدر تیزی کے ساتھ سرائے سے رخصت ہوئی۔ اس خیال کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی تھی۔ کہ میر یو باز انو اس گاڑی کے ہمراہ تھا۔

اس کے ساتھ ہی ارتھم کے دل میں سوال پیدا ہوا۔ کہ وہ کونسے اسباب تھے جو ملکہ کو مشکلات میں پھنسانے کا موجب ثابت ہوئے۔ کیا وہ فیاضی ہی تو اس کی تباہی کا موجب ثابت نہیں ہوئی۔ جو اس نے مجھ سے برتی تھی؟ یہ خیال بجائے خود رچرڈ مارتھم کے دل میں بے حد اضطراب پیدا کرنیوالا تھا۔

وہ ایک کوٹھری میں جا کر لیٹ گیا۔ مگر اس کی نیند رات بھر مضطرب رہی۔ آخر جب علی الصبح بیدار ہوا۔ تو طبیعت میں سکون یا فرحت کا کوئی اثر پیدا نہ ہوا تھا۔ لیکن با دل ناخواستہ اسے اپنا سفر شروع کرنا پڑا۔ اور وہ طرح طرح کے خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا سرائے کے باہر نکلا۔

ایک بات جو خاص طور پر اسے بے چین کر رہی تھی۔ وہ یہ تھی کہ اسے اب تک اسابیلا کو خط لکھنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ اور اس بات کو وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ اس ناکام حملہ کی خبر بہت جلد اسے مل جائے گی۔ ان حالات میں اسے میرے متعلق کیا کیا خیالات نہ پیدا ہوتے ہوں گے؟ وہ سمجھے گی یا تو میں اس مہم میں مارا گیا۔ یا کیسل سکالا کے کسی قلعہ میں زیر حراست ہوں اسے اس حسینہ کیساتھ جو محبت تھی اسے پیش نظر رکھتے ہوئے وہ سوچتا تھا۔ کہ میرے غیر یقینی انجام یا میری قسمت کے بدترین خاتمہ کے متعلق یہ قیاسات اس کے نازک دل پر کس قدر ناگوار اثر پیدا کریں گے۔

لیکن باوجود ان حالات کے وہ اسے خط لکھنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ خط کے بحفاظت اس تک پہنچ جانے کی بہت کم امید تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ ملک کی موجودہ حالت میں پرنس البرٹو یا اس کے کنبہ کے کسی فرد کے نام بھیجی ہوئی چھٹی ضرور دشمن کے ہاتھوں پڑ جائے گی۔ یہی وہ رکاوٹ تھی۔ جو اب تک اس حسینہ کو خط لکھنے میں حائل رہی جس کی تصویر اس کے دل پر کندہ تھی۔

جس وقت وہ تھکا ماندہ اس نہ ختم ہونیوالی منزل کو طے کر رہا تھا۔ اسے خیال آیا۔ کیوں نہ ایک خط ونگھم کے نام لکھ کر اسی میں اسابیلا کا خط بند کر دوں؟ اس کے علاوہ وفادار خادم مسٹر ٹرنر اور ایلین کو بھی اس کی اطلاع دینا ضروری تھا۔ کہ میں صحیح سلامت ہوں۔ اور عنقریب واپس انگلستان پہنچنے کی امید رکھتا ہوں۔ یہ تجویز اسے ہر طرح قابل عمل نظر آئی۔ اور اس نے اسے زیر عمل لانے کا مستقل ارادہ کر لیا۔

اسی غرض کے لئے اس نے وہ رات ایک ایسے قصبہ میں بسر کی۔ جہاں ڈاکخانہ نہ تھا۔ اس نے اپنی چٹھیاں بڑے محتاط پیرایہ میں لکھیں۔ اور ان کے نیچے اپنے دستخط نہ کئے۔ جب وہ انہیں ڈاک بکس میں ڈال چکا۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ گویا اس کے دل سے بہت بڑا بوجھ اُٹھ گیا ہو۔

اس قصبہ میں اسے ملک کی بےچین حالت کے متعلق اور بھی بہت سے واقعات معلوم ہوئے۔ فوجی قانون ہر ایک صوبہ میں نافذ کیا جا چکا تھا۔ اور گرینڈ ڈیوک کے مقاصد کی نسبت طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ سب لوگ یہی کہتے تھے کہ آسٹروی فوج عنقریب دخل انداز ہوگی۔ اور ہر شخص دبی زبان میں جابجا اس پالیسی کی مذمت کر رہا تھا جس کی بدولت رعایا کے پاؤں میں غلامی کی زنجیریں مضبوط کرنے کے لئے ایک غیر ملکی فوج سے امداد حاصل کرنا مطلوب تھا۔

ایک بات جو ہمارے ہیرو نے خاص طور پر نوٹ کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ گرینڈ ڈیوک کا حامی کوئی نہ تھا۔ اس کے ظلم پر ہر شخص نفرین بھیج رہا تھا کیسل سکالا میں اسوقت ضرورت ایک رہنما کی تھی ۔ ۔ ۔ ایک ایسے بلند حوصلہ شخص کی جو حریت کا طرفدار ہو۔ ایسا ہو جانے پر رچرڈ کو یقین تھا۔ کہ ہر شخص اس کی مخالفت میں اُٹھ کھڑا ہوگا۔ ملکہ کے مونٹولی سے فرار ہونے کا واقعہ اب ہر کس وناکس کو معلوم تھا لیکن اس کا تاحال کسی کو علم نہ تھا کہ وہ کس لئے فرار ہوئی۔

ایک اور بات جو رچرڈ کے مشاہدہ میں آئی یہ تھی۔ کہ اوسور کے قریب جو قیدی پکڑے گئے تھے۔ ان کے متعلق ہر شخص کے دل میں ہمدردی تھی۔ جس ہمت اور استقلال کے ساتھ رچرڈ نے اپنی شکستہ فوج جمع کی تھی اس کے لوگ عام طور سے مداح اور معترف تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ اپنی اس دشت نوردی کے زمانہ میں بارہا ایسا ہوا کہ چند آدمی اس کے منہ پر اسی کی تعریف بڑے زوردار لفظوں میں کرنے لگتے تھے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہی ان کا ممدوح ہے۔

لیکن رچرڈ کی اس صحرانوردی کے مفصل حالات کا تذکرہ بے سود ہے۔ مختصر یہ کہ سفر اس کے لئے امید سے بڑھ کر تھکا دینے والا ثابت ہوا۔ اور کئی بار اسے تھک کر کسی کرایہ کی گاڑی یا گھوڑے پر سوار ہونا پڑا۔

اسی طرح فریولی کی سرائے سے رخصت ہوئے اسے بارھواں دن تھا۔ کہ پیناگا کے شرق میں چار میل کے فاصلہ پر اس نے دریائے اسگلیو کو عبور کیا۔ اب وہ نیپلز کی سرحد سے صرف ۴۰ میل کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ اور اسے امید تھی۔ کہ ۲۴ گھنٹہ کے عرصہ میں میں ہر قسم کے خطرات کے دائرہ سے باہر نکل جاؤں گا۔ دن کے وقت اس نے بہت کم کھانا کھایا تھا۔ کیونکہ جبقدر وہ سرحد کے قریب ہوتا جارہا تھا۔ اسیقدر زیادہ تیز چلنے کی خواہش بڑھتی جارہی تھی۔ دریا کو عبور کرکے اس نے ملاح سے قریب ترین سرائے کا راستہ پوچھا۔ اور اس نے ایک سنسان سی کچی سڑک کی طرف اشارہ کرکے کہا تھیں اس پر ایک میل کے فاصلہ کے قریب چھوٹی سی

چند آدمی یکایک اس پر ٹوٹ پڑے (صفحہ ۷۹)

رکھنے سے ان پر مکڑی کا جالا آسانی سے لگ جاتا ہے - اب بتاؤ سوائے کسی کیمیا داں کے اور کون ہے جو معلوم کرے - اس بوتل میں کتنا مکر و فریب بھرا ہوا ہے؟"

"خیر آج رات میں نے شراب کے متعلق بہت سی دلچسپ واقفیت حاصل کر لی ہے" نیک نے اس ساری کیفیت کو سن کر کہا۔

"بہت سی واقفیت!" عمر رسیدہ شخص نے اس کی طرف حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہا "ابھی تو تمہیں سو میں سے ایک بات بھی معلوم نہیں ہوئی - تمہیں معلوم نہیں - ان شرابوں میں خواہ وہ سستی ہوں یا مہنگی کسقدر زہریلا مادہ ملا ہوا ہوتا ہے - اکثر قسموں میں ایک چیز جسے سیسہ کی شکر کہتے ہیں - ملی ہوئی ہوتی ہے - اور ایک نادان سے نادان شخص بھی جانتا ہے کہ وہ ایک مہلک زہر ہے - گدلی شراب کو صاف بنانے کے لئے اور زیادہ ترش شراب کی ترشی دور کرنے کے لئے بھی بعض زہریلی چیزیں مثلاً سال امکسم - بجھا ہوا چونا وغیرہ استعمال ہوتا ہے - کڑوے بادام کا تیل اور چیری لارل کا پانی بھی خاص خاص مطلب کے لئے شراب میں ملاتے ہیں - اور اس قسم کے مصنوعی طریقہ پر بعض شرابوں میں انگور کا سا ذائقہ پیدا کر لیتے ہیں - ورنہ حقیقت میں ان کے اندر انگور کے رس کا نام و نشان تک نہیں ہوتا - لیکن میں تمہیں کافی سے زیادہ حالات بتا چکا ہوں گو ابھی اس سے بہت زیادہ اور بتا سکتا ہوں - مگر تم کہو گے - کہ عجب احمق بڈھا ہے - جو ان سب باتوں کو جان کر شراب پیتا ہے - سو بات یہ ہے - کہ مصیبت - افلاس اور بڑھاپا انسان کے لئے وبال جان ہیں - ان کا غم غلط کرنے کے لئے میں یہ جانتا ہوا بھی کہ یہ شراب نہیں زہر ہے - اسے پینے یہاں آ جاتا ہوں"

اتنا کہکر سوگس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا - اور کمرہ سے باہر نکل گیا - اس نے جس انداز سے شراب کی مذمت کی تھی - اس کا حاضرین پر بہت ناگوار اثر پڑا - اور ان میں افسردگی طاری ہو گئی - بلفرڈ رہ رہ کر بدستور گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا - کیونکہ وقت تیزی سے گذرتا جا رہا تھا - مگر وہ جن کا اسے انتظار تھا - ابھی تک نہ آئے تھے - دفعتاً نیک نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا "اس وقت ایک گیت ہو جائے تو خوب ہو"

فتنا نے ایک کونے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "جو یل جنکنز بہت اچھا گویا ہے وہ اگر کچھ سنائے تو سبحان اللہ!"

شخص مذکور نے جس کا قد ٹھگنا تھا۔ اور جس نے بہت کھلے اور لمبے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہا "خیر دوستو تم اصرار کرتے ہو۔ تو مجھے انکار کا چارہ نہیں۔ مجھے ایک گیت یاد ہے تو ذرا توجہ سے سننا"۔

اتنا کہکر اس نے ایک عام گیت اسقدر بلند آواز سے گانا شروع کر دیا۔ کہ اس کی بدولت شراب خانہ کے اندر گونج سی پیدا ہوگئی۔

"شاباش۔ جن شاباش" حاضرین نے گیت کے خاتمہ پر بڑے زور سے نعرہ تحسین بلند کرتے ہوئے کہا۔

نیکر کہنے لگا۔ "یار تم دوستوں کی محفل کی جان ہو۔ اور گو بڈھا سوگس شراب کی بہت کچھ مذمت کرتا رہا ہے۔ لیکن میں تمہارے لئے ایک ادھا جن کا منگاتا ہوں"۔

یہ کہکر اس نے شراب مذکور کی نصف بوتل طلب کی۔ اور اس کی قیمت اپنی گرہ سے ادا کر دی۔ اس پر پھر نعرہ تحسین بلند ہوا۔ اور اس کی گونج ابھی فرو نہ ہوئی تھی۔ کہ مسٹر گرین وڈ کا فرانسیسی نوکر لافلور کمرہ میں داخل ہوا۔ اس نے بھیس بدلنے کی غرض سے ایک بھاری کھردرے کپڑے کا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ اور سر پر آگے کو جھکی ہوئی ٹوپی تھی۔ لیکن بفر نے اسے اس حالت میں بھی فوراً پہچان لیا۔ اور اس کی ملاقات کو آگے بڑھا۔ پھر وہ اس سے مل کر آہستگی سے کہنے لگا "یار تم نے بہت دیر کر دی"۔

لافلور نے کہا "ہاں میں اس سے پہلے نہ آسکا لیکن اس کا مجھے یقین تھا۔ کہ تم میرے منتظر رہو گے۔ کیونکہ جیسا میں نے تم سے کہا تھا۔ کام غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے"۔

"خیر تو آؤ اب اس کی نسبت گفتگو کریں"۔ بفر کہنے لگا "اوپر کی منزل پر ایک علیحدہ کمرہ موجود ہے۔ چلو اس جگہ تنہائی میں گفتگو ہو سکے گی"۔

یہ کہکر بفر لافلور کو ساتھ لئے اوپر کی منزل کو ہولیا۔ یہاں پہنچکر اس نے ایک بوتل شراب کی طلب کی۔ اور آخر جب ہوٹل کا ملازم رخصت ہوگیا۔ تو بفر نے اس قسم کا اشارہ کیا گویا وہ اس ملاقات کی کیفیت معلوم کرنے کا خواہشمند ہے۔

لافلور نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا "تمہیں معلوم ہوگا۔ میں مسٹر گرینوڈ ممبر پارلیمنٹ کے ہاں ملازم ہوں"۔

بفر نے کہا "ہاں میں اس شخص کو جانتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے دو سابھیدوں

کے ہمراہ رچمنڈ کی سڑک پر اس سے ملاقات کی تھی؟"

"شاید تمہارا اشارہ اس واقعہ کیطرف ہے۔ جس میں کونٹ الڑوی کو لوٹا گیا تھا" لافلور نے کہا۔

"ہاں اسی کی طرف" بفر نے کہا "معلوم ہوتا ہے۔ تم اس معاملہ سے اچھی طرح واقف ہو۔ کیا تمہارا آقا تمہیں سارے بھیدوں سے واقف رکھتا ہے؟"

"نہیں یہ بات نہیں" مکار فرانسیسی ملازم نے ہنس کر کہا "لیکن یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اگر وہ کسی معاملہ کی نسبت کسی شخص سے گفتگو کر رہا ہو۔ تو میرے لئے باہر کھڑے ہو کر اسکی گفتگو سننا کچھ مشکل نہیں ہو سکتا۔ میں اس کے متعلق اسقدر معاملات سے واقف ہوں۔ کہ چاہوں تو دنوں میں اسے برباد کر کے رکھ دوں۔"

"یہ اور بھی اچھا ہو۔ اپنے آقا کے معاملات سے واقف ہونا بڑی قابل قدر صفت ہے اس سے انسان اس پر قابض رہتا ہے۔"

"بہرحال اب ہمیں موجودہ معاملات کا ذکر کرنا چاہئیے۔" لافلور نے کہا "مگر پہلے یہ بتاؤ کہ جس طرح تم نے رچمنڈ کی سڑک پر وہ واردات کی تھی۔ اسی طرح ڈوور کی سڑک پر ایک اور واردات میں حصہ لے سکتے ہو؟"

بفر کہنے لگا "مجھے برابر کا حصہ ملتا رہے، تو ہر قسم کے کام کے لئے تیار ہوں۔"

لافلور بولا "میں تمہیں اپنا منشا مختصر طور پر جتلا دیتا ہوں۔ کچھ تو پوشیدہ گفتگو سنکر اور کچھ اپنے آقا کے بعض کاغذات کی دیکھ بھال کے ذریعہ سے میں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ گرین وڈ کا ارادہ کل ایک چوا سپہ گاڑی میں ڈوور کیطرف جانے کا ہے۔ بظاہر اس نے پیرس میں بدھنی کا کوئی سودا کیا ہو۔ جس میں اسے کامیابی حاصل کرنیکی صورت یہی نظر آتی ہے کہ انگلستان اور فرانس کے نرخ تبادلہ کو چڑھانے کی کوشش کرے۔ اس مطلب کے لئے وہ اپنے ساتھ ۲۰ ہزار پونڈ کی رقم پونڈوں اور بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی صورت میں لے جائیگا۔"

"تم ان دلیلوں کو چھوڑ دو جن سے مجبور ہو کر وہ پیرس جاتا ہے" بفر نے گھبرا کر کہا "خدا جانے نرخ تبادلہ کیا بلا ہوتی ہے۔ بس سیدھی طرح اتنا کہدو۔ کہ اسکے پاس ۲۰ ہزار کی رقم ہوگی۔"

"ہاں ہاں" لافلورسنے کہا "یہ تو میں کہہ چکا ہوں۔ کہ وہ کل شام لندن سے ۲۰ ہزار پونڈ لیکر گاڑی میں روانہ ہوگا۔ میں اور اسکا اطالوی نوکر ہم دونوں اس کے ساتھ ہونگے اور ہمارے پاس ہتھیار بھی کافی ہونگے۔" بفر نے پوچھا "وہ تمہارا اطالوی نوکر کیسا آدمی ہے؟"

"وہ کچھ اور طبیعت کا آدمی ہے۔" لافلورسنے جواب دیا "ہرچند کہ اسے بھی آقا سے کچھ محبت نہیں۔ مگر وہ اپنا فرض ضرور ادا کرے گا۔"

"میرے خیال میں گرین وڈ تمہیں بھی پورا وفادار سمجھتا ہے؟"

"ہاں ہاں۔ اور آقا کے پستولوں کو گاڑی میں بحفاظت رکھنے کا کام میرے ہی ذمہ ہوگا۔ اطالوی اپنے پستولوں کی دیکھ بھال خود کرے گا۔ اس لئے سچ پوچھو تو بھری ہوئی جوڑی صرف ایک ہی ہوگی"

بفر کہنے لگا "میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ لیکن وہ ایک جوڑی ہی کیا کم خوفناک ہے۔ اسی سے دو شخصوں کو دوسری دنیا کا راستہ دکھایا جاسکتا ہے۔"

لافلور بولا "یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک انسان خطرہ میں نہ پڑے کوئی نفع حاصل نہیں کرسکتا خیال یہ ہے کہ میں اور فلیپو گاڑی کے باہر اکٹھے بیٹھیں گے۔ اس لئے جس وقت گھوڑوں کو روکا گیا۔ میں فوراً ہی فلیپو پر حملہ آور ہوکر اسے کوئی حرکت کرنے سے باز رکھ سکوں گا۔"

"یہ انتظام معقول ہے۔" بفر نے کہا "لیکن میرے ساتھ کم از کم تین جوان اور ہونے چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ دو گاڑی بان ہوں گے۔ اور گرین وڈ اپنے زر پیہ سے جدوجہد کے بغیر جدا ہونا پسند نہ کرے گا۔ اس کے علاوہ ممکن ہے۔ وہ دوسرا آدمی جسے تم فلیپو کہتے ہو۔ غالب آجائے۔"

"تو کیا تم اپنے جیسے تین اور مستقل مزاج جوان ساتھ نہیں لے سکتے؟" لافلورسنے پوچھا۔

بفر کہنے لگا "یوں تو کام کرنے والے آدمیوں کی کمی نہیں۔ مگر وقت بہت کم ہے۔ اور اس عرصہ میں سارا انتظام کرنا مشکل نظر آتا ہے۔" پھر اس نے اس انداز سے گویا اپنے دل سے گفتگو کررہا ہو کہا "بہرحال لانگ باب اور للی پرگ دو کا تو میرے ساتھ شامل ہونا یقینی ہے۔"

لافلور نے کہا" اس طرح تم سب ملا کر تین آدمی ہوئے۔ جنہیں کسی طرح بھی کافی نہیں سمجھا جا سکتا۔ خیال کرو رقم کتنی بڑی ہے۔ اگر ہماری ذرا سی بے احتیاطی سے موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔ تو اس کا مدتوں افسوس رہے گا"۔

"خیر تو میں کسی اور کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا" بفر کہنے لگا "یوں تو میں اپنے بہت سے ہم پیشہ جوانوں سے واقف ہوں۔ مگر اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ کہ کوئی معتبر آدمی ہو۔ اور اس واقعہ سے پہلے یا اس کے بعد کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نہ نکلنے دے۔ نہ ہوا آج ٹونی ڈکنز۔ ورنہ پھر کس بات کی فکر تھی"۔

"کون۔ مردہ فروش؟" لافلور نے پوچھا۔

"ہاں وہی" بفر نے جواب دیا "یوں تو گرین وڈ اس کا بڑا مربی ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ ضرور ہمارے اس معاملہ میں شریک ہو جاتا"۔

فرانسیسی ملازم نے کہا "مجھے یاد ہے۔ سال سوا سال گذرا۔ گرین وڈ نے میرے ہاتھ اس ٹڈکنز کو رقعہ بھیجکر کسی کام کے لئے بلوایا تھا۔ مگر وہ آیا نہ تھا۔ گو اس کے چند دن بعد مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ رقعہ اسے ضرور مل گیا تھا"۔

بفر نے اس انداز سے گویا لافلور سے مخاطب ہونے کی بجائے اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا "ہاں انہی دنوں میں غریب ٹڈکنز کریکی جم کے ہاتھوں زخمی ہوا تھا۔ اور اس کے بعد بعض حالات ایسے پیش آئے۔ کہ وہ کئی دن تک باہر نہ نکلا۔ لیکن خیر اب اس پرانی بحث سے کیا حاصل ہے۔ آدمی جتنے درکار ہیں لیتا آؤں گا۔ مگر اب تم پہلے یہ بتاؤ کہ گرین وڈ کا ارادہ کس وقت سفر پر روانہ ہونے کا ہے؟"

"شام کے سات بجے۔ اس کا ارادہ ہے کہ کیلے کے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے ڈوور میں تھوڑی دیر آرام کرے"۔

"اس حالت میں ہمارا کام چیٹہم کے اس طرف نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت ابھی پہلی رات ہوگی۔ مجھے معلوم ہے کہ نیوئنگٹن اور سٹنگبورن کے درمیان سڑک ایک ویرانہ میں سے گذرتی ہے۔ جہاں کھریا مٹی کا ایک گڑھا بھی موجود ہے۔ اس جگہ ہم بڑی آسانی سے روپیہ بانٹ کر جدا ہو سکیں گے۔ گاڑی غالباً ۱۱ بجے اس مقام پر پہنچے گی۔ لیکن ہاں یہ تو بتاؤ روپیہ گاڑی میں کہاں رکھا ہوا ہوگا؟"

"اندرونی حصہ میں نشست کے نیچے۔ اور کہاں؟" لافلور نے کہا "پھر اب تمہیں ہر طرح تیار سمجھوں؟"

"بس یوں سمجھو کہ یہ کام اب ہو کر رہیگا" بفر نے جواب دیا۔

عین اسوقت کسی نے باہر دروازہ پر دستک دی۔ تھوڑی دیر میں شراب خانہ کا ایک ملازم اندر داخل ہوا۔ اور اس نے بفر کے کان میں کچھ کہا۔ جس سے اس کے چہرہ پر خوشی اور امید کی جھلک پیدا ہوگئی۔ اور وہ زور سے کہنے لگا "بخدا یہ بھی کیا خوش نصیبی ہے۔ لاؤ۔ تم اسے فوراً اوپر بلا لاؤ۔"

نوکر یہ حکم پاکر چلا گیا۔ اس کے جانے پر لافلور نے پوچھا "کون ہے؟"

"وہی جس کی ہمیں اس وقت سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ وہ پھر صحیح سلامت آموجود ہوا۔۔ خدا جانے بلی کی طرح اس کی بھی کتنی جانیں ہیں"

"لیکن آخر وہ کون ہے" لافلور نے بے صبری کے انداز سے پوچھا۔

قبل اس کے کہ بفر کچھ جواب دیتا۔ کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور مردہ فروش اندر داخل ہوا۔

چھٹا باب — مردہ فروش کی نئی سازش

انیتھنی ڈڈکنز نے اسوقت بہت ہی ادنیٰ قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اور اسکے بشرہ سے افلاس اور احتیاج کے آثار نمودار تھے۔ بدن سوکھ کر کانٹا سا ہو گیا تھا آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔ رخساروں میں گڑھے پڑ چکے تھے۔ اور چہرہ پہلے سے بھی زیادہ لاش کی طرح سپید اور بدنما نظر آتا تھا۔

بفر بڑی تیزی سے اٹھ کر اس سے ملنے آگے بڑھا اور کہنے لگا "کہو یار کیا حال ہے؟ ہمارے نزدیک تو تم اب اس جہان سے رخصت ہو چکے تھے۔"

"اور تم خوش تھے؟" مردہ فروش نے تلخی کے لہجہ میں کہا "اپنی طرف سے تم نے میرے مارنے میں کوئی کسر نہ رکھی تھی۔ اسی لئے تو اس پلیگ زدہ جہاز میں چھوڑ کر بھاگ آئے تھے"

بفر خوشامد کے انداز سے کہنے لگا "ٹونی یار اس دن سے ہی میرے دل میں اس واقعہ پر بڑا پچھتاوا لگا رہا ہے۔ لیکن تم جانتے ہو ایسے موقعوں پر گھبراہٹ کی وجہ سے انسان بُرے بھلے میں بہت کم تمیز کر سکتا ہے۔ امید ہے اس واقعہ کی بدولت تم اپنے دل میں میرے متعلق کوئی رنج نہ آنے دو گے"۔

"خیر اب جو ہو گیا سو ہو گیا" مردہ فروش نے اپنے دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "کسی معاملہ کو ٹالنے کا بہتر طریقہ یہی ہے۔ کہ اس پر کم بحث کی جائے۔ لیکن .. ہیں! کون لافلور بیٹھا ہے؟ تمہارا آنا یہاں کیسے ہوا؟"

"مسٹر ٹڈگنز! میں ایک خاص کام کے لئے آیا ہوں" شخص مذکور نے جواب دیا "اور اس وقت ہمیں تمہاری ہی سب سے زیادہ ضرورت تھی"۔

"بیشک، بیشک" بفر نے تصدیق کے انداز سے کہا "یہ میرے پرانے کپتان ہیں۔ اور میں اس مہم کی کمان ان کے حوالہ کرتا ہوں"۔

مردہ فروش نے کہا "پہلے کچھ کھانا اور تھوڑی شراب تو منگاؤ۔ یہاں بھوک سے پیٹ میں چوہے قلابازیاں کھا رہے ہیں۔ اس کمبخت جہاز پر تو کھانے کو خاک نہیں ملتا تھا میں کھانا کھاتا ہوں۔ اور تم نے اس معاملہ کی کیفیت بیان کرنا۔ اگر کام قابل عمل ہوا۔ تو مجھے کب انکار ہو سکتا ہے"۔

اس پر شراب خانہ کے نوکر کو بلا کر لافلور نے حکم دیا۔ کہ "جسقدر عمدہ کھانا تیار ہو فوراً لے آؤ۔ اور ایک بوتل برانڈی کی بھی ساتھ ہی لیتے آنا"۔ جب یہ چیزیں حاضر کر دی گئیں تو مردہ فروش گرسنہ شخص کی طرح انہیں جلد جلد کھانے لگا۔ اور لافلور نے وہ ساری تجویز اس کے روبرو بیان کی۔ جو وہ اس سے پہلے بفر کو سنا چکا تھا۔

روپیہ کی بہت بڑی مقدار حاصل کرنے کی امید نے ٹڈگنز کی مردہ آنکھوں میں چمک اور لاش کی طرح سپید چہرہ پر سرخی پیدا کر دی۔ اس نے للی برگ اور لانگ باب کو اس مہم میں شریک کرنے کی تجویز کو پسند کیا۔ کیونکہ باوجود ان واقعات کے جو پلیگ زدہ جہاز میں پیش آچکے تھے۔ وہ ان کی ہمت کا معترف تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ جہاز سے ان کا یوں بھاگ آنا کسی فطری بزدلی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ محض ایک عارضی اضطراب کے باعث تھا۔ اور چونکہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اس موقعہ پر ان سے قابل قدر خدمات حاصل ہو سکیں گی۔

اس لیئے وہ زمانہ ماضی کو فراموش کرنے پر آمادہ تھا۔

تھوڑی دیر کی گفتگو سے مردہ فروش اور لافلور میں سمجھوتہ ہوگیا۔ لافلور نے بفر اور مردہ فروش کو دس پونڈ کا ایک ایک نوٹ بطور بیعانہ پیش کیا۔ اور اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوگیا۔

اس کے چلے جانے پر بفر اور مردہ فروش نے اپنے گلاس برانڈی اور شراب سے بھر لیئے۔ پائپ جلائے۔ اور قدرتی طور پر ان میں ان واقعات کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ جو آپس میں علیحدہ ہونیکے بعد دونوں کو پیش آچکے تھے۔ پہلے بفر نے وہ واقعات دُہرائے جو اسے موسپ گھاٹ کیطرف واپس آنے پر پیش آئے تھے۔ چنانچہ اس نے جہاز بلاسم کے تین آدمیوں کے تعاقب کرنے اور انکے بعد ازاں رچرڈ مارکھم۔ پولیمین اور مور کر ثابت ہونیکا ذکر کیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے اس بے سود تلاش کی کیفیت بھی بیان کی جو ان تینوں نے مردہ فروش کی خاطر جہاز فیری میں کی تھی۔ اور جہاز کو فروخت کر دینے کا واقعہ بیان کرنیکے بعد کہنے لگا "اسوقت سے لیکر میں کم و بیش بیکار ہی پھر تا رہا ہوں۔ کل شام گرین وڈ کا ہی نوکر مجھ سے ملا تھا۔ اور اس نے مجھے تاکید کی تھی۔ کہ آج اس جگہ اس سے ملوں۔ کہتا تھا۔ مجھے ایک نہایت ضروری معاملہ پر گفتگو کرنی ہے۔ اس معاملہ سے اب تم بھی اچھی طرح واقف ہو۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ اس میں ہمیں خاصی کامیابی حاصل ہوگی۔"

"تو کیا جہاز بلاسم کا سارا معاملہ ایک گہری سازش پر مبنی تھا؟" مردہ فروش نے غصہ سے دانت کٹکٹاتے ہوئے کہا "اور کیا اس کی تہ میں اسی بدبخت مارکھم کا ہاتھ تھا؟ اے آسمان! میں امید اس سے ایسا بھیانک انتقام لونگا۔ کہ دنیا دیکھے گی لیکن یہ تو کہو تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ مور کر بھی ان میں شریک تھا؟"

"اس طرح پر کہ جب یہ لوگ جہاز فیری پر چڑھ آئے۔ تو مارکھم نے اسے ہی نام لے کر مخاطب کیا تھا۔ میں اسوقت سمجھ گیا کہ یہ وہی حبشی ہے۔ جس کا تم ذکر کیا کرتے ہو۔ لیکن ال۔ ایا! ... تو میں نے تمہیں بتائی ہی نہیں۔ وہ بیکار جہاز بلاسم پر ایسے گونگے اور بہرے حبشی کے بھیس میں تھا۔ جہاز کا کپتان وہی پولیمین تھا۔ اور جب تک وہ موسپ گھاٹ میں لنگر انداز رہا۔ مارکھم کہیں نیچے چھپا رہا۔ انہوں نے چال تو خوب چلی تھی۔ اور

تم اس روز اتفاق سے پلیگ زدہ جہاز میں نہ رہ جاتے۔ تو تمہارا ان کے ہاتھ آجانا یقینی تھا۔"

"ٹھیک تم سچ کہتے ہو" مردہ فروش نے کہا "اسی لئے لوگ کہا کرتے ہیں کہ برائی سے بھی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کیا ہوا۔ میں اس مارکھم کی اب بھی گت بنا چھوڑونگا۔"

"پھر تمہیں اٹلی جانا پڑے گا" بفر نے مختصر طور پر کہا۔

"کیوں؟ کس لئے؟"

"میں نے کل نچلے کمرہ میں ایک اخبار دیکھا تھا۔ جس میں ایک معرکہ کا ذکر درج تھا۔ اس ملک کا کچھ بھلا سا نام ہے۔۔۔ مجھے اس وقت یاد نہیں۔ مگر وہ اٹلی کی طرف واقع ہے لڑائی کوئی تین ہفتے گذرے ہوئی تھی۔ اور اس کے متعلق جو حالات درج تھے۔ ان میں لکھا تھا۔ ہمارے بہادر ہموطن رچرڈ مارکھم نے اس میں بڑی داد شجاعت دی۔ اس کے دوست یہ سنکر خوش ہونگے کہ وہ قیدیوں میں شریک نہ تھا۔"

"شاید وہ نابکار اس لڑائی میں مارا ہی گیا ہو" مردہ فروش نے کہا۔

بفر کہنے لگا "نہیں وہ مارا نہیں گیا۔ کیونکہ جس وقت مجھے معلوم ہوا کہ مضمون اسکے متعلق ہے۔ تو میں نے اسے اول سے آخر تک پڑھا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ گو اسے زیر حراست کر لیا گیا تھا۔ مگر بعد ازاں یا تو اسے رہا کر دیا گیا۔ یا وہ فرار ہو گیا۔ بہرحال کسی کو اس کے موجودہ حالات کا علم نہیں۔۔۔ ممکن ہے وہ واپس آرہا ہو۔"

مردہ فروش بولا "میرے نزدیک بہتر ہوتا۔ کہ وہ اٹلی میں ہی گولی سے مارا جاتا یا پھانسی پاتا۔ لیکن اب اگر وہ یہاں زندہ واپس آ ہی گیا۔ تو میں خود اس سے اچھی طرح نپٹ لونگا۔"

بفر کہنے لگا "خیر اب تم ان سارے واقعات سے باخبر ہو چکے ہو۔ جو مجھے تم سے جدا ہونے کے بعد پیش آئے۔ اب تم مہربانی سے یہ بتاؤ کہ تم اس ملعون جہاز لیڈی این سے کیونکر بچکر نکلے؟"

مردہ فروش نے اپنا گلاس از سر نو پر کرتے ہوئے کہا "میں تمہیں سارے حالات سے واقف کئے دیتا ہوں۔ جب تم اس طرح بزدلی سے مجھے تنہا چھوڑ کر وہاں سے بھاگ نکلے۔ تو میں نے بھی رسہ کی مدد سے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں بے بس ہو کر گر پڑا۔ اور بیہوش ہو گیا۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی

تھی۔ اور صحن جہاز سے ایک لڑکا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں بمشکل اپنی جگہ سے اُٹھا۔ مگر اتنی بات ضرور ہوئی۔ کہ اس طویل بیہوشی سے میرے بدن میں طاقت آ چکی تھی۔ لڑکا مجھے حرکت کرتے دیکھ کر کسی طرف کو چلا گیا۔ اور اس کے ذرا دیر بعد ڈاکٹر کو ساتھ لے آیا۔ اس نے بھی مجھ سے وہی سوال کیا۔ میں نے کہا۔ خدارا مجھے اس منحوس جگہ سے باہر نکال دو۔ پھر میں تمہیں سارے حالات سے باخبر کر دوں گا اس نے کہا۔ تم اپنے پستول اور چھرے کو ایک طرف ڈال دو۔ پھر میں تمہیں باہر نکال لونگا چنانچہ میں نے اسی طرح کیا۔ اور اس نے لڑکے کے ساتھ مل کر ایک رسہ جس کے نچلے حصہ میں پھندا بنا ہوا تھا۔ نیچے لٹکایا۔ میں نے اس پھندے میں اپنا پاؤں ڈال دیا۔ اور رسہ کو زور سے پکڑ لیا۔ جس کے بعد انہوں نے مجھے کھینچ کر باہر نکال لیا۔ مجھے باہر نکال کر ڈاکٹر نے میری طرف ایک پستول کا نشانہ کیا۔ اور کہنے لگا۔ اگر تم نے کوئی بیجا حرکت کی۔ تو میں تمہارے سر کو نشانہ بناؤں گا۔ میں نے کہا آپ اطمینان رکھئے۔ میرے دل میں آپ کو کسی طرح کی تکلیف دینے کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن خدا کے لئے مجھے کچھ کھانے کو دیجئے۔ کیونکہ مارے بھوک کے میری جان پر بن رہی ہے۔ میری یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ اور کھا پی کر میری حالت اسقدر رو بہ اصلاح ہوئی۔ کہ میں اب اچھی طرح چل پھر سکتا تھا۔ لیکن کمزوری اسقدر تھی اور سر میں چکریوں آرہے تھے۔ گویا میں کسی طویل بیماری کے بعد ابھی صحت یاب ہوا ہوں۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا۔ کہ میں ایک دیانت دار محنتی شخص ہوں۔ گریوسنڈ میں ایک دوست سے ملنے آیا تھا۔ کہ وہاں مجھے چند آدمی مل گئے۔ اور کہنے لگے۔ اگر تم ہمارے ساتھ مل کر کام کرو تو ہم معقول معاوضہ دیں گے۔ میں نے لاعلمی میں ان کا کہنا مان لیا۔ اور ان کی کشتی پر سوار ہو گیا۔ لیکن جب مجھے کام کی نوعیت معلوم ہوئی۔ تو میں نے کہا میں زنہار کسی ایسے ناپاک کام میں حصہ نہ لوں گا۔ انہوں نے کہا۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہو۔ ورنہ گولی مار کر دماغ اڑا دیا جائیگا۔ ناچار مجھے بھی ان کے ساتھ اس جہاز پر آنا پڑا۔ پھر جب وہ اپنے کام میں مصروف تھے۔ انہیں کوئی غیر معمولی آہٹ سنائی دی۔ جس سے گھبرا کر انہوں نے بھاگنے کی ٹھانی۔ مگر چلتے وقت پستول کا سرا میرے سر پر مار کر مجھے بیہوش کر گئے۔ اس کے بعد میں اسوقت تک بیہوش رہا۔ جبتک کہ اس لڑکے نے آکر مجھے آوازیں دیں۔ ڈاکٹر نے میری بیان کردہ کیفیت

کو سچ سمجھ لیا۔ مگر وہ کہنے لگا۔ تم لوگوں سے ایک شدید جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب اس بارہ میں تمہیں جو حالات معلوم ہیں۔ وہ صاحب مجسٹریٹ کے روبرو بیان کرنے ہونگے میں نے ایسا کرنے سے انکار مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ میرے لئے رہائی حاصل کرنے کا سوائے اس کے اور ذریعہ نہ تھا۔ کہ ڈاکٹر کو اپنے طرزِ عمل سے خوش کروں۔ اس کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھا۔ پولیس والوں کی کشتی بھی پاس ہی تھی۔ ان حالات میں میرے لئے سوائے اس کی ہر بات ماننے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ ذرا دیر کے بعد ڈاکٹر نے کہا۔ لیکن قرنطینہ کے قانون کے مطابق تمہیں سردست اس جہاز سے کہیں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اور جب تک تم جہاز پر رہو۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ تم کوئی بے جا حرکت نہ کروگے؟"

"یہ ایک مشکل سوال تھا" لنفر نے کہا۔

"بالکل نہیں" مردہ فروش کہنے لگا "میں نے ظاہرداری کے لئے ایسا انکسار اختیار کیا۔ اور اس طریق سے گفتگو کی کہ ڈاکٹر کو میری باتوں پر یقین ہوگیا۔ میں نے اس سے کہا۔ آپ مجھے دن بھر اسی کوٹھڑی میں مشکیں کس کر بند رکھ سکتے ہیں۔ اور رات کو بھی میں جہاں آپ چاہیں سو سکتا ہوں۔ ڈاکٹر بولا تم یقیناً کوئی دیانت دار آدمی ہو۔ لیکن میرے لئے احتیاط بہرحال شرط ہے۔ دن کے وقت تمہیں آزادی حاصل رہے گی۔ مگر میں احتیاطاً تمہیں کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ میرے پاس ہر وقت بھرے ہوئے پستول موجود رہیں گے۔ اور رات کو تم نے گودام میں سویا کرنا جس کا دروازہ بند کردیا جایا کرے گا۔ میں نے ظاہرداری کے طور پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد وہ مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے جہاز کے دوسرے حصہ میں چلا گیا۔

"تو کیا ڈاکٹر کو پیگ نہ تھی؟" لنفر نے پوچھا

"نہیں۔ البتہ مریضوں کے قریب رہنے اور خراب کردہ ہوائی کی وجہ سے وہ اس طرح زرد رو اور دبلا پتلا نظر آتا تھا۔ گویا خود اس مرض میں مبتلا ہو۔ مجھے لڑکے کی زبانی معلوم ہوا کہ جب تم لوگ بھاگ نکلے۔ تو اس کے ذرا دیر بعد اس نے اپنی مشکیں کھول لی تھیں۔ اور اس کے بعد اس نے سب سے پہلے ڈاکٹر کو آزاد کیا۔ لیکن جب تک صبح کو اس لڑکے نے مجھے گودام میں پڑا نہ دیکھا۔ اس وقت تک ان کا خیال یہ تھا۔ کہ سبھی ڈاکو فرار ہوگئے ہیں۔"

"پھر آخر تم وہاں سے بچکر کس طرح نکلے؟"

"میں نے بہت سی تجویزیں سوچیں۔ لیکن تین چار دن تک کسی پر عمل نہ ہو سکا۔ رات کے وقت میں چونکہ گودام میں قید ہوتا تھا۔ اس لئے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اور دن کے وقت خشکی پر پہرہ دار اور دریا میں پولیس والوں کی کشتی محافظ ہوتی تھی۔ ڈاکٹر کچھ دن رہے مجھے گودام میں اتار دیتا تھا۔ اور جب تک خاصہ دن نہ نکل آئے۔ مجھے وہاں سے باہر نہ نکالتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو وقت میرے فرار کے لئے موزوں تھا۔ وہ اس منحوس گودام میں گذرتا نظاہر ڈاکٹر تاریکی میں مجھ سے ڈرتا تھا۔ وہ چند دن میں نے بڑی مصیبت میں بسر کئے۔ پلیگ کی ہلکی سی چھوت نے۔ جس کی بدولت تم لوگ مجھے چھوڑ کر بھاگ آئے تھے۔ میرے دل میں اس بات کا اندیشہ پیدا کر دیا تھا۔ کہیں مرض زیادہ زور سے نمودار نہ ہو جائے۔ جب تمہاری بدسلوکی کا خیال آتا۔ تو میں تم سب کو جی بھر کر گالیاں دیتا تھا۔ مگر اب یہ سنکر کہ تم نے میرے خلاف ایک گہری سازش کر رکھی تھی۔ میں خوش ہوں کہ اس روز پلیگ زدہ جہاز پر رہ گیا۔ ورنہ اس بدبخت کے ہاتھ آنے میں کوئی کسر نہ رہ گئی تھی۔ خیر اس جہاز میں رہتے مجھے پانچواں دن تھا۔ کہ میں نے دیکھا رات کی تاریکی زیادہ زیادہ پھیلتی جا رہی ہے۔ مگر ڈاکٹر ابھی تک مجھے گودام میں داخل کرنے نہیں آیا۔ لڑکا میری طرف مشتبہ نظروں سے دیکھتا۔ ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ اور آخر کار وہ ایک کوٹھری میں داخل ہو گیا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ ڈاکٹر غالباً سو رہا ہے۔ اور یہ لڑکا اسے بیدار کرنے گیا ہے ابھی پورے طور سے اندھیرا نہ ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی اسقدر تاریکی پھیل چکی تھی۔ کہ اگر میں جہاز کے اس حصے سے جو خشکی کے قریب تر تھا۔ کود پڑوں۔ تو پہرہ داروں کو اس کی خبر نہ ہوسکیگی بہرحال قسمت آزمائی شرط تھی۔ یہ سوچکر میں نے احتیاطاً ایک کدال ہاتھ میں لے لی۔ اور جہاز سے کود پڑا۔ اس کے بعد میں بے تحاشا گریوسنڈ کی طرف دوڑنے لگا۔ کچھ دور جا کر میں نے کدال کو دریا میں پھینک دیا۔ اور ایک چھوٹی سی سرائے میں جسے لابسٹر ہورن کہتے ہیں پہنچا۔ میرے پاس روپیہ کافی تھا۔ چنانچہ سرائے میں میں نے ایک آسائش دہ بستر حاصل کیا۔ گو اس بات کا مجھے افسوس ہی رہا۔ کہ میں سونے کا چورہ ہمراہ نہ لا سکا۔"

بفر کہنے لگا "اتنے دن انتظار کرنے کی بجائے کسی روز موقعہ پاکر ڈاکٹر اور لڑکے کے

کو زخمی کر دیتے تو کیا اچھا تھا۔"

مردہ فروش بولا "اگر ذرا بھی موقعہ ملتا۔ تو میں یقیناً ایسا کرنے سے باز نہ رہتا۔ لیکن ایک تو میں اسقدر کمزور تھا۔ کہ لڑکے کا بھی اچھی طرح مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ دوسرے جس وقت ڈاکٹر مجھے شام کو گودام میں اتارنے لگتا۔ یا صبح کو وہاں سے نکالتا۔ تو بھرے ہوئے پستولوں کی جوڑی ہاتھ میں لئے فاصلہ پر کھڑا رہتا تھا۔ اس طرح مجھے ان پر وار کرنے کا کبھی موقعہ ہی نہ ملا۔ خیر رات میں نے سرائے میں بسر کی۔ اور صبح کو گجر دم وہاں سے چل دیا۔ میں نے سوچا لندن میں آجکل کئی شخصوں کو میری تلاش ہے۔ اس لئے چلو کچھ دن اپنے وطن والمر میں بسر کر آئیں۔ کمزوری کا اثر ابھی تک باقی تھا۔ اس لئے میں بمشکل چار دن کے عرصہ میں والمر پہنچا۔ راستہ بھر میں شاہراہ سے ہٹ کر کھیتوں اور پگ ڈنڈیوں کی راہ پر چلتا رہا۔ والمر پہاڑی کی چوٹی پر ایک سرائے میں میں نے سکونت اختیار کی۔ اور وہاں سے ان لوگوں کی نسبت بعض سوالات پوچھنے شروع کئے جن سے میں کبھی واقف ہوا کرتا تھا۔ میں اپنی زندگی کے واقعات اس سے پہلے بارہا تمہیں سنا چکا ہوں۔ تمہیں اس ہیرونٹ کا واقعہ یاد ہوگا۔ جس پر بلا محصول سامان لانے کا الزام لگایا گیا تھا۔ مگر جس وقت اس نے جرمانہ ادا کر دیا۔ تو دوستوں نے خوشی سے اپنے دائرہ میں لے لیا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان جو واقعات پیش آئے۔ ان سے بھی تم ناواقف نہیں ہو سکتے۔ اب مجھے معلوم ہوا۔ کہ اس نے اپنی باورچن سے شادی کر لی ہے۔ جو اس پر بڑی سختی سے حکومت کرتی ہے۔ اور ڈیل اور والمر کے اونچے طبقہ کے لوگوں کے نزدیک چونکہ یہ خطا بلا محصول چیزیں لانے کے جرم سے بھی زیادہ بری تھی اس لئے انہوں نے اس سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے تھے۔ جس وقت اس پر بلا محصول لانے کا الزام لگایا گیا۔ تو اسے ایک بہادر سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب کوئی شریف آدمی اس سے تعلق رکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ کیونکہ اس نے ایک ادنیٰ طبقہ کی لڑکی سے شادی کر کے اپنے آپ کو ذلیل کر لیا تھا۔ مختصر یہ کہ اس کی حالت ویسی ہی ناگفتہ بہ تھی۔ جیسی میرے نزدیک ہونی چاہئے تھی۔"

بفر نے پوچھا "تمہارے دوست پادری کا کیا حال تھا؟"

مردہ فروش کہنے لگا "اس کی نسبت بھی میں نے پوچھا تھا۔ اس نے ایک نوجوان

عورت کی شادی کی رسم ادا کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا تھا۔ کہ اس کا عاشق اسے عصمت سے گرا چکا تھا۔ اور اس کے بطن سے ایک ناجائز بچہ تھا۔ پادری صاحب کے اس طرز عمل پر والمر کے شریف آدمیوں نے بہت واہ واہ کی۔ لیکن اس کے سال بھر بعد ایک دن ایک کسان نے انہیں اپنی بیوی کے ساتھ غیر معمولی قسم کی گفتگو کرتے دیکھ لیا۔ اس روز سے پادری صاحب ایسے گم ہوئے۔ کہ کسی کو ان کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ان کی بیوی اور بچے پبلک کی خیرات کے محتاج رہ گئے۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ انہیں اسی ورک ہوس میں داخل ہونا پڑا۔ جس پر کبھی پادری صاحب کی حکومت تھی۔ میں ایک ہفتہ کے قریب والمر میں ٹھیرا۔ اور اس کے بعد ایک روز موقعہ پا کر مالک سرائے کی ساری نقدی اُڑا چکے سے رامزگیٹ کو ہو لیا۔ وہاں میں ایک چھوٹے سے شراب خانہ میں ٹھیرا۔ اور چار ماہ تک اسقدر بیمار رہا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ لیکن شراب خانہ کا مالک۔ اور اس کی بیوی میرے ساتھ بہت اچھی طرح سلوک کرتے رہے۔ آخر جب ذرا صحتیاب ہوا۔ تو میں نے سیر کے لئے سمندر کے کنارہ جانا شروع کر دیا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ اور بہت لوگ غسل لینے سمندر کے کنارہ پر جمع رہتے تھے۔ یہاں جو نظارہ میں نے دیکھا۔ وہ نہایت عجیب تھا جوان لڑکیاں اور بوڑھی عورتیں بظاہر ناولوں کے مطالعہ میں مصروف اس مقام سے صرف ۵۰ گز کے فاصلہ پر بیٹھی رہا کرتی تھیں۔ جہاں مرد نہاتے تھے۔ اور اس کے متعلق انہیں ذرا بھی شرم محسوس نہ ہوتی تھی"۔

بفر نے حیرت زدہ ہو کر کہا "سچ کہتے ہو؟"

"ہاں ہاں" ٹڈلر نے کہا "میں نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا ہے۔ کہ بوڑھی عورتیں اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اکثر اسی مقام کے گرد پھرا کرتی یا بیٹھی رہتی تھیں جہاں مرد نہاتے تھے۔ حالانکہ انہیں سیر کرنے کو اور مقامات بھی میسر آسکتے ہیں۔ خیر میں دو ماہ اور رامزگیٹ میں ٹھیرا۔ اور چونکہ شراب خانہ کے مالک اور مالکہ کا سلوک میرے ساتھ بہت اچھا رہا تھا۔ اسلئے میں نے ان کی کسی چیز پر ہاتھ نہ ڈالا۔ صرف اتنا کیا کہ چلتے وقت اپنا حساب نہ چکایا۔ اور لندن کے پل کی طرف جانے کی نیت سے جہاز پر سوار ہونے کے لئے مارگیٹ کو ہو لیا۔ لیکن میں نے گھاٹ پر قدم رکھا ہی تھا۔ کہ کسی نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھدیا۔ مڑ کر دیکھا تو والمر کی سرائے کا مالک تھا۔ میں نے

بہت عذر معذرت کی۔ بہانوں اور التجاؤں سے کام لیا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس نے مجھے وہیں پکڑ لیا۔ اور بہت لوگ جمع ہو گئے۔ آخر ایک پولیسمین کو بلوایا گیا۔ اور مجھے صاحب مجسٹریٹ کے روبرو پیش کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں سشن سپرد ہوا۔ اور ایک گاڑی پر سوار کرا کے کنٹربری پہنچا دیا گیا۔ لیکن پرسوں جب عدالت میں میری پیشی ہوئی۔ تو کوئی استغاثہ کی طرف سے پیروی کرنے والا نہ نکلا۔ اور مجھے رہا کر دیا گیا۔ اس پر میں نے واپس لندن آنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ ہمارے لئے بہترین کاروباری مقام لندن ہی ہے۔ باوجودیکہ یہاں پولیس کا اتنا انتظام ہے تاہم کام کا میدان تنگ نہیں۔ اس خیال سے میں یہاں پہنچا۔ اور اس شراب خانہ میں داخل ہوا ہی تھا۔ کہ آگے کام تیار ملا۔"

بفر کہنے لگا "خیر اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم قانون کی گرفت سے بال بال بچے ہو۔ شکر ہے کہ استغاثہ کی طرف سے کسی نے پیروی نہ کی ورنہ کوئی نئی آفت پیدا ہوتی۔ بہر حال جو کچھ ہوا۔ اب اس پر بحث کرنا لاحاصل ہے۔ میں خوش ہوں۔ کہ تم دوبارہ ہم سے آملے ورنہ آج کی ضرورت میں مجھے تمہاری یاد رہ رہ کر آتی تھی۔ کام جو اس فرانسیسی نے بتایا ہے بڑا معقول ہے۔ اور اب ہمیں للی برگ اور لانگ باب کی تلاش شروع کرنی چاہئے۔ مجھے معلوم ہے۔ وہ دونوں موسپ گھاٹ کے سامنے مقتل کے قریب رہتے ہیں۔"

"لیکن تم آجکل کہاں رہتے ہو؟" مردہ فروش نے پوچھا۔

"میں اور مول دونوں گرین ہل میں سینٹ جانز سٹریٹ کے قریب رہتے ہیں۔" مردہ فروش نے کہا "خیر آج رات میں یہیں سوتا ہوں۔ اور کل صبح ۶ بجے تمہارا منتظر رہوں گا۔"

ساتواں باب
مسٹر گرین وڈ کا سفر

پچھلے باب میں جو واقعات بیان کئے جا چکے ہیں۔ ان کے دوسرے دن شام کے ۷ بجے کا وقت تھا۔

مسٹر گرین وڈ نے دن کا بڑا حصہ شہر کے کاروبار میں اور تھوڑا حصہ اپنی گرجستانی حسینہ کی صحبت میں گذارنے کے بعد جس کے رہنے کو اس نے سنگاک سٹریٹ پال مال میں ایک نہایت شاندار مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ آج غیر معمولی طور پر سویرے کھانا کھا لیا تھا۔ شامپین کا آخری گلاس چڑھانے کے بعد حلقہ راٹن برو کے آنریبل ممبر نے گھنٹی بجائی جس کی آواز سنکر فوراً لافلور حاضر ہوا۔

مسٹر گرین وڈ نے پوچھا "گاڑی ٹھیک ۷ بجے یہاں آجائے گی؟"

"جی حضور ٹھیک ۷ بجے" خادم نے جواب دیا۔

"تم نے ایک چٹھی بھی راٹن برو میں میرے ایجنٹ کے نام لکھدی تھی۔ کہ میں ساڑھے آٹھ بجے اس قصبہ میں سے گذروں گا۔ اور ہر چند کہ میں نے اپنی شخصیت پوشیدہ رکھنے کا فیصلہ کر رکھا ہے تاہم اگر اسوقت جب کہ سرائے میں گھوڑے بدلے جائیں گے۔ کوئی مجھے پہچان لے تو اس میں میرے نزدیک اعتراض نہ ہوگا"

"میں نے یہ سب باتیں تفصیل کے ساتھ آپکے ایجنٹ کو لکھدی تھیں" لافلور نے عرض کیا" اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی مشورہ دیا تھا۔ کہ تم نے شراب خانہ میں سو سوا سو آدمی تیار رکھنا۔ کہ جب حضور اس طرف سے گذریں۔ تو وہ تیزی سے باہر نکل کر چیرز دینے لگیں"

"شاباش لافلور شاباش۔ تم بڑے ہی سمجھدار نوکر ہو۔ میں نے اس اخبار کے نام جس کا میں حصہ دار ہوں۔ ایک مضمون بھی اس مطلب کا بھیجدیا ہے۔ کہ جب مسٹر گرین وڈ راٹن برو کے راستے گذرے۔ تو لوگوں نے انہیں بڑے جوش سے چیرز دیئے۔ یہ مضمون کل صبح کے اخبار میں چھپ جائیگا۔ ہاں مگر تم نے اس حلقہ کے پولیسمین سے یہ بھی تاکید کردی ہے کہ جتنے گداگر میرے دروازہ کے قریب پھرتے نظر آئیں۔ وہ ان سب کو زیر حراست لے لے؟"

"جی ہاں میں نے اسے تاکیداً یہ سب باتیں کہدی تھیں۔ چنانچہ ابھی کوئی نصف گھنٹہ گذرا کہ ایک عورت کو تین نیم برہنہ بچوں سمیت تھانہ میں پہنچا دیا گیا ہے کیونکہ وہ کھڑکیوں کی راہ سے اندر کیطرف دیکھ رہے تھے۔ اسکے بعد اسکا شوہر یہ کہنے آیا تھا۔ کہ پولیس کو اس بارہ میں کچھ غلطی لگی ہے۔ کیونکہ میں ایک محنتی مزدور

ہوں۔ اور میری بیوی گداگر نہیں ہے"۔

"پھر تم نے کیا کہا؟" مسٹر گرین وڈ نے سختی کے لہجہ میں پوچھا۔

"جی میں نے کچھ نہیں کہا البتہ دروازہ بڑے زور سے بند کر دیا تھا"۔

"بس یہی مناسب تھا" گرین وڈ نے اطمینان کے لہجہ میں کہا "میں اس آوارہ گردی کا خاتمہ کرنیکا مصمم ارادہ کر چکا ہوں کیسی فضول بات ہے کہ یہ بدبخت نیم برہنہ نیم گرسنہ لوگ ہر وقت آکر اپنے افلاس اور ناداری کی داستان لے بیٹھتے ہیں۔ اور بلاوجہ کسی بھلے مانس کا عیش منغص کرتے ہیں"۔

"جی ہاں یہ بالکل فضول طریقہ ہے" لافلور نے تائیدی انداز سے کہا۔

گرین وڈ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "آخر ڈٹن برو کے انتخاب کنندوں نے مجھے بلاوجہ تو پارلیمنٹ میں نہیں بھیجا"۔

"ہاں حضور"

"اور میں پارلیمنٹ میں کھڑا ہو کر گداگری کی بڑے زور سے مذمت کرتا رہونگا"۔

"بے شک حضور"۔

"لیکن ہاں وہ خط جو میں نے تمہیں دیا تھا اسے تم نے ڈاک میں ڈال دیا؟"

"جی ہاں" خادم نے جواب دیا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ یہ چٹھی پادری برگیلف کے نام تھی۔ جو کسی جگہ... مجھے ٹھیک یاد نہیں کس جگہ... رہتا ہے۔ اس نے لکھا تھا۔ میں گرجا کو بڑا... یا شاید چھوٹا مجھے یاد نہیں رہا۔ اس نے کیا لکھا تھا.. کرانا چاہتا ہوں۔ بہرحال اس کا منشا گرجا میں کچھ تبدیلی کرنے کا ہے۔ اور اس مطلب کے لئے اس نے ایک گشتی چٹھی ان لوگوں کے نام بھیجی ہے۔ جن کے پتے سرکاری گائڈ میں درج ہیں۔ اس چٹھی میں اس نے چندہ کی درخواست کی ہے۔ اور تم سمجھ سکتے ہو کہ ایسی درخواست کے متعلق میں انکار نہیں کر سکتا۔ خصوصاً اس لئے کہ معطیوں کی فہرست لنڈن اور مضافات کے اکثر اخباروں میں چھپ جائے گی۔ چنانچہ میں نے اسے پانچ پونڈ کی رقم بھیجدی ہے۔ لافلور ہمیں کلیسا کی امکان بھر امداد کرنی چاہیے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"جی ہاں حضور... بے شک حضور" خادم نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے کہ اگر کلیسیا نہ ہو تو دنیا ایک دن میں تباہ و برباد ہو جائے" گرین وڈ نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "یہی وہ ذریعہ ہے۔ جس سے عیسائیت کی محبت۔ امید فیاضی اور خیرات کی برکات دوسروں تک پہنچتی ہیں۔۔۔ لیکن سنتا۔ لافلور کوئی عورت گلی میں گاتی ہوئی گذر رہی ہے۔ لپک کے جاؤ۔ اور اس کمبخت کو پولیس مین کے حوالہ کر دو کہ یوں تخریب اخلاق کر رہی ہے۔"

"لیکن حضور یہ تو ڈبل روٹی والے کا لونڈا ہے" لافلور نے عرض کیا۔

"خیر تو پھر کچھ مضائقہ نہیں" گرین وڈ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "تم نے کہا تھا کہ گاڑی ٹھیک سات بجے آ جائے گی؟"

"جی ہاں ٹھیک سات بجے۔"

"تم نے اور فلیپو نے میرے ساتھ چلنا ہے۔ اس سے کہہ دو ہتھیاروں کی دیکھ بھال کر رکھے۔ اور میرے اور اپنے پستولوں کو خود تم نے احتیاط سے دیکھ لینا۔ اس سڑک پر کسی قسم کا خطرہ تو نہیں ہے۔ پھر بھی احتیاط بہر حال ضروری ہے۔"

"بیشک حضور" لافلور نے کہا۔ لیکن اس انداز سے کہ کیا مجال اس کے چہرہ کا ایک عضلہ بھی ایسی حرکت کرے جس سے اس کا دلی عندیہ ظاہر ہو سکے۔

گرین وڈ نے کہا "تم ایک لیمپ میرے مطالعہ کے کمرہ میں رکھ آؤ۔ اور اس کے بعد ہتھیاروں کی دیکھ بھال کرنا میرے پستولوں کی جوڑی گاڑی کے اندر رکھوا دینا۔"

"بہت اچھا حضور"۔ اتنا کہکر لافلور باہر جانے کو تھا کہ یکایک کچھ سوچ کر رہ گیا اور کہنے لگا "میں حضور سے یہ کہنا بھول گیا۔ کہ آج صبح بوٹ والے نے سلیپروں کی جو نئی جوڑی بھیجی ہے۔ وہ اخبار ویکلی ڈسپیچ کے ایک ٹکڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے حضور کو اس کی اطلاع دینا ضروری سمجھا ہے۔"

"بجا! اور تم نے بہت اچھا کیا ہے" گرین وڈ نے غیر معمولی جوش کی حالت میں کہا "وہ پاجی ڈسپیچ پڑھتا ہے! وہ اخبار جس کا اثر پادریوں۔ گورنمنٹوں اور مذہبی ڈکٹیٹروں سے بھی زبردست ہے! بدمعاش! پاجی! میں پہلے ہی جانتا تھا۔ یہ شخص دل سے جمہوری خیالات رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک روز جب میں نے اس سے کہا۔ کہ اگر تم ٹوری فریق

کے حق میں رائے نہ دو گے ۔ تو تمہارے گاہک تم سے قطع تعلق کر لیں گے ۔ تو وہ مسکرانے لگا! آج معلوم ہوا ۔ وہ نا ہنجار اس اخبار کو پڑھتا ہے ۔ جو ہمارے قایم کردہ آئین کا پکا مخالف ہے ۔ اور جس کی پناہ حاصل کرنے کے لئے وہ سب لوگ جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں ۔ اسی طرح دوڑتے ہیں ۔ جیسے شہد کی مکھیاں پھولوں کی طرف ۔ لافلور" گرین وڈ نے سنجیدگی کا انداز اختیار کر کے کہا " تم آج ہی اس بوٹ والے کو ایک رقعہ اس مطلب کا لکھ دو کہ آیندہ وہ اپنا منحوس چہرہ راٹن برو کے ممبر پارلیمنٹ کے روبرو دکھانے کی جرأت نہ کرے "

" بہت اچھا حضور " اتنا کہہ کر لافلور چلا گیا ۔ اور اس کے چند منٹ بعد گرین وڈ اپنے مطالعہ کے کمرہ میں داخل ہوا ۔ جہاں میز پر ایک لیمپ رکھا ہوا تھا ۔

اس نے اپنی آہنی پیٹی کا دروازہ کھولا ۔ اور مہروں سے بھرا ہوا ایک تھیلا نکالا ۔ اسے اس نے ٹین کے ایک ایسے بکس میں ڈال لیا ۔ جس میں اکثر وکلا اپنے موکلوں کی دستاویزات رکھا کرتے ہیں ۔ اسی قسم کی تین اور تھیلیاں اس نے پیٹی سے نکال کر اس سیاہ صندوقچی میں رکھ لیں ۔ اور اس کے بعد خود سے کہنے لگا " چار ہزار پونڈ ! اس کا سواں حصہ پا کر بھی کتنے خاندان راحت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں ۔ لیکن نہیں روپیہ محنت کے بغیر میسر نہیں آتا ۔ جو اسے حاصل کرنا چاہیں ۔ انہیں میری طرح جد وجہد کرنی چاہئے " ۔

اتنا کہہ کر اس نے بدستور مسکراتے ہوئے آہنی پیٹی کے اندر سے ایک بڑا سا دستی بیگ نکالا ۔ اور اس کے مختلف خانوں کو کھولتے ۔ اور اس کے اندر رکھی ہوئی چیزوں کو شوق کی نظر سے دیکھتے ہوئے اس نے کہا " سولہ ہزار پونڈ بنک انگلستان کے نوٹوں کی صورت میں ! " پھر جب اس نے اس بیگ کو بھی ٹین کے بکس میں رکھ لیا تو کہنے لگا " ۲۰ ہزار پونڈ کی اس رقم کو پیرس میں اگر احتیاط کے ساتھ کاروبار میں لگایا جائے گا ۔ تو کم از کم ۲۵ ہزار حاصل ہو جانا بعید از قیاس نہیں "

جس وقت اس نے بکس کو مقفل کیا ۔ تو اس کے خوبصورت چہرہ پر کامیابی کی جھلک موجود تھی ۔ بکس بند کر کے اس نے کنجی احتیاط کے ساتھ اپنی جیب میں ڈال لی ۔ اور اس کے بعد کہنے لگا " اس سے پہلے ۲۰ ہزار پونڈ کی رقم سے جو میں نے پیرس میں لگائی

تھی عظیم منافع حاصل ہو چکا ہے۔ اور اب یہ رقم" اس نے بکس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ مالی معاملات کا ماہر بھی ایک فوق الفطرت ہستی رکھتا ہے اور اپنے کاموں میں مجھ سے چالاک اور کون ہوگا؟ اس میں شک نہیں۔ پچھلے ہفتہ مجھے چند ہزار کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ لیکن اس نقصان کی اس عظیم نفع کے مقابلہ میں کیا ہستی ہے۔ انگلستان میں روپیہ لگانا ہی سرے سے غلط تھا۔ کیونکہ دولت فرانس کی سرزمین میں ہی اُگتی ہے۔ لوگ مالی خطرات کا ذکر کرتے ہیں۔ اوہ! وہ بزدل کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جب تک انسان خطرہ میں نہ پڑے۔ کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔"

وہ اتنا کہہ کر رک گیا۔ اور انگیٹھی پر رکھے ہوئے آئینہ میں اپنی صورت اطمینان کے انداز سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گھنٹی بجائی۔ فوراً لافلور حاضر ہوا۔ لیکن اس کے چہرہ کے سکون کو دیکھ کر ہرگز کسی کو اس بات کا خیال نہ پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ وہ دروازہ کے ساتھ کان لگائے ان تمام کلمات کو جو گرین وڈ کی زبان سے نکلے سنتا رہا ہے۔

مسٹر گرین وڈ نے اپنی نگاہ ٹین کے بکس پر ہی جمائے رکھی اور کہا" لافلور میرا بھاری کوٹ اور سفری ٹوپی لے آؤ"

لافلور حکم پاکر چلا گیا۔ اور ذرا دیر بعد یہ چیزیں لے کر آیا۔ تو اس نے ساتھ ہی اطلاع دی کہ گاڑی دروازہ پر منتظر ہے۔

چند منٹ کے عرصہ میں مسٹر گرین وڈ بکس سمیت جو ان کی نشست کے نیچے رکھ دیا گیا تھا۔ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ان کے پستولوں کی جوڑی احتیاطاً ان کے قریب رکھ دی گئی تھی۔

فلپو اور لافلور باہر والی نشست پر بیٹھ گئے۔ گھوڑ چڑھے گاڑی بانوں نے چابک ہلایا۔ اور گاڑی سپرنگ گارڈنز سے تیزی کے ساتھ چلنے لگی۔

ٹھیک ساڑھے ۸ بجے وہ قصبہ رائن بروکی بہترین سرائے کے دروازہ پر رکی۔ سرائے کے ملازم غیر معمولی تیزی سے ادھر اُدھر دوڑنے لگے۔ لیکن پھر بھی انہیں گھوڑے کھولنے میں پانچ منٹ کا عرصہ لگ گیا۔ کیونکہ گرین وڈ کے ایجنٹ نے انہیں پہلے سے اس بارہ میں ہدایات دے رکھی تھیں۔ اتنے میں یکایک شراب خانہ کا دروازہ کھلا

اور ۸۰ ایسے بدوضع اور شکستہ صورت کے آدمی باہر نکلے۔ کہ ان میں سے ایک ہی اندھیری رات میں کسی گلی کے اندر چھپا ہوا ہو۔ تو کسی بھلے مانس کو اس طرف سے گذرنے کی جرات نہ ہو سکے۔ یہ لوگ قابل تعریف اضطراب کی حالت میں دوڑتے بھاگتے گاڑی کی طرف آئے۔ اور بلند آواز سے جس میں شراب کے اثر نے کس قدر لکنت پیدا کر دی تھی۔ چلا کر کہنے لگے۔ "ہورے! گرین وڈ۔ زندہ باش گرین وڈ! ٹوری فریق پر شیطان کی لعنت نازل ہوا"۔

"نہیں نہیں" ایک پستہ قامت سیاہ پوش نے آگے ہو کر کہا "ٹوری فریق پر نہیں لبرل پر کہو"۔

"اوہ! آہ!" ہجوم نے چلا کر کہا "ہورے گرین وڈ۔ لبرلوں پر لعنت نازل ہو ٹوری فریق زندہ باش!"

اس کے بعد وہی پستہ قامت سیاہ پوش آدمی جو حقیقت میں مسٹر گرین وڈ کا ایجنٹ تھا۔ دوڑتا ہوا گاڑی کی کھڑکی کے قریب پہنچا۔ اور چلا کر کہنے لگا "مسٹر گرین وڈ آخر ہم لوگوں نے آپ کو پہچان ہی لیا۔ یہ بھی خوب ہے کہ آپ یوں چھپ کر اپنے علقہ سے گذرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس علاقہ کے سب لوگوں کی امیدیں آپ ہی کی ذات سے وابستہ ہیں"۔ پھر اس نے بدوضع شرابیوں کے ہجوم کی طرف نظر اٹھا کر کہا "حسن اتفاق سے اس علاقہ کے تمام آزاد انتخاب کنندگان سرائے میں بیٹھے کچھ کھا پی رہے تھے۔ اس طرح انہیں اپنے قابل فخر نمایندہ پارلیمنٹ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کرنے کا موقعہ مل گیا"۔

جب یہ تقریر ختم ہوئی۔ تو ان "آزاد انتخاب کنندوں" نے زور سے چلا کر پھر کہا "گرین وڈ زندہ باش!"

مسٹر گرین وڈ نے گاڑی کی کھڑکی سے سر نکال کر کہا "صاحبان! اس غیر متوقع ملاقات اور بعید از قیاس اظہار عقیدت کے لئے میں تہ دل سے آپ کا شکر گذار ہوں۔ اور اسے آپ جیسے روشن ضمیر۔ عزت دار اور بلند خیال اصحاب کی طرف سے اپنے عہد پارلیمنٹ کے متعلق اپنی ساری خدمات کا ایک معقول معاوضہ سمجھتا ہوں۔ صاحبان اسوقت دنیا کی آنکھیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں ۔۔۔"

"تو گیا دنیا اندھیرے میں بھی بغیر عینک کے دیکھ سکتی ہے؟" ہجوم میں سے ایک بدوضع شرابی نے مذاقیہ طور پر کہا۔ اس پر حاضرین ہی! ہی! کرکے ہنسنے لگے۔ مگر گرین وڈ پوری ڈھٹائی سے تقریر کرتا رہا۔ ہاں صاحبان اسوقت دنیا کی آنکھیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ آپ کی طرف سے اپنے نمایندہ کے متعلق اس قسم کا اظہار عقیدت ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ کنسرویٹو پارٹی کے بہترین اصولوں کے پابند ہیں۔ یہ امر بجائے خود ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور جب تک اس فریق کو آپ جیسے روشن خیال اراکین کی امداد حاصل ہے۔ جمہور پسند جو حقیقت میں امن عامہ میں خلل ڈالنے والے ہیں۔ سوائے چپ چاپ دیکھتے رہنے اور کانپنے کے اور کچھ نہیں کرسکتے"۔

اتنا کہکر ممبر صاحب پارلیمنٹ اپنی نشست پر گاڑی کے اندر بیٹھ گئے۔ اور پھر جب گاڑی دوبارہ تیزی سے چلنے لگی۔ تو ان بدنما شرابیوں نے جنہیں لافلور کی ہدایات کے بموجب سیاہ پوش قانون داں نے عمداً اس موقعہ کے لئے جمع کیا تھا۔ زور کے نعرے بلند کرنے شروع کردیئے۔ گو خدا جانتا ہے۔ وہ نشہ میں بدمست ان نعروں کے مطالب یا اہمیت کو بالکل نہ سمجھتے تھے۔ بہرحال انہیں ان کی تکلیف کا کافی معاوضہ شراب اور تمباکو کی صورت میں مل چکا تھا۔ اور اب مسٹر گرین وڈ کے رخصت ہونے پر ان کی ابلے ہوئے شلغم بھنے ہوئے پیاز اور اسی قسم کی اور چیزوں سے تواضع کی گئی۔ گویہ امر افسوسناک رہا کہ دعوت کے خاتمہ پر کسی وجہ سے شرابیوں میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جب وہ گھروں کو واپس گئے۔ تو بہتوں کے سر زخمی ہوچکے تھے۔ اور کئی ایسے تھے۔ جن کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

ادھر مسٹر گرین وڈ کی گاڑی سڑک پر بڑی تیزی سے چلتی گئی۔ رات نکھری ہوئی تھی۔ اور چاندنی کی روشنی میں دونوں طرف کا منظر نہایت دلفریب نظر آتا تھا۔

گاڑی نیونگٹن کے پاس سے گذر چکی تھی۔ اور مسٹر گرین وڈ گاڑی کے اندر سونے کا ارادہ کرنے لگے تھے۔ کہ یکایک چار نقاب پوش جنہوں نے موٹے اور بھاری کوٹ پہنے ہوئے تھے ایک جھاڑی سے نکلے۔ انہوں نے فوراً ہی گھوڑوں کو روک لیا۔ اور پستول نکال کر گاڑی بانوں کو دکھاتے ہوئے کہا "اگر مزاحمت ہوئی تو تمہاری خیر نہ ہوگی"۔

گرین وڈ نے گھبرا کر کھڑکی کا شیشہ اتارا اور ایک ہاتھ میں پستول لیکر کہنے لگا جو شخص

میری طرف آنے کی جرأت کریگا۔ میں اسے گولی مار کر مار دوں گا۔"

سب سے پہلے فلپو اپنی نشست سے کودا۔ اور اس کے پیچھے ہی لافلور بھی اس بلندی سے اتر کر فلپو پر آ گرا۔ اس سے اطالوی نوکر (فلپو) کے دونوں پستول چل گئے۔ گو ان سے کسی کو نقصان نہ پہنچا قبل اس کے کہ وہ اٹھنے کی کوشش کرتا۔ لافلور نے اپنے پستول کا سرا اس کے سر پر مار کر اسے بیہوش کر دیا۔

للی پرگ اور لانگ باب گاڑیبانوں کی نگرانی کے لئے کھڑے رہے۔ اور بفر اور مردہ فروش گاڑی کی کھڑکی کیطرف آئے۔ گرین وڈ نے فوراً مردہ فروش کے سر کیطرف نشانہ باندھ کر پستول چلا دیا۔ مگر گولی پاس سے ہو کر نکل گئی۔ اس پر دونوں رہزنوں نے

چار اور بد معاش آ دوڑے۔ لافلور تیزی سے ایک گھوڑے کی طرف بڑھا (صفحہ ۲۰۸)

دروازہ کھول لیا۔ اور مردہ فروش اندر گھس گیا۔ گرین وڈ دونر السیتول بھی چلایا۔ لیکن اس کی گولی بھی اس کے حملہ آور کے بالوں کو چھو کر نکل گئی۔ اس کے بعد دونوں نے ملکر آنریبل ممبر پارلیمینٹ کو گھسیٹ کر سڑک پر گرا لیا۔ اور آن واحد میں اس کی مشکیں کس دی گئیں۔ پھر مردہ فروش نے گاڑی کی تلاش شروع کی۔ اور بہت جلد ٹین کے بکس پر قبضہ کر لیا اس سے فارغ ہو کر اس نے زور کی سیٹی دی۔ جو اس بات کی علامت تھی۔ کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ڈاکوؤں میں اس بات کا پہلے سے سمجھوتا ہو چکا تھا۔ کہ سوائے اشد ضرورت کے کوئی ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالے۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ انہیں پہچانا جا سکے۔ گرین وڈ مردہ فروش کی آواز کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اور اس لحاظ سے یہ احتیاط نہایت ضروری تھی۔

کامیابی حاصل کر کے چاروں بدمعاش اور پانچواں لافلور تیزی سے کھریا مٹی کے ایک گڑھے کیطرف ہوئے جو پاس ہی واقع تھا۔ ان میں بلفرسب سے آگے تھا۔ اور سب کے پیچھے پیچھے مردہ فروش نے بکس اٹھایا ہوا تھا۔

آٹھواں باب رچرڈ مارکھم کے نئے دوست

ہم نے رچرڈ مارکھم کو اس حالت میں چھوڑا تھا۔ کہ زخمی ہونیکے بعد جب اسنے آنکھیں کھولیں۔ تو اپنے آپ کو ایک عجیب بستر پر موجود پایا۔ اور دیکھا۔ کہ وہ تعویذ جس میں طامس آرمسٹرانگ کی چٹھی بند تھی غائب ہے۔

اس قیمتی دستاویز کو موجود نہ پاکر اسے جو رنج والم ہوا۔ اس کی کیفیت بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ وہ اس پراسرار خط کو جس کے متعلق اسے مخصوص ہدایات دیگئی تھیں۔ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اور اس بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ اس کا میری آیندہ بہتری سے گہرا تعلق ہے۔ لیکن اب یہ معلوم کر کے کہ وہ قیمتی چیز نامعلوم طریق پر چھن گئی ہے۔ اس کی طبیعت میں انتہائی افسردگی کا احساس پیدا ہوا۔ اور بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے

لیکن وہ بہت دیر تک اس ناخوشگوار حالت میں رہنے نہ پایا تھا۔ کہ کمرہ کا دروازہ

آہستگی سے کھلا۔ اور کوئی شخص دبے پاؤں اس کی چارپائی کی طرف بڑھا۔ مارکھم نے اس پردہ کو جو چارپائی کے گرد تنا ہوا تھا۔ ایک طرف ہٹا کر نظر ڈالی۔ تو معلوم ہوا کہ نووارد ایک ادھیڑ عمر کی عورت ہے۔ جس نے قیمتی لباس پہنا ہوا ہے۔ اور اس کی طبعی فیاضی اس کے خوبصورت چہرہ سے صاف طور پر واضح ہو رہی ہے۔ بستر کے قریب آ کر اس خاتون نے اطالوی زبان میں بڑی نرمی سے کہا "سینیر مارکھم خوف کو دل سے دور کر دیجئے۔ آپ ایسے دوستوں کے پاس ہیں۔ جو آپ سے ویسا سلوک کرینگے جس کے اپنی بے خوف شجاعت اور طبعی شرافت کی وجہ سے آپ پورے طور سے حقدار ہیں۔"

ان لفظوں سے ہمارے ہیرو کو بڑی حد تک اطمینان ہو گیا۔ لیکن اس نے پوچھا "اے نیک نہاد خاتون۔ آخر اسوقت میں کہاں ہوں؟"

عورت نے کہا "میرے بھائی سینیر رودیانی کے مکان میں جو نیپلز کا سب سے مشہور ساہوکار ہے۔"

"لیکن آپکو میرے نام کا کیونکر علم ہوا؟"

سینیورا رودیانی نے کہا "اس خط کے ذریعہ سے جو چیتھڑوں کے تعویذ میں بند آپ کے گلے میں بندھا ہوا تھا۔ اور جو اب میرے بھائی کے پاس محفوظ ہے۔"

یہ الفاظ سنکر مارکھم کے مردہ بدن میں از سر نو جان پڑ گئی۔ اور وہ حقیقی شکر گذاری کے انداز سے کہنے لگا "اے معزز خاتون اس اطمینان کے لئے میں آپ کا دل سے ممنون ہوں۔ اس احسان کا بار۔۔۔"

ساہوکار کی بہن نے اپنے لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "خاموش۔ آپ بہت سخت بیمار رہے ہیں۔ اسلئے آپ کو کسی غیر معمولی جوش کا اظہار نہ کرنا چاہیے۔"

"سینیورا! مہربانی سے مجھے اسقدر بتا دیا جائے کہ میں کتنا عرصہ بیمار رہا ہوں؟"

وہ کہنے لگی "دس دن۔ اس اثنا میں آپ کو بار بار ہذیان ہوتا رہا ہے۔"

"دس دن! افسوس غریب مورگن اب کیا خیال کرے گا؟ نہ جانے وہ اب کہاں ہے؟" رچرڈ مارکھم نے کہا۔

اطالوی خاتون کہنے لگی "مورگن ہر طرح محفوظ ہے۔ اور اسے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ آپ یہاں ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں۔ آپ بلا وجہ مضطرب نہ ہوں۔ خدا کی مرضی

یہی تھی - کہ آپ بہت سی آزمائشوں سے گذریں - لیکن بہرحال وہ قادر مطلق نیک اور اعلےٰ ہستیوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا"

مارکھم نے عورت کا ہاتھ شکریہ کے انداز سے اپنے ہاتھ میں لے کر منہ سے لگایا - اور کہنے لگا "اے معزز خاتون - میرے بدن کا ہر ایک بال بھی زبان ہو جائے - تو میں آپ کا اور آپ کے فیاض منش بھائی کا جن سے میں بالکل ناواقف ہوں شکریہ ادا نہیں کر سکتا"

"لیکن ہمارے لئے آپ اسقدر اجنبی نہیں ہیں - جیسا کہ بظاہر آپکو خیال ہے" عورت نے پُراسرار لیکن نیک دلی کی مسکراہٹ سے کہا "لیکن میں آپ کو اس بارہ میں زیادہ عرصہ تک تاریکی میں رکھ کر دق کرنا یا جوش دلانا نہیں چاہتی - بات یہ ہے کہ آپ کا مرحوم ہموطن مسٹر طامس آرمسٹرانگ میرے بھائی کا گہرا دوست تھا"

مارکھم کو یہ خوشخبری سُنکر بہت خوشی ہوئی - اور وہ کہنے لگا "کیا یہ ممکن ہے! اس حالت میں تو یہ امر یقینی ہے کہ قادر مطلق نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا"

عورت نے کہا "میں اب اپنے بھائی کو آپکے پاس لاتی ہوں - وہ آپکے ساتھ گفتگو کرنے کو بہت بے چین ہیں"

سینورا دویانی یہ کہکر کمرہ سے باہر نکل گئی - اور تھوڑی دیر میں ایک مرد کو ساتھ لیکر واپس آئی - جس کی عمر ۶۰ سال کے قریب تھی - اور جس کی صفات حسنہ چہرہ سے نمایاں تھیں - مارکھم کیطرف اشارہ کر کے وہ اپنے بھائی سے کہنے لگی "آج ہمارے مریض کی حالت رو بہ اصلاح ہے - مگر وہ کچھ سوالات بڑی بے چینی سے پوچھتا رہا ہے - اور اب آپ کو لازم ہے کہ مختلف معاملات کے متعلق اس کا استعجاب رفع کریں"

اطالوی ساہوکار نے مارکھم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر دبایا - اور کہنے لگا "میرے عزیز دوست - شکر ہے کہ آج آپ اتنے دنوں کے بعد ہوش میں آئے اور سوالات پوچھنے کے قابل ہوئے ہیں"

رچرڈ اپنے نئے محسن کی عنایات کے بارے دباجا رہا تھا - اس نے پوچھا "از راہ کرم مجھے یہ تو بتائیے - کہ مجھ ناچیز کو کس بنا پر اسقدر احسانات کا مستحق سمجھا گیا؟"

سینیورا ودیانی نے کہا "آپ کا مرحوم دوست طامس آرمسٹرانگ مجھ سے برادرانہ تعلقات رکھتا تھا۔ جب کبھی اسے کیسل سکالا میں آنے اور رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہ ہمیشہ مجھ سے ملا کرتا تھا۔ اور جب انگلستان میں ہوتو ہمارے درمیان مستقل طور پر خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اپنی زندگی کے آخری عرصہ دو سال میں اس نے میرے نام جو خطوط لکھے ان میں اس نے آپ کا ذکر ایسے پیرایہ میں کیا تھا۔ کہ اگر میں آپ کے باقی حالات سے ناواقف بھی ہوتا۔ تو آپ کی نسبت میرے دل میں بہت اچھے خیالات پیدا ہونے لازم تھے۔ لیکن پچھلے دنوں آپ نے کیسل سکالا کے معاملات کے متعلق کوششوں میں جو نمایاں حصہ لیا ہے۔ اس سے میری رائے آپ کی نسبت اور بھی اچھی ہو چکی ہے آرمسٹرانگ کی تحریروں سے مجھے معلوم ہوا تھا۔ کہ آپ فیاض منش۔ نیک نہاد اور دور اندیش ہیں۔ تازہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ آپ بہادر اور شجاع بھی ہیں"

رچرڈ نے کہا "میں آپ کا بدل ممنون ہوں۔ کہ اس معاملہ میں میری ناچیز خدمات آپ کے دل میں میری نسبت ایسے اچھے خیالات پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی ہیں۔ ہاں یہ اندیشہ میرے دل میں بے چینی پیدا کرتا رہا ہے۔ کہ کیسل سکالا کے سمجھ دار لوگ ان کو جنہوں نے اس مہم میں نمایاں حصہ لیا۔ کسی خود غرضی میں مبتلا نہ سمجھیں"

"خود غرضی!" اودیانی نے کہا "یہ آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا گریشیا یا موروسینو خود غرض تھے؟ ہرگز نہیں۔ سارا کیسل سکالا آج ان تہنیدہ جنگ محبان وطن کی یاد پر آنسو بہاتا ہے اور ہزاروں زبانیں رچرڈ مارکھم کے کارناموں کی تعریف میں مصروف ہیں"

ان لفظوں کو سنکر ہمارے ہیرو کے چہرہ پر حقیقی جوش اور مسرت قلبی کی چمک پیدا ہو گئی۔ یہ حالت دیکھکر سینورا ودیانی اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "دیکھنا کیسا شکیل جوان ہے! یقیناً مجھ ایسی عمر رسیدہ عورت کے لئے ایسے الفاظ کہنا غیر موزوں نہ ہوگا" اور اس کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کہا "اگر شہزادی اسابیلا بھی میری زبانی یہ الفاظ سن لے۔ تو یقیناً رنجیدہ نہ ہوگی"

"شہزادی!" رچرڈ نے اپنی حسین معشوقہ کا ذکر سنکر انداز حیرت سے کہا۔

سینیورا نے مسکرا کر کہا "آپ کا راز مور کرنے ہم پر ظاہر کر دیا تھا۔ لیکن آپ اس سے ناراض نہ ہوں۔ کیونکہ اس نے ایک نیک مقصد کے لئے ایسا کیا تھا۔ جب اسے معلوم

ہوا کہ آپ دوستوں کی حفاظت میں ہیں تو اس نے شہزادی کے متعلق آپ کا راز ہم پر اس لئے ظاہر کر دیا۔ کہ ہم اسے ایک خط لکھ کر آپ کے متعلق ہر قسم کے شبہات دور کر سکیں۔ اور یہ لکھدیں کہ آپ صحیح سلامت اور محفوظ ہیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس مطلب کی ایک چٹھی پرنسس اسابیلا کے نام لکھی تھی۔ گو اس میں تھوڑی سی قابل معافی غلط بیانی سے کام لینا پڑا۔ جو یہ ہے۔ کہ آپ کی طرف سے چٹھی لکھتے ہوئے میں نے اس میں لکھدیا ہے۔ کہ میں ہر طرح سلامت اور محفوظ ہوں۔ البتہ میرے دائیں ہاتھ میں کچھ چوٹ آئی ہے۔ جس کی وجہ سے میں نے ایک سکرٹری کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اور یہ خط اسی سے لکھوا کر بھیجا جاتا ہے۔ یہ خط میرے بھائی نے ایک لفافہ میں بند کر کے ایک اور خط کے ساتھ لندن میں اپنے ایک ایجنٹ کے پاس بھیجدیا۔ اور لکھا کہ اسے بحفاظت اور بہت جلد پتہ مندرجہ پر پہنچا دیا جائے۔ مورکر نے بھی ایک چٹھی اپنے والدین کے نام ہینڈٹ گاٹز میں کسی کی معرفت روانہ کر دی ہے۔ بہر حال اب لندن میں آپ کے متعلقین کو آپ کی نسبت کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔"

"اے نیک نہاد خاتون" رچرڈ مارکھم نے کہا "آپ مجھ سے پے در پے اس قدر نیکیاں کر رہی ہیں۔ کہ میں نہیں سمجھ سکتا۔ ان سب کا معاوضہ کیونکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر مورکر نے بھی کیسا اچھا سلوک کیا ہے۔ بیشک خدا نے مجھے بہت ہی اچھے دوست دئیے ہیں۔"

سینیر ودیانی نے کہا "اب یقیناً آپ کو یہ معلوم کرنے کی خواہش ہوگی۔ کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے ہیں۔ اس کا ذکر میں آپ سے ابھی کر دیتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ آپ جب تک سارے حالات سے واقف نہ ہو جائیں۔ آپ کا اضطرار رفع نہ ہوگا۔ یوم مذکور میں ایک دوست کے ہاں گیا ہوا تھا۔ جو نیپالا سے چند میل کے فاصلہ پر دیہات میں رہتا ہے۔ واپسی کے وقت میں اپنے سائیس سمیت کھلی گاڑی میں تیزی کی خاطر ایک کچی سڑک کے رستہ آ رہا تھا۔ کہ اس کے وسط میں ایک شخص سے ملا۔ جو غم اور رنج سے مجنوں سا ہو رہا تھا۔ اس نے انگریزی زبان میں مجھ سے درخواست کی۔ کہ برائے خدا میرے آقا کی مدد کیجئے۔ حسن اتفاق سے میں انگریزی زبان اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ میں نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ یہ شخص آپ کا رفیق مورکر ہی تھا۔ بعد ازاں

اس کی زبانی مجھے ان حالات کا علم ہوا جن میں آپ دونوں فریپولی کے قریب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے تاکہ جدا جدا راستوں سے ٹیپلز کی سرحد تک پہنچ جائیں۔ اس کے بیان کردہ حالات سے معلوم ہوا۔ کہ وہ رات کے وقت اسی سڑک پر سے گذر رہا تھا۔ کہ راستہ میں اسے کسی چیز سے ٹھوکر لگی۔ چاند کی روشنی میں اس نے پہچان لیا۔ کہ یہ آپ ہی ہیں۔ میں اس وقت آپ کو پہچانتا تو نہ تھا۔ لیکن اس انسانی ہمدردی سے متاثر ہو کر جو ایسے حالات میں ہر ایک ضرورت مند کی امداد پر آمادہ کرتی ہے۔ میں نے ارادہ ظاہر کیا۔ کہ آپ کو اپنے مکان پر لے چلوں۔ آپ کا رفیق اس تجویز پر بہت خوش ہوا۔ اور میں نے اس سے کہا۔ تم بھی ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ وہ مجھے آپ کا نام بتانے سے ہچکچاتا تھا۔ اور آخر جب میں نے اس سے باصرار پوچھا۔ تو اس نے ایک فرضی نام بتایا۔ کیونکہ وہ غریب نہیں جانتا تھا۔ کہ میں حقیقت میں ان آئین پسندوں کا حامی ہوں۔ جو اوسور کے معرکہ سے بچ رہے تھے۔ آخر جب میں آپ کو ساتھ لے کر مکان پر پہنچا۔ اور یہاں آکر آپ کے کپڑے اتارنے شروع کئے۔ تو معلوم ہوا۔ ایک تعویذ آپ کے گلے میں بندھا ہوا ہے۔ اسے میں نے کھولا۔ تو ایک چٹھی برآمد ہوئی۔ جس کے سرنامہ پر لکھا تھا "میرے عزیز دوست رچرڈ مارکھم کے نام" چونکہ میں اس دستخط کو پہچانتا تھا۔ اس لئے فوراً ہی میرے دل میں کچھ شبہ پیدا ہوا۔ اسکے بعد جب میرے ڈاکٹر نے آپ کا زخم دیکھ کر بیان کیا کہ گھاؤ خطرناک ضرور ہے۔ مگر صحت یابی کی امید باقی ہے۔ تو میں نے مورکر سے اور بھی زیادہ اصرار کے ساتھ آپ کی شخصیت کے متعلق سوالات کئے۔ مگر وہ بالکل اس بات کو تسلیم نہ کرتا تھا۔ کہ آپ رچرڈ مارکھم ہیں۔ آخر میں نے اسے وہ چٹھی دکھائی۔ جو آپ کے تعویذ سے برآمد ہوئی تھی۔ لیکن اس اصرار میں پھر بھی فرق نہ آیا۔ ناچار اسے اس بات کا یقین دلانے کے لئے کہ میرا ارادہ نیک ہے۔ اور میں یہ سوالات کسی بری نیت سے نہیں پوچھتا۔ میں نے اسے مسٹر آرمسٹرانگ آنجہانی کی طرف سے موصول شدہ بہت سے خطوط دکھائے۔ جن میں آپ کا ذکر موثر دل الفاظ میں درج تھا۔ اس پر اسے کچھ اعتبار آیا۔ بہر حال میں آپکو یقین دلا سکتا ہوں۔ کہ وہ آپ کا نہایت وفادار اور عقیدتمند رفیق ثابت ہوا ہے"

یہ الفاظ کہتے ہوئے اطالوی ساہوکار نے اپنی جیب سے وہی چرمی تعویذ نکالا۔ جس میں

آرمسٹرانگ کی چٹھی بند تھی۔ اور اسے مارکھم کے بستر پر رکھدیا۔ رچرڈ نے اپنے محسن کا ہاتھ بڑی گرمجوشی سے دبایا۔ اور تاریک گلی میں چوروں کے حملہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا" غنیمت ہے کہ انہوں نے میرے کپڑوں کی تلاشی لیتے وقت اس تعویذ کا خیال نہیں کیا۔ میں اپنے متوفی دوست کی اس یادگار کو چونکہ جان سے بھی عزیز رکھتا ہوں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ان کے ہاتھوں محفوظ رہنا خدا کی خاص عنایت ہے"۔

"لیکن کیا آپ ابھی تک اس خط کے مضمون سے ناواقف ہیں؟" ساہوکار نے پوچھا۔

رچرڈ ان پراسرار ہدایات کی تشریح کرنا چاہتا تھا۔ جو اس خط کے متعلق آرمسٹرانگ نے لفافہ پر لکھی تھیں۔ کہ سینیور ودیانی نے یہ کہکر اسے روک دیا" میں اس بارہ میں سارے حالات سے واقف ہوں۔ آرمسٹرانگ نے اپنے انتقال سے چند ماہ پہلے مجھے آپ کے متعلق اپنے ارادہ سے مطلع کر دیا تھا۔ وہ ہدایات جو اس نے آپ کے نام چھوڑی تھیں غالباً یہ ہیں۔ کہ جب تم ہر قسم کے وسائل سے محروم ہو جاؤ۔ جب مصیبت یا غیر معمولی فیاضی کے باعث تمہارے لئے گذارہ کی کوئی صورت نہ رہے۔ اور جب تمہاری اپنی کوششیں سامان معیشت مہیا کرنے میں ناکام رہیں۔ تو اس وقت تم نے اس خط کو کھولنا۔ لیکن اگر اس قسم کے حالات پیش نہ آئیں۔ اور تمہاری مختصر سی جائداد محفوظ رہے۔ اور تمہاری حاجت ایسی ہو۔ کہ تم اپنی محنت اور قابلیت سے اسے رفع کر سکو تو اس صورت میں تم نے اس خط کو ۔ ا جولائی ۱۸۴۸ء یعنی اس روز سے پیشتر نہ کھولنا۔ جب کہ تم نے اپنے بھائی سے ملنا ہے"۔

مارکھم ان لفظوں کو جو آرمسٹرانگ نے اپنے لفافہ پر لکھے تھے۔ اطالوی ساہوکار کی زبانی حرف بحرف صحیح سنکر اسقدر متعجب ہوا کہ کچھ دیر تک سکتہ کی سی حالت میں خاموش بیٹھا رہا۔ اور اس کے بعد انتہائی استعجاب کے لہجہ میں کہنے لگا" میرے عزیز محسن۔ کیا آپ سارے حالات سے واقف ہیں؟"

مارکھم کو اس طرح متعجب دیکھ کر سینیور ودیانی اسقدر ہنسی کہ اس کا چہرہ جس پر علامات کے آثار نمودار تھے سرخ ہو گیا۔ خود ساہوکار نے ہنستے ہوئے کہا" بیشک میں سارے حالات

سے واقف ہوں۔ اور یہ امر اس لحاظ سے کچھ بھی تعجب خیز نہیں کہ آرمسٹرانگ جو کچھ آپ کے نام چھوڑ گیا ہے۔ وہ سب میرے پاس جمع ہے۔ لیکن میں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا بلکہ میرے خیال میں جو کچھ میں کہہ چکا ہوں وہ بھی ان ہدایات کے منافی سمجھا جا سکتا ہے جو میرے متوفی دوست نے میرے نام چھوڑی تھیں۔ بہر حال میرے عزیز رچرڈ... کیونکہ آیندہ میں آپ کو ایسا ہی کہکر مخاطب کیا کروں گا۔ اب میں آپ کا ٹرسٹی یا محافظ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو وہ خط ۱۸ جولائی ۱۸۸۴ء سے پہلے کھولنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اگر کوئی ضرورت پیش آئے۔ تو آپ میرے نام دس پندرہ ہزار پونڈ تک کا چک بھیج سکتے ہیں۔ میں اس کی رقم ادا کر دوں گا"

رچرڈ کہنے لگا "خداوندا کیا میں جاگتا ہوں یا خواب دیکھ رہا ہوں یہ پرستان ہے یا کیسل سکالا کی سرزمین! خوشی کی غیر معمولی خبروں اور آپ کی عنایتوں نے مجھے مغلوب کر دیا ہے"!

اس پر نیکدل ساہوکار اور اس کی بہن نے جو اپنے بھائی کیطرح ابھی تک کنواری تھی لیکن رچرڈ کے متعلق اپنے اندر مادرانہ محبت رکھتی تھی۔ بجبر زور کا قہقہہ لگایا۔ وہ دیر تک ہنستے رہے۔ حتےٰ کہ آخر کار سینورا ودیانی کو خیال آیا کہ مریض کو جوش کی حالت میں لانا کس قدر خطرناک سمجھا جا سکتا ہے۔

ذرا وقفہ کے بعد ساہوکار نے کہا "اب غالباً آپ کو اپنے وفادار مورکر کی فکر ہوگی میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کا مزاج بڑا ہی پر اسرار ہے۔ لیکن بہر حال اسے آپ کے ساتھ گہری محبت ہے۔ وہ گذشتہ دنوں میں ہر روز شام کو آ کر دو دو تین تین گھنٹہ آپ کے سرہانے بیٹھا رہتا تھا۔ اور اس کے بعد چلا جاتا تھا۔ میں نے بارہا اصرار کیا۔ کہ تم یہیں ٹھیرو۔ لیکن وہ مصروفیت کا بہانہ کر کے چلا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر نہیں کرتا۔ کہ وہ مصروفیت کیا ہے۔ ان دو تین گھنٹوں کے سوا جو وہ آپ کے قریب بسر کرتا ہے۔ وہ دن بھر کہیں غائب رہتا ہے"!

"اور جس وقت وہ یہاں ہو"! ساہوکار کی بہن نے ہنستے ہوئے کہا "کیا مجال کسی اور کو آپ کی خدمت میں ذرا سا حصہ بھی لینے دے۔ خود ہی آپ کا بستر ٹھیک کرتا ہے۔ خود ہی آپ کو اٹھا کر پانی پلاتا ہے۔ اور خود ہی ہذیان کی حالت میں آپ کے ہاتھ

پکڑے رکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کے عقید تمندوں میں وہ کوئی عجیب ہی شخص ہے"۔
مارکھم کی سیاہ آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے بھر آئے۔ اور وہ کہنے لگا" اوہ! وہ بڑا ہی وفادار رفیق ہے۔ خدا کرے۔ وہ اپنے لئے کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی کر رہا ہو"۔

ساہوکار نے کہا" آدمی سمجھ دار اور مستقل مزاج ہے۔ اور یہ دو صفات بجائے خود بہت قابل قدر ہیں۔ اس کے علاوہ یہ مصری نسل کے لوگ کچھ عجیب خیالات کے مالک ہوتے ہیں۔ بہر حال مجھے یقین ہے کہ ہماری نسبت آپ کو وہ اپنے راز سے واقف کرنے پر زیادہ آمادہ ہوگا"۔

رچرڈ نے کہا" آپ نے میرے بہت سے سوالوں کا جواب دیا جس کے لئے میں آپ کا شکر گذار ہوں۔ مگر ایک بات ابھی اور ہے۔ ۔"

سینڈرا ودیانی ہنس کر کہنے لگی" آپ کے سوالات کا سلسلہ نا متناہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اب آپ اصرار کرتے ہیں تو یہ ایک سوال اور پوچھ لیجئے۔ لیکن دیکھئے یہ سلسلہ اب آگے بڑھنے نہ پائے ورنہ اندیشہ ہے آپ بالکل تھک جائیں گے"۔

ہمارے ہیرو نے کہا" آپ اس بارہ میں فکر نہ کیجئے۔ طبیعت میں سکون ہو۔ تو سارے قوے بہت جلد اصلی حالت پر آجاتے ہیں"۔

"خیر تو آپ اب وہ سوال پوچھئے" ساہوکار نے کہا۔

مارکھم نے کہا" وہ صرف اسقدر ہے۔ کیا موجودہ حالات میں کیبل سد کالا کی حالت پہلے کی نسبت بہتر ہے یا ابتر ہو چکی ہے؟"

ساہوکار کے چہرہ پر افسردگی کی علامات ظاہر ہوگئیں۔ اور وہ کہنے لگا" میرے پیارے رچرڈ گذشتہ چند دن کے عرصہ میں بعض عجیب وغریب واقعات ظہور میں آچکے ہیں۔ ایسے واقعات جن کا ذکر کرتے ہوئے میرا جی دکھتا ہے۔ ملکہ صدر مقام سے کسی طرف کو فرار ہوگئی ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ کہاں۔ بہر حال اسقدر یقین ہے۔ کہ وہ مونٹی گکولی میں بحفاظت پہنچ گئی ہے۔ لیکن اس سے آگے اس کا سراغ نہیں چلتا۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اینجلو ثالث نے ۳۰ ہزار آسٹری جوانوں کی فوج اپنی مدد کے لئے بلالی ہے۔ دس دن گذرے یہ فوج رومی سرحد سے گذری۔ اور اب مونٹولی کی فصیل کے نیچے خیمہ زن ہے"۔

"خداوندا۔ تیری پناہ!" رچرڈ نے گھبرا کر کہا "گویا آسٹروی فوج اس ملک پر قابض ہے!"

"افسوس کہ یہی امر واقعہ ہے!" ساہوکار نے افسردگی کے لہجہ میں کہا "گرینڈ ڈیوک اپنی جبر و تشدد کی حکمت عملی میں غیر ملکی فوج کی سنگینوں سے مدد لینا چاہتا ہے۔ چار ہزار آسٹروی ابر تتانی چلے گئے ہیں۔ جہاں وہ کپتان جنرل کونٹ سیناکروس کے زیر کمان ہیں۔ کیونکہ وہ صوبہ سب سے زیادہ بد امنی کی حالت میں ہے۔ لیکن مونٹولی میں یہ واقعات ظہور میں آئے ہیں۔ کہ جس روز آسٹروی نمودار ہوئے۔ خلقت گرینڈ ڈیوک اور اس کے وزیروں کے خلاف کھڑی ہو گئی۔ اور میونسپل کونسل نے جس کے صدر میئر صاحب ہیں۔ اپنے آپ کو حکومتی کمیٹی قرار دے دیا۔ دس ہزار جوانوں کی قلعہ بند فوج بھی اس کمیٹی کی مددگار ہو گئی۔ گرینڈ ڈیوک اور اس کے وزیر آسٹروی کمپ کیطرف بھاگ گئے۔ اور انہوں نے آسٹروی فوج کے کمان افسر مارشل ہربرٹ سٹین کے پاس پناہ لی۔ اب گرینڈ ڈیوک اپنے غیر ملکی اتحادیوں کے ساتھ مل کر کیسل سکالا کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔"

رچرڈ ان المناک خبروں کو سنکر بہت افسردہ ہوا۔ اور اس کے منہ سے صرف اتنا نکلا "افسوس!"

ساہوکار نے کہا "اس میں شک نہیں۔ آپ جیسی طبیعت میں ان خبروں سے افسردگی پیدا ہونا قدرتی ہے۔ لیکن میں نے ابھی آپ کو سارے حالات سے آگاہ نہیں کیا۔ کیسل سکالا کے امیر البحر نے بھی گرینڈ ڈیوک کا ساتھ دیا ہے۔ اور اس نے دریائے فیرلی کے دہانہ کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ تاکہ اس طرف سے محصور صدر مقام میں کوئی خوراک داخل نہ ہو سکے۔ باوجود اسکے مونٹولی کی سپاہ خوب داد شجاعت دے رہی ہے۔ اور آسٹروی ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ لیکن افسوس مونٹولی میں قحط نمودار ہونیکا اندیشہ ہے۔ اور اسوقت ہر قسم کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔"

"لیکن کیا بات ہے کہ کیسل سکالا کے باقی بڑے بڑے شہروں نے اس موقعہ پر اس بے جا کارروائی کے خلاف خاموشی اختیار کر رکھی ہے؟" رچرڈ نے پوچھا۔

ساہوکار کہنے لگا "میرے دوست ہر صوبہ میں فوجی قانون نافذ ہے۔ اور کسی کو دم مارنے کی قدرت نہیں۔ ہمارے صوبہ پیٹا لار پر بھی اگر ایک رحم دل کپتان جنرل کی حکومت نہ ہوتی تو ہماری حالت نازک ہونا یقینی تھا۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ جن

آئین پسندوں کو معرکہ اوسور میں قید کیا گیا تھا۔ وہ اب اسٹیلا میں زیرحراست ہیں۔۔۔"
فقرہ ناتمام ہی تھا۔ کہ ایک نوکر نے اندر آکر کہا "مورکر اس کمرہ میں آنے کی اجازت چاہتا ہے"۔
اس پر نیکڈل بھائی بہن دونوں اس کمرہ سے باہر چلے گئے تاکہ حبشی اور رچرڈ مارکھم کے درمیان کھلے طور پر سے گفتگو ہو سکے۔

نواں باب
نئی مہم

رچرڈ مارکھم کو ہوش وحواس ہیں اور نسبتاً صحت ور دیکھکر وفادار مورکر کو جو خوشی ہوئی اس کا ذکر کرنا غیر ضروری ہے۔ اور ناظرین اس بات کا بھی آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ اس نے سینیر ودیانی اور اس کی بہن کی عنایات کا ذکر کس قدر گرمجوشی سے کیا آخر جب وہ ان کی صفات حسنہ کی تعریف حدانتہا تک کر چکا۔ تو مارکھم سے مخاطب ہوکر اس نے کہا" اب آپ ان واقعات کی تفصیل بیان کیجئے۔ جو فرادلی میں مجھ سے جدا ہوکر آپ کو پیش آئے"۔

اس کے جواب میں رچرڈ نے وہ واقعات اس کے روبرو بیان کئے۔ جن سے ہمارے ناظرین پوری طرح واقف ہیں۔ اور اس نے مورکر سے اس پر اظہار ناراضگی بھی کیا۔ کہ سرائے سے چلتے وقت وہ روپیہ کا حصہ وہیں چھوڑ گیا تھا۔

مورکر نے کہا" اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ میرے لئے روپیہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ہماری نسل کے لوگ دنیا کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ فرادلی سے تھوڑے فاصلہ پر ہی مجھے شنگانیوں کا جو حبشیوں کا اطالوی نام ہے ایک ڈیرہ نظر آیا۔ اور وہاں میرے ساتھ ویسا ہی اچھا سلوک کیا گیا۔ جس کا ایک شاہ زنگباری کا ولیعہد مستحق ہو سکتا ہے"۔

رچرڈ اس فقرہ کا آخری حصہ سنکر مسکرایا اور کہنے لگا" آخر تم نے اپنے اطالوی دوستوں سے گفتگو کیونکر کی؟ تم تو ان سے زبان سے بالکل ناواقف ہو"۔

مورکر بولا" ہماری اپنی ایک خاص زبان ہے۔ اور گو اس کے الفاظ کی تعداد زیادہ نہیں۔ تاہم اسقدر ضرور ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے سے آسانی سے بات چیت کر سکتے ہیں"

میں ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اور پنیا لا کے قریب پہنچکر اس خیال سے ان سے جدا ہو گیا کہ سرحد کو عبور کر کے نیپلز میں داخل ہو جاؤں۔ اتفاق سے میرا قدم بھی اسی طرف کو اٹھا۔ جدھر سے آپ گذرے تھے۔ اور میرا اندازہ یہ ہے کہ جس وقت چوروں نے آپ پر حملہ کیا۔ تو میں آپ سے شاید صرف چند گز پیچھے تھا جس وقت میں نے آپ کو اس تاریک سڑک پر بے حس و حرکت پڑے دیکھا۔ تو میرے قلب پر جو صدمہ ہوا۔ اس کا اندازہ کرنا آپ کے لئے مشکل نہیں ہو سکتا۔ اسوقت اگر حسن اتفاق سے سینیر و دیانی ہماری مدد کو نہ پہنچ جاتے۔ تو خدا جانے ہمارا کیا حال ہوتا۔ اس کے بعد کے حالات سے آپ اچھی طرح واقف ہیں"

"نہیں۔ میرے عزیز مور کر میں پورے طور سے واقف نہیں ہوں" رچرڈ نے کہا۔ "ہر چند کہ میں تمہاری رازداریوں میں مخل ہونا نہیں چاہتا۔ تاہم میں یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ تم نے سینیر و دیانی کے ہاں ٹھیرنے سے کیوں انکار کر دیا"

جیپسی نوجوان نے کہا "جس وقت مجھے معلوم ہوا کہ آپ دوستوں کے پاس ہیں۔ اور اب میرے لئے نیپلز کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ تو میں اپنے سنگانی بھائیوں کے پاس چلا گیا۔ اور اسوقت سے انہیں کے پاس رہتا ہوں۔ گو میں وقتاً فوقتاً آپ کے حالات دریافت کرنے آتا رہا ہوں"

رچرڈ نے جیپسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا "میرے وفادار دوست تم اپنی خوبیوں کو اس طرح کم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے تم کس طرح روزمرہ میری خبر گیری کو آتے رہے ہو۔ خدا کرے میں تمہارے اس حسن سلوک کا بہت جلد اجر دے سکوں"

مور کر نے کہا "آپ سردست اس معاملہ کو طول نہ دیجئے۔ میرے خیال میں اگر آپ چند دن سکون کے ساتھ گذار دیں۔ تو بہتر ہوگا۔ اس کے بعد۔۔۔"

"ہاں۔ اور اس کے بعد؟۔۔۔" رچرڈ نے یہ دیکھکر کہ جیپسی کچھ کہتا کہتا رک گیا ہے پوچھا۔

"اس کے بعد ہم اس معاملہ پر غور کرینگے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے"

ہمارے ہیرو نے مور کر کے طرز عمل سے معلوم کر لیا۔ کہ اس نے کوئی تجویز

سوچ رکھی ہے۔ لیکن سر دوست اس معاملہ پر زیادہ زور دینا پسند نہ کیا۔

سینیر ودیانی کے مکان پر آئے۔ اب رچرڈ مارکھم کو پندرہ دن کا عرصہ گذر چکا تھا اور اس عرصہ میں اس کی طبیعت بہت کچھ رو بہ اصلاح ہو گئی تھی۔ کچھ تو اپنی فطری طاقت اور کچھ باقاعدہ علاج کی مدد سے وہ بہت جلد اس نقاہت پر غالب آ گیا۔ جو زخم لگنے سے پیدا ہوئی تھی۔ اب اس کے بدن میں جزوی کمزوری باقی تھی۔ اور رخساروں پر کسی قدر زردی کے آثار نظر آتے تھے۔ لیکن اپنے دوست ودیانی کے باغ میں صبح شام چہل قدمی کرنے سے رفتہ رفتہ پھر اس کے چہرہ پر شباب کی سرخی جھلکنے لگ گئی تھی

۲۶ دسمبر ۱۸۴۷ء کو مور کر رچرڈ مارکھم اور سینیر ودیانی میں بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ یہ گفتگو ایک خاص تجویز کے متعلق تھی۔ جس کے مبادیات کو مور کر رچرڈ کے زمانہ علالت میں طے کر چکا تھا۔ اور جسے عمل میں لانے کا ہمارے ہیرو کو بہت شوق تھا۔ سینیر ودیانی نے اس بارہ میں کچھ اعتراض کیا۔ لیکن وہ بھی ایسا تھا۔ کہ اس کی بدولت یہ تجویز ترک نہیں بلکہ صرف ملتوی ہو سکتی تھی۔ اعتراض کا تعلق رچرڈ مارکھم کی نقاہت کے متعلق تھا۔ اور ساہوکار کو اندیشہ تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو اس کام کو ایسی شدید بیماری کے بعد اسقدر جلد اختیار کرنے سے اس کی صحت پھر خراب ہو جائے۔ لیکن اس اعتراض کو اس کے نوجوان دوست مارکھم نے بہت جلد رفع کر دیا۔ کیونکہ اس کے دل میں اس تجویز کو عمل میں لانے کا بے حد اشتیاق تھا۔ جو اس کے لئے بمنزلہ روح رواں تھی۔

پورے چار گھنٹہ تک ان تینوں میں مشورہ ہوتا رہا۔ اور آخر غروب آفتاب کے قریب یہ کونسل برخاست ہوئی۔ رچرڈ نے بعض خطوط لکھ کر ان پر مہر لگا دی۔ اور انہیں یہ کہکر سینیر ودیانی کے حوالہ کر دیا۔ کہ "اگر میں نے اس کام میں جان دیدی۔ تو انہیں اس پتہ پر جو درج ہے روانہ کر دیجئے گا"

ساہوکار نے ہمارے ہیرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور کہنے لگا "میرے فیاض منش نیکدل دوست کوئی غیبی آواز میرے کان میں کہہ رہی ہے۔ کہ مجھے ان خطوط کو انگلستان روانہ کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو گی۔ کیونکہ تم یقیناً اس کام میں فتح حاصل کرو گے"

ٹھیک اسوقت سینورا ودیانی کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور اس نے فکر کے لہجہ میں

پوچھا کہ "اس باہمی مشورہ کا نتیجہ کیا نکلا ہے" جس پر ساہوکار نے کہا "یہی کہ یہ مہم اختیار کی جائے گی۔"

خاتون نے کہا "سینیر ارکھم آپ نے سارے پہلوؤں کو اچھی طرح سوچ سمجھ لیا ہے ہم آپ کو ایک ایسے کام سے جس میں آپ محض از راہ فیاضی حصہ لے رہے ہیں۔ باز رکھنا نہیں چاہتی ۔۔۔ تاہم ۔۔۔"

رچرڈ نے مسکرا کر کہا "میڈم میں آپ کا ممنون احسان ہوں کہ آپ میری سلامتی کے متعلق اس قدر فکر ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن بہر حال مجھے ان بد نصیبوں کے متعلق جو اس مہم میں شریک ہوئے جس کے سر کردہ شخصوں میں سے ایک میں بھی تھا۔ ایک خاص فرض سر انجام دینا ہے۔"

ساہوکار کی بہن نے کہا "میں آپ کے ایثار کی قدر کرتی ہوں۔ اور چونکہ آپ نے اس کام میں حصہ لینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اس لئے اس بارہ میں کوئی رکاوٹ پیدا کرنا نہیں چاہتی خدا آپ کو کامیاب کرے۔" یہ کہتے ہوئے خاتون نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔

اب تاریکی چھا نے لگی تھی۔ ہمارے ہیرو نے روانگی کی خواہش ظاہر کی۔ اور چلتے وقت تاکس آرمسٹرانگ کی چٹھی والا تعویذ ساہوکار ازکورہ کے حوالہ کرتے ہوئے ان عنایات کا شکریہ ادا کیا جو بہن بھائی نے اس کے ساتھ کی تھیں۔

ہیرو نے کہا "اے صاحب۔ آپ یہ کیا باتیں کہہ رہے ہیں۔ ہم نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا۔ وہ اس سے بہت ہی کم ہے جس کے آپ مستحق ہیں۔ خدا کرے آپ بہت جلد پھر ہم سے آ ملیں۔ یہ لیجئے۔ ایک پاکٹ بک ہے جس میں کچھ مقدار بنک نوٹوں کی رکھی ہوئی ہے۔ لیکن اگر آپ کو زیادہ نقدی کی ضرورت محسوس ہو تو آپ بلا تامل مجھ سے دوبارہ منگا سکتے ہیں۔ الوداع۔ نیکی کے فرشتے آپ کی حفاظت کریں۔"

سینورا دیانی بھی رچرڈ سے اس طرح دلی رنج کے ساتھ جدا ہوئی۔ گویا وہ کسی قریبی عزیز سے جدا ہو رہی ہو۔ کیونکہ چند دن کی صحبت میں ہی وہ رچرڈ کی صفات حسنہ کی تہ دل سے قدر کرنے لگ گئی تھی۔ آخر جب رچرڈ ارکھم اپنے رفیق مور کر کو ساتھ لے کر ان بہن بھائی سے رخصت ہوا تو وہ دونوں اسے دروازہ تک چھوڑنے آئے۔

آگے آگے مور کر اور پیچھے ارکھم دونوں پینیالا کے بازاروں سے چلتے گئے۔ اور آخر شہر کے شمال مشرقی دروازہ سے باہر نکل کر ڈیڑھ میل تک دریائے اسکمبو کے ساتھ ساتھ چلتے رہے

رات نکھری ہوئی تھی۔ اور آسمان پر شفاف چاند اپنا نور پھیلا رہا تھا۔ ہوا جنگل کے خود رو پھولوں کی مہک سے عطر بیز اور فرح بخش تھی۔

چلتے چلتے یہ دونوں ایک جنگل کے کنارہ پہنچے۔ اور آخر دونوں اسی طرح آگے پیچھے اس کے اندر داخل ہو گئے۔ جنگل کے اندر درختوں کے پتے ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے تھے کہ بیحد تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن اس تاریکی میں بھی دور فاصلہ پر روشنی کی جھلک نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر میں یہ دونوں ایک کھلے مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں جپسیوں کا ڈیرہ نظر آتا تھا۔

مارکھم نے اپنے ساتھی کا بازو پکڑ لیا۔ اور چند منٹ تک اسے تھامے ہوئے اس عجیب اور پر شوکت نظارہ کو دیکھتا رہا۔

کم و بیش ایک ایکڑ زمین کو جنگل کی روئیدگی سے ایسے طریق پر صاف کیا گیا تھا کہ اس کے گرداگرد اونچے اونچے درخت ایک قدرتی فصیل کی طرح کھڑے تھے۔ اور اس میدان میں ایک سو کے قریب جپسی وضع کے خیمے نصب تھے۔ جا بجا خوشگوار آگ جل رہی تھی۔ جس پر بھاری بھاری برتنوں میں کھانے کی چیزیں پک رہی تھیں۔ اور سانولے رنگ کے مرد اور کالی آنکھوں والی حسین عورتیں جا بجا جمع نظر آتی تھیں۔ مردوں کے لانبے قد اور عورتوں کی توبہ شکن ادائیں اس جنگل میں ایک عجیب شان دلفریبی پیدا کر رہی تھیں۔ اور ہجوم کی گفتگو کی بڑبڑاہٹ مبہم طریق پر سنائی دیتی تھی۔

مورگر نے اپنا بازو جپسیوں کی طرف پھیلا کر کہا "چار سو سو رما جوان آپ کو اپنا رہبر بنانے کے لئے تیار ہیں۔"

ان لفظوں کو سنکر مارکھم کے قلب میں ناقابل بیان مسرت کی جھلک پیدا ہو گئی۔ لیکن اس نے اپنے دلولوں کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا "میرے عزیز دوست آخر وہ کونسا سحر تھا جس کی مدد سے تم نے اتنی بڑی تعداد کو اس مختصر عرصہ میں جمع کر لیا؟"

مورگر بولا "میں شاہ زنگاری کا بیٹا ہوں۔ اور میرا اثر ایسا غالب ہے کہ انکی طرف سے انکار کی کوئی صورت نہ ہو سکتی تھی۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ وہ کافی طور سے مسلح ہیں کیونکہ ان کے پاس جو سرمایہ جمع تھا۔ اس کی مدد سے انہوں نے ضروری ہتھیار اور بارود خرید لیا ہے۔"

رچرڈ کہنے لگا "میں ان چیزوں کی قیمت انہیں بہت جلد ادا کر دوں گا۔ لیکن تم نے کہا تھا۔ کہ یہ چار سو سورما آپ کو اپنا رہبر بنانے کے لئے تیار ہیں۔ مورکر ایسا نہ ہوگا۔ اس عزت کے حقدار تمہیں ہو۔ کیونکہ تمہاری کوشش اور تحریک سے یہ شاندار جماعت تیار ہوئی ہے۔"

"نہیں، جناب نہیں" مورکر نے کہا "یہ لوگ اسی امید پر جمع ہوئے ہیں۔ کہ آپ ان کے رہنما بنیں گے کیپل سکالا میں آپ ہی کا نام ہر جگہ عزت سے لیا جاتا ہے۔ اور آپ ہی کی موجودگی ان جبسیوں میں جرأت اور شجاعت پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوگی۔ آئیے میں آپ کا ان کے سرگروہ سے معانقہ کراؤں۔"

"تو کیا ان کا بادشاہ یہیں موجود ہے؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"نہیں جناب سنگانیوں یا اطالوی جبسیوں کا بادشاہ ان دنوں ٹسکنی گیا ہوا ہے۔ لیکن جس سرگروہ کے پاس میں آپ کو لے چلتا ہوں۔ وہ اس کا رشتہ دار ہی ہے۔"

مورکر ہمارے ہیرو کو ساتھ لے کر مختلف خیموں کی قطاروں سے گذرتا ہوا ایک ایسے مقام پر پہنچا۔ جہاں ایک زیادہ فراخ خیمہ نصب تھا۔ سنگانی لوگ رچرڈ کو حیرت اور ادب کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ بظاہر انھوں نے اس کی شخصیت پہچان لی تھی۔

خیمہ کے اندر تین بزرگ صورت جبسی قالین پر بیٹھے پائپ پیتے اور بعض سیاسی مباحث میں حصہ لے رہے تھے۔ انھوں نے بڑی گرمجوشی سے رچرڈ کا خیر مقدم کیا اور اسے عزت کی جگہ دی۔ اس کے بعد ایک کونسل منعقد ہوئی۔ لیکن چونکہ ان معاملات کا ذکر جو اسوقت طے ہوئے تفصیل کے ساتھ آگے چل کر آئیگا۔ اسلئے سردست اس بارہ میں کسی قسم کی رائے زنی بے سود ہوگی۔

مختصر یہ کہ رچرڈ نے اس فوج کی کمان کا شغل اور ذمہ داری کا عہدہ منظور کر لیا۔ اور فوراً ہی ایک ہزار کے نوٹ جبسیوں کے روبرو یہ کہکر رکھدیئے کہ اس سے ہتھیاروں کی قیمت اور جبسی جوانوں کی پیشگی تنخواہ ادا کی جائے۔

رات کے ۱۱ بجے تو ڈیرہ میں سب جگہ آگ بجھا دی گئی۔ اور جا بجا پہرہ دار کھڑے ہو گئے۔ جن کے سپرد نگرانی کا کام نہ تھا وہ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔

جب دن نکلا۔ تو پھر وہی چہل پہل نظر آنے لگی۔ صبح کا کھانا جلدی ہی ختم کیا گیا۔ اور اس کے بعد رچرڈ نے کوچ کا فرمان صادر کیا۔

فیصلہ اس پر ہوا کہ اسلحہ بند مرد کوچ در کوچ کرتے تیزی سے اسٹیلا کی طرف روانہ ہوں اور عورتیں رفتہ رفتہ پیچھے چلی آئیں۔

زن و مرد۔ بھائی۔ باپ۔ بیٹے اور ماں بچے میں رخصت کی رسم بڑی خاموشی کے ساتھ لیکن موثر طریق پر ادا ہوئی۔ اور اس کے بعد کچھ کم چار سو جانباز حبشی جوان بندوقوں تیغوں اور بعض حالتوں میں کلہاڑوں سے مسلح جنگل کی طرف ہو لئے۔

ان کے آگے آگے رچرڈ تلوار لگائے پستولوں کی جوڑی جیب میں ڈالے اور مور گراو تینوں حبشی سرداروں کو ساتھ لئے چل رہا تھا۔

۲۹ ردسمبر کی صبح کو طلوع آفتاب کے وقت قلعہ اسٹیلا کی جنوبی فصیل کے پہرہ داروں نے ایک مختصر لیکن مضبوط جماعت کو اس جنگل کے اندر سے نکلتے دیکھا۔ جو نواحات پینالا سے اسٹیلا کی دیواروں تک دریائے اسکلیو کے کنارہ کنارہ واقع ہے۔

افق مشرق سے نکلتے ہوئے سورج کی کرنیں ان جوانوں کے مجلا ہتھیاروں پر پڑیں تو پہرہ داروں کے کان کھڑے ہو گئے۔ ہر چند کہ اس فوج کے جوانوں نے کسی قسم کی وردی پہنی ہوئی نہ تھی۔ تاہم یہ معلوم کرنا سہل تھا کہ ان کا ارادہ دوستانہ نہیں ہے لیکن قبل اس کے کہ قلعہ نشین فوج ہتھیار بند ہو سکتی۔ رچرڈ کے جوانوں نے حفاظتی مقامات سے گذر کر فصیل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ آگے آگے رچرڈ مارکھم اور اس کے پیچھے حبشی جوانوں کی فوج۔ ہر شخص بے خوف ہو کر قلعہ کی طرف قدم اٹھاتا رہا۔ آخر کار جب یہ لوگ فصیل کے عین قریب پہنچ گئے۔ تو پہرہ داروں نے محاصرین پر بندوقوں سے فیر کیا۔ جس سے دو سنڈگانی جوان مر کر گر پڑے۔ اور ایک کو خفیف زخم آیا۔

رچرڈ مارکھم نے چلا کر کہا "تم بے خوف ہو کر میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ" اور وہ خود بڑی دلیری سے قدم اٹھاتا اس چوبی پل کے قریب پہنچ گیا۔ جس سے گذر کر قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ تھا۔

اب وہ خوفناک مقابلہ شروع ہوا جس کی اہمیت کا ناظرین آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور جس کے لئے مارکھم تا تیار نہ تھا۔

قلعہ نشین فوج کے سپاہی فصیل پہ جمع ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے محاصرین پر

بڑی بے رحمی سے فیر کرنے شروع کر دیئے تھے۔ لیکن حبشی جوانوں نے بھی پوری دلیری سے جواب دیا۔ اور جب کہ اکثر جوان قلعہ نشینوں پر جوابی فیر کر رہے تھے۔ چند آدمیوں نے اپنے بھاری کلہاڑوں سے پل کا ایک مضبوط چوبی ٹکڑا کاٹ لیا۔ اور مارکھم کے زیر نگرانی اس سے قلعہ کے پھاٹک کو ضربیں پہنچانے لگے۔

جب کہ یہ ہو رہا تھا۔ سنگانیوں کے آٹھ نو آدمی قلعہ نشین فوج کے فیروں سے کام آئے اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اگر پھاٹک کچھ دیر اور نہ ٹوٹتا۔ تو محصورین کے مقابلہ میں ان کا زیادہ دیر ٹھہرنا غیر ممکن ہو جاتا۔

پھاٹک کھلنے کے ساتھ ہی مارکھم تلوار ہاتھ میں لئے اپنے سنگانی جوانوں کی معیت میں اندر گھس گیا۔ دروازہ پر کچھ دیر مزاحمت ہوئی۔ لیکے دکے جوان کام بھی آئے۔ لیکن ہمارے ہیرو نے مورکرا اور تینوں سنگانی سرداروں کے ساتھ مل کر ایسی داد شجاعت دی۔ کہ قلعہ نشین سپاہیوں کو پسپا ہوتے ہی بن پڑی۔

قلعہ کے اندر داخل ہوتے ہوئے رچرڈ نے زور کا نعرہ لگایا "آہنی آزادی کی جے ہو۔ پرنس البرٹ زندہ باش!" اس نعرہ میں سنگانی جوان بھی شریک ہو گئے۔ اور گو قلعہ کے صحن میں نصف گھنٹہ بعد تک گھمسان کا معرکہ ہوتا رہا۔ تاہم کیسل سکالا کے سپاہیوں کے دلوں پر آزادی کے نعرہ سے ایسا اثر ہو چکا تھا۔ کہ انہوں نے بہت ہی خفیف مزاحمت کی اور گو وہ تعداد میں محاصرین سے بہت زیادہ تھے۔ تاہم جلدی ہی ہار گئے۔

صحن کے ایک جانب ایک فراخ لیکن نیچی چھت کا مکان نظر آتا تھا جس کی کھڑکیاں آہنی سلاخوں سے محفوظ تھیں۔ اس کی طرف خون آلودہ تلوار سے اشارہ کر کے مارکھم نے کہا "دوستو۔ یہی محبان وطن کا قید خانہ ہے"

ان لفظوں کا ہمارے ہیرو کے ساتھیوں پر برقی اثر ہوا۔ اور وہ سپاہیوں کو آندھی کی طرح آگے اڑائے بڑھے چلے گئے۔ اس قید خانہ کا دروازہ فوراً ہی توڑ دیا گیا رچرڈ سب سے پہلے خود اس کے اندر داخل ہوا۔ اور اس نے قیدیوں کو رہائی دینی شروع کی۔ نصف گھنٹہ کے عرصہ میں کیسل سکالا کے ۵۰۰ محبان وطن کو رہا کر دیا گیا۔ اور انہوں نے بہت جلد پہچان لیا۔ کہ ہمیں رہائی دلانے والا وہی بہادر انگریز ہے۔ جس نے معرکہ اسور میں اسقدر داد شجاعت دی تھی۔

صدہا زبانوں سے "مارکھم" کا نعرہ لگا کر آسمان تک گونج پیدا کر دی۔ ہر شخص اظہار شکر گذاری کے لئے اس کے قریب آنے لگا۔ کوئی اسے اپنا افسر اور کوئی نجات دہندہ کہتا تھا۔

لیکن اب مبارکباد یا تشریحات کے لئے وقت نہ تھا۔ کیونکہ قلعہ کی فوج ہر چند کہ کمزور تھی۔ مگر شہر کی کافی مضبوط تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ کپتان جنرل نے باشندگان اسٹیلا کو مرعوب کرنے کے لئے فوج کا بڑا حصہ شہر میں رکھا ہوا تھا۔ یہ بات مورکر نے جاسوسوں کے ذریعہ سے اسوقت ہی معلوم کر لی تھی۔ جب کہ مارکھم صاحب فراش تھا۔ اور اسی لئے پہلے شہر پر حملہ آور ہونے کی بجائے قلعہ پر حملہ کیا گیا۔

اب رچرڈ قلعہ کا مالک تھا۔ قلعہ نشین فوج کا کچھ حصہ اسٹیلا کو بھاگ گیا۔ لیکن ۲۰۰ کے قریب جوان حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہونے پر آمادہ ہو گئے۔ اسکے بعد اسلحہ خانہ کو کھولا گیا۔ اور جن محبان وطن کو قید خانہ سے نکالا گیا تھا۔ ان میں ہتھیار تقسیم کئے گئے۔ اس طرح پر بہت جلد کم و بیش ۲۱۰۰ جوان رچرڈ کے ساتھ ہو لئے۔ اور صرف ۲۰ سنگالینوں کے کام آنے سے ہی اس نے فاتحانہ پوزیشن حاصل کر لی۔

اب دوپہر کا وقت ہو گیا تھا۔ اسکی سپاہ کے کچھ آدمی کھانا کھا رہے تھے۔ اور کچھ اس قسم کے حفاظتی انتظامات کر رہے تھے۔ کہ اگر کپتان جنرل اسٹیلا کیطرف سے قلعہ پر حملہ آور ہو تو اس کی مدافعت کی جا سکے۔ قلعہ کے ایک حصہ میں رچرڈ۔ تینوں سنگالی سرداروں۔ مورکر اور رہا شدہ قیدیوں میں سے بعض سرکردہ شخصوں کو ساتھ لیکر کچھ مشورہ کر رہا تھا۔

اس کونسل میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ رچرڈ اسٹیلا کے باشندوں کے نام ایک اعلان اس مطلب کا شائع کر دے کہ ہم ملکی آزادی کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ اور ہمارا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ زیر حراست محبان وطن کو رہا کیا جائے۔ آسٹروی حملہ آوروں کو ملک سے خارج کیا جائے اور پرنس البرٹو کو تخت کیسل سکالا پر بٹھایا جائے۔

چنانچہ اس تجویز کو زیر عمل لایا گیا۔ اور اس قسم کی ایک دستاویز اسٹیلا کے میئر کے نام روانہ کی گئی۔ اسیوقت کارپوریشن کا اجلاس منعقد ہوا۔ اور جب کہ کپتان جنرل قلعہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ میونسپل باڈی کے شرکا مشورت کر رہے تھے۔

اسی طرح تین گھنٹے گذر گئے۔ اور اس وقت افواہ اڑی کہ سپاہ نے کپتان جنرل کے حکم پر بارکوں سے نکلنے سے انکار کر دیا ہے۔ کامیاب حامیان آئین کے ساتھ خلقت کی ہمدردی کے اس تازہ ثبوت سے اراکین کارپوریشن کو بہت جلد ایک خاص فیصلہ پر پہنچنے کا موقعہ مل گیا۔ اور میئر اراکین میونسپلٹی میں سے بعض سرکردہ شخصوں کو ساتھ لے کر رچرڈ مارکھم کی خدمت میں حاضر ہوا جہاں اس نے شہر کی کنجیاں اسکے حوالہ کر دیں۔

یہ خبر مشہور ہوتے ہی کپتان جنرل۔ پولیٹکل پریفکیٹ اور ایک رجمنٹ جو اب تک گرینڈ ڈیوک کی وفادار رہی تھی۔ شہر سے غیر معمولی تیزی کے ساتھ فرار ہو گئی۔ اور باقیماندہ فوج نے رچرڈ مارکھم کو اس مطلب کی اطلاع بھیجدی۔ کہ ہم آپ کے ساتھ شریک ہونے کو آمادہ ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس قابل یادگار دن کو شام کے ۶ بجے توپوں کی گھن گرج آواز کے ساتھ ٹون ال پر آزادی کا تین رنگ کا پھریرا لہرانے لگا۔

رچرڈ کے لئے یہ کامیابی امید سے بڑھ کر تھی۔ اب وہ نہ صرف کیسل سکالا کے ایک خاص شہر پر قابض ہو گیا تھا۔ بلکہ اس کے جوانوں کی تعداد بھی کم و بیش تین ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ شہر میں امن و سکون قایم کرنے کے بعد پہلا کام جو رچرڈ مارکھم نے کیا یہ تھا۔ کہ مینالا میں سینیور ودیانی کے نام ایک خط اپنے ہرکارہ کے ہاتھ روانہ کیا جس میں نہ صرف اس دن کی فتوحات کی تفصیل درج تھی۔ بلکہ یہ درخواست بھی موجود تھی۔ کہ آپ ان واقعات کی اطلاع انگلستان میں پرنس البرٹو کو بلا توقف دیدیں۔ مگر خط پر ان کا نام کونٹ الٹرونی لکھیں

شہر پر آزادی کا پھریرا نصب ہونے کے بعد میونسپل کونسل کا اجلاس پھر شروع ہوا۔ اور کم و بیش رات کے دس بجے تک ہوتا رہا۔ اس کے بعد میئر نے ایک اعلان شائع کیا۔ جس کے تین امور خاص حسب ذیل تھے۔ ایک تو یہ کہ اس شہر کی کونسل کا نام آج سے صوبہ اسٹیلا کی انتظامی کمیٹی رکھا جاتا ہے۔ اور اس کا اجلاس مستقل سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ رچرڈ مارکھم کو صوبہ کی فوج کا جنرل انچیف مقرر کیا جاتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ کیسل سکالا کے تمام محبان وطن کا فرض ہے۔ وہ آئینی آزادی کی خاطر اسلحہ بند ہو کر آسٹروی فوج کو ملک سے باہر نکالیں۔ اور پرنس البرٹو کی حمایت کریں۔ اس اعلان کی نقل رچرڈ مارکھم کو بھیجدی گئی۔ جس نے پہلے اور تیسرے اعلان کو بہت پسند کیا۔ اور دوسرے کو بھی منظور کر لیا۔

دوسرے دن قلعہ کے گودام سے بندوقیں وغیرہ نکالکر سنگالی جوانوں اور قلعہ کے رہا شدہ محبان وطن میں تقسیم کی گئیں۔ اور اسوقت کارپوریشن کی درخواست پر رچرڈ نے شہر میں داخلہ کی رسم ادا کی۔ وہ نظارہ کبھی بھول سکتا ہے۔ جب ہمارا ہیرو ایک جنرل افسر کی وردی پہنے شاندار گھوڑے پر سوار بڑے تزک و احتشام کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ بازاروں میں دورویہ قلعہ نشین فوج کے جوان کھڑے تھے۔ اور اپنے نوجوان کمانڈر کو جس کی شجاعت کو اس غیر معمولی کامیابی میں بہت کچھ دخل تھا۔ اور جسے لوگ عام طور سے کیس سکالا کا نجات دہندہ کہہ رہے تھے۔ فوجی سلام کر رہے تھے۔

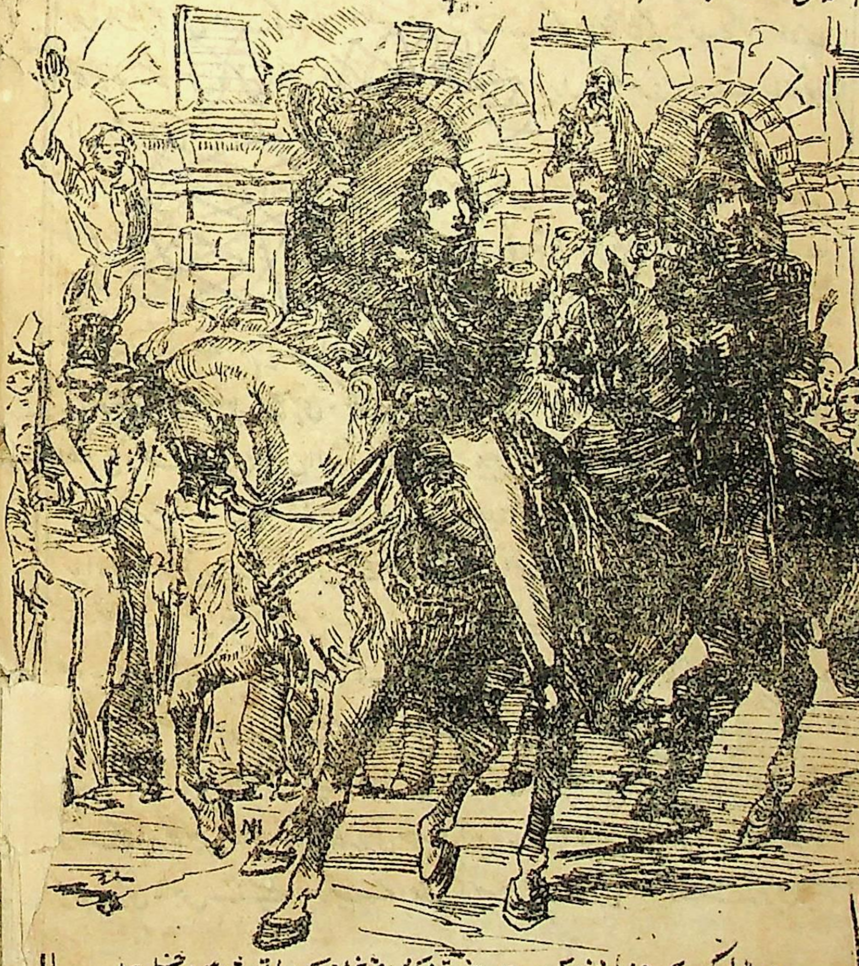

رچرڈ ڈارکھم ایک جنرل افسر کی وردی پہنے تزک و احتشام کے ساتھ شہر میں داخل ہوا

بچھڑے کے ساتھ ساتھ دو افسر تھے جنہیں اس نے اپنا اے ڈی کانگ مقرر کیا تھا اور پیچھے پیچھے وفادار ہود کرِتھا جسے لاکھ کہا گیا۔ مگر اس نے کوئی عہدہ لینا منظور نہ کیا۔ اور ایک سپاہی کی وردی پہنے اپنے آقا کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔

کھڑکیوں میں بیشمار حسین عورتیں ہمارے جوان ہیرو کی ایک جھلک دیکھنے کے لیئے بے قرار تھیں۔ اور جب کہ خوشنما آنکھوں میں اس کی صورت دیکھ کر خوشی کی چمک پیدا ہوتی تھی۔ نازک اور سفید ہاتھ پھولوں کے گلدستے اور مصنوعی پھول اس پر برسا رہے تھے۔

جا بجا گھنٹے بج رہے تھے۔ اور توپیں سلامی اتار رہی تھیں۔ بازاروں میں ہجوم پُرجوش نعرے بلند کر رہا تھا۔ اور محکمہ سول کے افسر سرکاری وردی پہنے ٹون ہال میں اس کے استقبال کو موجود تھے۔

جس وقت یہ جلوس ٹون ہال میں پہنچا۔ تو رچرڈ کو اس کے شجاعانہ کارناموں پر مبارکباد دی گئی۔ اور اسے ایک پرتکلف دعوت میں مدعو کیا گیا۔ مگر اس نے ملائمت اور استقلال کے لہجہ میں کہا "صاحبان میں اپنے انکار کے لیئے آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن ابھی کیسل سکالا میں راحت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیئے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور اگر میں اپنا قیمتی وقت اس جلسہ طرب میں بسر کرنے لگوں۔ تو یہ میری سخت نالائقی ہوگی آسٹروی فوج کا ایک حصہ صوبہ ابرستانی پر قابض ہے۔ اور اسے خوف زدہ کر رہا ہے میرا ارادہ ہے کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں۔ تو دو گھنٹے کے عرصہ میں اسقدر فوج ساتھ لے کر جو آپ مجھے دے سکیں۔ اس طرف روانہ ہو جاؤں۔ اگر خدا نے مجھے کامیابی بخشی۔ تو میں سیدھا مونٹولی کیطرف نکل جاؤں گا۔ اور یا تو اسے محاصرین سے نجات دلاؤں گا۔ ورنہ اس کی فصیل کے نیچے جان دیدوں گا"

اس مختصر لیکن موثر تقریر کا حضار پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور ہر شخص نے زور سے چیرز دیئے۔ آخر جب پھر ایک بار خاموشی ہوئی۔ تو میئر نے کہا "اے صاحب آپ جائیے۔ اور اپنے مقصد کو پورا کیجیئے۔ خدا آپ کا مددگار ہوگا۔ فوج کی جس قدر آپ کو ضرورت ہو لے جائیے اور روپیہ کا انتظام ہم پر چھوڑ دیجیئے۔ جائیے۔ خدا نے آپکو ہماری نجات کے لیئے بھیجا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ کیسل سکالا کو ظلم سے بچانے آئے ہیں"

مادھم نے جھک کر سلام کیا اور واپس چلا گیا۔ رستہ میں پھر اس کا وسپاہی پر جوش

دوسرے دن قلعہ کے گودام سے بندوقیں وغیرہ نکالکر سنگالی جوانوں اور قلعہ سے رہا شدہ محبان وطن میں تقسیم کی گئیں۔ اور اسوقت کار لورلیش کی درخواست پر رچرڈ نے شہر میں داخلہ کی رسم ادا کی۔ وہ نظارہ کبھی بھول سکتا ہے۔ جب ہمارا ہیرو ایک جنرل افسر کی وردی پہنے شاندار گھوڑے پر سوار بڑے تزک و احتشام کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ بازاروں میں دورویہ قلعہ نشین فوج کے جوان کھڑے تھے۔ اور اپنے نوجوان کمانڈر کو جس کی شجاعت کو اس غیر معمولی کامیابی میں بہت کچھ دخل تھا۔ اور جسے لوگ عام طور سے کیس سکالا کا نجات دہندہ کہہ رہے تھے۔ فوجی سلام کر رہے تھے۔

رچرڈ ڈارکھم ایک جنرل افسر کی وردی پہنے تزک و احتشام کے ساتھ شہر میں داخل ہوا

چیڈڑ کے ساتھ ساتھ دو افسر تھے جنہیں اس نے اپنا ایڈی کانگ مقرر کیا تھا اور پیچھے پیچھے وفادار ہوور گر تھا جسے لاکھ کہا گیا۔ مگر اس نے کوئی عہدہ لینا منظور نہ کیا۔ اور ایک سپاہی کی وردی پہنے اپنے آقا کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔

کھڑکیوں میں بیشمار حسین عورتیں ہمارے جوان ہیرو کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے قرار تھیں۔ اور جب کہ خوشنما آنکھوں میں اس کی صورت دیکھ کر خوشی کی چمک پیدا ہوتی تھی۔ نازک اور سفید ہاتھ پھولوں کے گلدستے اور مصنوعی پھول اس پر برسا رہے تھے۔

جابجا گھنٹے بج رہے تھے۔ اور توپیں سلامی اتار رہی تھیں۔ بازاروں میں ہجوم پرجوش نعرے بلند کر رہا تھا۔ اور محکمہ سول کے افسر سرکاری وردی پہنے ٹون ہال میں اس کے استقبال کو موجود تھے۔

جس وقت یہ جلوس ٹون ہال میں پہنچا۔ تو چرڈ کو اس کے شجاعانہ کارناموں پر مبارکباد دی گئی۔ اور اسے ایک پرتکلف دعوت میں مدعو کیا گیا۔ مگر اس نے ملائمت اور استقلال کے لہجہ میں کہا "صاحبان میں اپنے انکار کے لئے آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن ابھی کیسل سکالا میں راحت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور اگر میں اپنا قیمتی وقت اس جلسہ طرب میں بسر کرنے لگوں۔ تو یہ میری سخت نالائقی ہوگی آسٹروی فوج کا ایک حصہ صوبہ ابرستانی پر قابض ہے۔ اور اسے خوف زدہ کر رہا ہے میرا ارادہ ہے کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں۔ تو دو گھنٹے کے عرصہ میں اسقدر فوج ساتھ لے کر جو آپ مجھے دے سکیں۔ اس طرف روانہ ہو جاؤں۔ اگر خدا نے مجھے کامیابی بخشی۔ تو میں سیدھا مونٹولی کیطرف نکل جاؤں گا۔ اور یا تو اسے محاصرین سے نجات دلاؤں گا۔ ورنہ اس کی فصیل کے نیچے جان دیدوں گا"

اس مختصر لیکن موثر تقریر کا حضار پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور ہر شخص نے زور سے چیرز دیئے۔ آخر جب پھر ایک بار خاموشی ہوئی۔ تو میئر نے کہا "اے صاحب آپ جائیے۔ اور اپنے مقصد کو پورا کیجئے۔ خدا آپ کا مددگار رہے گا۔ فوج کی جس قدر آپ کو ضرورت ہو لے جائیے اور روپیہ کا انتظام ہم پر چھوڑ دیجئے۔ جائیے۔ خدا نے آپکو ہماری نجات کے لئے بھیجا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ کیسل سکالا کو ظلم سے بچانے آئے ہیں"

ہارکھم نے جھک کر سلام کیا اور واپس چلا گیا۔ راستہ میں پھر اس کا ویسا ہی پرجوش

استقبال ہوتا رہا۔ مگر اس نیک بندے کے دل میں ان سارے واقعات نے ذرا غرور پیدا نہیں کیا۔ غرور یا نخوت کے لیے اس کے دل میں جگہ ہی نہ تھی۔ ہاں صرف ایک جذبہ اسے آگے آگے بڑھنے پر اکسا رہا تھا۔ اور وہ ایک جذبہ امید کا تھا۔ خوشگوار۔ راحت بخش جان آفریں امید کا جو اس کے کان میں کہہ رہی تھی۔ کہ اگر تو نے اپنے آپ کو اسابیلا کے لائق ثابت کیا۔ تو وہ یقیناً تیری ہے!

قلعہ میں پہنچکر اس نے دوبارہ کوچ کی تیاری کا حکم صادر کیا۔ تجویز یہ تھی کہ ایک ہزار قلعہ نشین فوج اسٹیلا میں چھوڑی جائے۔ اور دو ہزار جوانوں کو ساتھ لیکر جس میں راستہ میں اضافہ ہونیکی امید تھی۔ ابرنٹانی کیطرف کوچ کیا جائے۔

رچرڈ مارکھم جس تیزی سے نقل و حرکت کرنا چاہتا تھا۔ اس کا نہ صرف باشندگان اسٹیلا بلکہ اس کے زیر کمان فوجوں پر بھی بہت اچھا اثر پڑا۔ اور گو وہ سب اسے اس رتبہ کے لائق سمجھتے تھے۔ جو اس نے اپنی ہمت بازو سے حاصل کیا تھا۔ تاہم بہت کم لوگوں کو معلوم تھا کہ وہ وقت عنقریب آنیوالا ہے۔ جب ہمارا ہیرو زیادہ مشہور بہادروں میں شمار ہونے لگے گا۔

سہ پہر کو دو بجے کے قریب آئین پسند فوج جس میں دو ہزار کے قریب جوان شریک تھے قلعہ کے مغربی دروازہ سے گذر کر منگیوٹے پُل کی طرف ہولی۔ آگے آگے چار سو سوار تھے ان کے پیچھے سنگین زن جوان پھر ایک توپ خانہ جس میں بارہ ضرب توپیں تھیں۔ اس کے پیچھے رضا شدہ محبان وطن اور سب سے آخر میں قلعہ نشین سپاہ کے پیادہ جوان تھے۔

دریا کو عبور کرنے کے بعد رچرڈ نے اپنی سپاہ کو تین دستوں میں مرتب کیا۔ اور اسکے بعد یہ لوگ ولایدولی کی طرف روانہ ہوگئے۔ جس کے متعلق معلوم تھا۔ کہ وہاں کے لوگ آئین پسندوں کے حامی ہیں۔

لیکن جس وقت بہادر رچرڈ مارکھم اپنے شجاع جنگجوؤں کو لے کر کیسٹیلا کے زرخیز میدانوں سے گذر رہا تھا بعض نہایت دلچسپ واقعات دو فاصلہ پر اس کے اپنے دشمنوں میں ظہور پذیر ہو رہے تھے۔ آئیے ذرا ان کی کیفیت بھی معلوم کریں۔

جلد دوم ختم ہوئی

رینالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحات	قیمت
مسٹریز آف لندن	فسانہ لندن (۷ حصے)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۴۴۴۸	۸/
سیمسٹریس	سوزن عشق	پنڈت کشمیر ناتھ صاحب سپرو	519	۸/
رائی ہوس پلاٹ	فسانہ لارنس ورتھ (۲ حصے)	منشی محمد امیر حسن صاحب	۱۲۱۰	۳/
پوپ جان	طفلیات	منشی خلیل الرحمن صاحب	۲۶۸	۸/
فاسٹ	فریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵	۸/
مے ڈالٹن	شکستہ دل	مسٹر وی ایم کمار	۱۳۶	۱۲/
لیلی اسٹار آف منگریلیا	فسانہ الدین و لیلی	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۵	۸/
برونز سٹیچو	لعبت فرنگ	منشی رام نرائن صاحب	۴۲۴	۸/
مارگریٹ	مارگرٹ	منشی گرجا سہائے صاحب بی اے	۱۴۸	۱۲/
عمر	عمر پاشا (۲ حصے)	منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی	۵۰۳	۸/
سولجرس وائف	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر ولکشمیات صاحب عابر	۱۴۴	۱۲/
روز البرٹ	روز البرٹ (۲ حصے)	منشی جے نرائن صاحب ورما اثر لکھنوی	۳۵۶	۸/
نیکرومینسر	اسرار (۲ حصے)	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴	۸/
وگاگیرڈی وسیرولف	ویگنر والسیڈا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۴۲۴	[illegible]
ماسٹر ٹموتھیز بک کیس	دیو کا یا طلسمی فانوس	منشی سجاد حسین صاحب مرحوم	۳۶۱	۸/
کینیتھ	پاداش عمل (۴ حصے)	مولوی صدیق صاحب	۶۴۸	[illegible]
میری پرائس	سرگذشت (۲ حصے)	منشی نوازش علی صاحب	۹۲۴	[illegible]
الفرڈ	شادکام	منشی احمد حسین خاں صاحب مرحوم	۲۱۰	[illegible]
لوز آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد الدین صاحب بی اے مرحوم	۲۷۰	۸/
ینگ وچیس	شام جوانی	منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی	۱۰۴	[illegible]
ثمرین	نیرنگ	سید احمد شاہ صاحب لکھنوی	۹۵	۸/

لال برادرس ۔ پارسنز روڈ لوکھا لاہور

نہایت دلچسپ اور قابل دید نوطبع ناول

راج سنگھ:- بابو بنکم چندر چٹرجی کے اسی نام کے مشہور بنگلہ ناول کا اردو ترجمہ از مہاشہ سدرشن جن لوگوں نے اس سے پہلے اس مشہور و معروف بنگالی مصنف کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس کی تصانیف کس پایہ کی ہیں۔ عہد اورنگ زیبی اور راجپوت بہادروں کے کارناموں کا ذکر دلفریب پیرایہ میں کیا گیا ہے حجم ۲۱۶ صفحے قیمت عہ

موتیوں کا جزیرہ۔ الگزینڈر ڈوماس مشہور فرانسیسی مصنف کے بہترین ناول "کونٹ آف مونٹی کرسٹو" کا اردو ترجمہ از منشی غلام قادر صاحب فصیح مرحوم۔ ایسا دلفریب قصہ ہے کہ رینالڈس کے ناولوں کی طرح شروع کر کے ختم کئے بغیر چین نہیں آتا۔ لارڈ سالسبری وزیر اعظم برطانیہ اس ناول کو ہمیشہ اپنے سرہانے رکھا کرتے تھے اور ان کا قول تھا کہ میں اسے بار بار پڑھ کر بھی نہیں تھکتا۔ چار جلدوں میں ۱۲۵۰ صفحات۔ قیمت ۵؍ - جدا جدا فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ؍)

انقلاب یورپ:- فرانسیسی زبان کے بہترین مصنف ماریس ملیلا نک کے عدیم النظیر ناول ۸۱۳ کا ترجمہ۔ عشق۔ سیاست اور سراغرسانی ان تینوں کا مرکب یہ ناول ہے جس کے ترجمے اس سے پیشتر یورپ کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ہو چکے ہیں قصہ کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ پہلا باب پڑھ لیں تو ختم کئے بغیر کھانا پینا اور سونا بھی حرام ہو جائے۔ پہلے یہ ناول بالاقساط رسالہ "ترجمان" میں چھپا تھا اور اس کی دلچسپی کی یہ کیفیت تھی کہ لوگ دلوں پہلے پرچے کے لئے چشم براہ ہوتے تھے۔ اب ناظرین کے اصرار پر اسے کتابی صورت میں تیار کیا گیا ہے اس کے مترجم بابو روشن لال صاحب ہیں۔ جن کی مختصر کہانیاں رسالہ العصر لکھنؤ رسالہ ترجمان لاہور اور رسالہ پیام یار میں چھپ کر خلعت قبول حاصل کر چکی ہیں غضب کا دلفریب قصہ۔ سکتہ میں لانیوالے نظارے۔ ایسا دلکش کہ برسوں یاد رہے۔ ایسا پر اسرار کہ نیند حرام کر دے۔ ۳۰۰ بڑے صفحے قیمت ہر دو حصہ کامل ۲ع

سیر ظلمات سر رائڈر ہیگرڈ کے مشہور و معروف ناول "ٹیمپل آف دی سن" کا اردو ترجمہ از مولوی ظفر علی خاں صاحب (علیگ) حیرت انگیز اور سنسنی خیز ناول ہے ۳۱۲ صفحے قیمت ۱ع

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

[illegible signature] 8/3/33

Keep a Green Ink

Greenwood